عودِ ہندی



از

نجم الدولہ دبیر الملک مرزا اسد اللہ خان غالب دہلوی

باہتمام

کیسری داس سیٹھ سپرنٹنڈنٹ

مطبع منشی نولکشور لکھنؤ میں طبع ہوئی

مرزا غالبؔ کے خطوط

مرزا غالبؔ کی شاعرانہ قدرت اور معجز نگاری سے کس کو انکار ہو گا۔ بلا مبالغہ کہا جا سکتا ہے کہ جہاں تک اُن کے طائرِ خیال کی پرواز ہے وہاں تک بڑے بڑے عالی دماغوں کی رسائی نہیں ہوتی۔ اور وہ پرِ شکستہ طائر کی طرح پھڑپھڑا کر رہ جاتے ہیں۔ اُردو اور فارسی دونوں زبانوں میں یہی کیفیت اور یہی حالت ہے۔ پھر بھی اپنے کمال کو وہ جس قدر فارسی میں مایۂ ناز جانتے ہیں اُردو میں نہیں۔ اسی طرح وہ اپنی نثر کو فارسی رقعات میں بالاتر جانتے ہیں۔ اور جا بجا اس کا اظہار کرتے ہیں۔ اور حقیقت بھی یہی ہے کہ جتنی جگر کاوی اُنھوں نے فارسی رقعات میں کی اُس کا عشر عشیر بھی اُردو میں نہیں پایا جاتا۔ مگر یہ اتفاق بلکہ عجیب و غریب اتفاق ہے کہ اُردو شاعری اور اُردو کی رقعات کی نثر پر اُن کی ابدی شہرت کا سنگِ بنیاد رکھا گیا اور اسی کو زمانے نے تسلیم کیا۔ چنانچہ مولانا آزاد دہلوی لکھتے ہیں:

"اُن کے خطوط کی عبارت ایسی ہے گویا آپ سامنے بیٹھے گُل افشانی کر رہے ہیں۔ مگر کیا کریں کہ اُن کی باتیں بھی خاص فارسی کی خوشنما تراشوں اور عمدہ ترکیبوں سے مرصع ہوتی تھیں بعض فقرے کم استعداد ہندوستانیوں کے کانوں کو نئے معلوم ہو جائیں۔ یہ علم کی کم رواجی کا سبب ہے۔" پھر لکھتے ہیں "ان خطوں کی طرزِ عبارت ہی ایک خاص قسم کی ہے کہ ظرافت کے چٹکلے اور لطافت کی غوغیاں اس میں خوب ادا ہو سکتی ہیں۔ یہ اُنھیں کا ایجاد تھا۔ آپ مزا لیا اوروں کو لطف دے گئے۔

دوسرے کا کام نہیں۔ اگر کوئی چاہے کہ ایک تاریخی حال یا اخلاقی خیال یا علمی مطالب یا دنیا کے معاملات خاص میں مراسلے لکھے۔ تو اس انداز میں ممکن نہیں۔ پورا لطف ان تحریروں کا اس شخص کو آتا ہے جو خود ان کے حال سے اور مکتوب الیہم کی چال ڈھال سے اور طرفین کے ذاتی معاملات سے بخوبی واقف ہو۔

مولانا حالی کی رائے

انھوں نے غالباً ۱۸۵۰ء کے بعد سے اُردو زبان میں خط لکھنے شروع کیے ہیں۔ چنانچہ وہ ایک خط میں لکھتے ہیں کہ زبان فارسی میں خطوں کا لکھنا پہلے سے متروک ہے۔ پیرانہ سری اور ضعف کے صدموں سے محنت پژوہی اور جگر کاوی کی قوت مجھ میں نہیں رہی۔ حرارت غریزی کو زوال ہے اور یہ حال ہے سے

مضمحل ہو گئے قویٰ غالبؔ ؛ وہ عناصر میں اعتدال کہاں

غالباً اُردو میں تحریر اختیار کرنے کو مرزا نے اول اول اپنی شان کے خلاف سمجھا ہو گا۔ مگر بعض اوقات انسان اپنے جس کام کو حقیر اور کم وزن خیال کرتا ہے وہی اس کی شہرت اور قبولیت کا باعث ہو جاتا ہے۔ جہاں تک دیکھا جاتا ہے مرزا کی عام شہرت ہندوستان میں جس قدر اُن کی اُردو نثر کی اشاعت سے ہوئی ہے ویسی نظم اُردو اور نظم فارسی اور نثر فارسی سے نہیں ہوئی۔ مرزا کی اُردو خط و کتابت کا طریقہ فی الواقع سب سے نرالا ہے نہ مرزا سے پہلے کسی نے کتابت میں یہ رنگ

اختیار کیا۔ اور نہ اُن کے بعد کسی سے اس کی پوری پوری تقلید ہو سکی۔ اُنھوں نے القاب و آداب کا پُرانا اور فرسودہ طریقہ اور بہت سی باتیں جن کو مترسلین نے لوازم نامہ نگاری میں سے قرار دے رکھا تھا مگر در حقیقت فضول اور دوراز کار تھیں سب اُڑا دیں۔ وہ خط کا کبھی میاں کبھی برخوردار اور کبھی بھائی صاحب کبھی مہاراج کبھی کسی اور مناسب لفظ سے آغاز کرتے ہیں اور اکثر بغیر اس قسم کے الفاظ کے سرے ہی سے مدعا لکھنا شروع کر دیتے ہیں۔ ادائے مطلب کا طریقہ بالکل ایسا ہے جیسے دو آدمی بالمشافہہ بات چیت یا سوال و جواب کرتے ہیں۔ بعض جگہ مکتوب الیہ کو خطاب کرتے کرتے اُس کو غائب فرض کر لیتے ہیں۔ یہاں تک کہ جو لوگ مرزا کے انداز بیان سے واقف نہیں وہ اُس کو مکتوب الیہ کا غیر سمجھ لیتے ہیں "

غرض یہ کہ مرزا کی اُردو نثر نویسی اور خصوصیت سے رقعات کی روش ایسی ہے جو اپنے رنگ کی انوکھی ہے اور اس کی تقلید نہیں ہو سکتی۔

اُن کے خطوں کے مجموعے دو ہیں ایک اُردوے معلیٰ۔ دوسرا عود ہندی اُردوے معلیٰ میں وہ خط ہیں جو عام طور پر اپنے شاگردوں دوستوں وغیرہ کو اپنے خاص انداز میں لکھے ہیں۔ اور وہ مجموعہ اُن کے سامنے ہی چھپ بھی گیا تھا۔ مگر عود ہندی میں بڑے کار آمد خطوط ہیں۔ اصلاحی اور تنقیدی علمی مضامین انھیں میں پائے جاتے ہیں۔ اور اگر نظر غور سے کام لیا جائے تو یہ اُردوے معلیٰ سے بھی زیادہ کام کی چیز ہے۔

عود ہندی سب سے پہلے مطبع مجتبائی میرٹھ میں غالباً ۱۲۷۸ھ میں یعنی مرزا صاحب کی زندگی میں اُن کی وفات سے سات برس پیشتر چھپی۔ اُس کے اصلی محرک اور جامع

ایک شخص منشی ممتاز علی خاں تھے جو مرزا کے دوست تھے جن کو مرزا نے اپنے بعض خطوط میں تذکرۃً یاد کیا ہے۔ انھوں نے چودھری عبدالغفور سرورؔ اور خواجہ غلام غوث بیخبرؔ کو بھی اس کار خیر میں شریک کیا۔ اور انھیں تینوں صاحبوں کی کوشش سے وہ سب خطوط جمع ہوئے تھے۔ جو عودِ ہندی کے نام سے شائع ہوئے اور اس پر چودھری عبدالغفور سرورؔ نے دیباچہ لکھا۔

بہرحال عودِ ہندی بیحد مقبول ہوئی اور متعدد مرتبہ شائع ہوئی۔ مطبع منشی **نولکشور** سے بھی برابر شائع ہو کر اہل ذوق کو سیراب ذوق کرتی رہی۔ مگر اس مرتبہ اس کی اشاعت میں خصوصیت سے یہ کوشش کی گئی ہے کہ مرزا کی زبان پر چونکہ ایسے فارسی الفاظ تھے جن کو موجودہ زمانے میں فارسی کے عدم رواج کی وجہ سے نہیں سمجھا جاتا۔ اور معمولی پڑھے لکھے یا طلباء کم استعداد ان کے حل مطالب یا معانی کے متمنی ہوتے ہیں۔ اس لیے اس پر مشکل الفاظ فارسی کے اشعار کے معانی کا اضافہ کیا اور اُن کو فٹ نوٹ میں لکھ دیا گیا ہے۔ بعض فارسی کے خطوط کا اُسی انداز میں ترجمہ بھی کیا گیا ہے۔ سائز بھی عام پسند بنا دیا گیا ہے۔ اور امید ہے کہ قدردان اور شائقین حضرات بہ نسبت سابق کے اب اس مجموعہ کو زیادہ کارآمد پائیں گے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم ہ

بندہ سے خدا کی تعریف ہو کیا مجال ہے زبان مخلوق حمد خالق کر سکے وہم و خیال ہے نعت کا رتبہ حمد سے کم نہیں جس ممدوح کا پروردگار مداح ہو اُسکی مدح کے لائق ہم نہیں بندۂ سراپا عصیاں محمد ممتاز علی خاں جب اپنے کو اس سے عاجز پاتا ہے تو حرف مطلب زبان پر لاتا ہے کہ نجم الدولہ اسد اللہ خاں بہادر غالب جن کی ذات باکمالات محتاج تعریف نہیں مرتبہ سخن سنجی پابند توصیف نہیں روز روشن میں کوئی آفتاب کی روشنی کے دلائل لادے تو کب عقل کا مقتضا ہے چودھویں رات کو جو چاند کی تابش کے برہان بتاوے فضولی کا منشا ہے سارا ہند اُنھیں جانتا ہے ایران تک اُنکی جادو بیانی کا چرچا ہے مجھے مدت سے اسکا خیال تھا کہ فارسی تصنیفیں تو اُنکی بہت مرتب ہوئیں اور چھاپی گئیں لوگوں نے فیض اُٹھائے تعویذ بازو بنائے مگر کلام اُردو نے سوائے ایک دیوان کے ترتیب نہ پائی یہ دولت ارباب شوق کے ہاتھ نہ آئی حالانکہ نثر اُردو اُن کی اوروں کی فارسی سے ہزار درجہ بہتر ہے

یہ سلاست بیان شستگی زبان روزمرہ کی صفائی اور اُن کی شوخی کسی کو کب میسر ہے اُسے بھی ترتیب دیجیے قدردانوں پر احسان کیجیے میرے عنایت فرما اور مرزا صاحب کے شاگرد یکتا چودھری عبدالغفور صاحب سرور تخلص سے یہ ذکر آیا تو اُنھوں نے جتنے خطوط مرزا صاحب کے انکے نام آئے تھے سب کو ایک جا کر کے اور اُس پر ایک دیباچہ لکھکے وہ مجموعہ عنایت کیا عرصہ تک سرگرم تلاش رہا جابجا سے اور تحریریں مرزا صاحب کی بہم پہونچائیں بڑی محنت اُٹھائی تب تمنا برآئی اور مجموعہ مرتب ہوا آج پورا اپنا مطلب ہوا خواجہ غلام غوث خاں صاحب بہادر بیخبر تخلص جو نواب معلی القاب لفٹنٹ گورنر بہادر ممالک مغربی و شمالی کے میر منشی اور میرے مخدوم خاص اور حضرت غالب صاحب کے مخلص باختصاص ہیں اس تلاش میں میرے معین اور مددگار رہے بہت کچھ ذخیرہ انکی بدولت بہم پہونچا اس کتاب کی دو فصل اور ایک خاتمہ ہے پہلی فصل میں چودھری صاحب کے مرتب کیے ہوے خطوط اور اُنکا لکھا ہوا دیباچہ دوسری فصل میں میرے جمع کیے ہوے رقعات اور خاتمہ میں چند نثریں ہیں جو جناب غالب نے اوروں کی کتابوں پر تحریر فرمائی ہیں عود ہندی اس کتاب کا نام ہے خوشبو اسکی تمام عالم میں پھیلے اسی دعا پر ختم کلام ہے

پہلی فصل چودھری عبدالغفور سرور کا لکھا ہوا دیباچہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۵

دیباچۂ انشا کی آرائش ستائش کاتب برحق ہے کہ نہ طاقت قلم ہے نہ تاب بیاں

اور عنوان املا کی نمائش حمد املا گر مطلق ہے کہ نہ یارائے لسان ہے نہ زہرۂ بیان
اس نظم گاہ زمانہ میں صانع نے کیا کیا صنائع اور بدائع اپنی قدرت کاملہ سے
دکھائے اور کیسے کیسے منشی بنائے ظہوری کو ظہور دیا اور نظیری کو بے نظیر کیا
جامی نامی ہوئے اور نظامی خداوند شیریں کلامی غالب کو غلبۂ شیوا بیانی و ہمہ دانی
و عذوبت معانی و شیریں زبانی عطا فرما کر کوس یکتائی بجوایا اور حلاوت کلام سے
ایک عالم کو شیریں کام فرمایا زہے کرم کریم و خہے رحمت رحیم اور ممدوح کبریا کی
نعت یعنی رسول مقبول کا بیان صفات بشر سے محال ہے ملائک کی زبان ناطقہ
اس جگہ لال ہے وہ رسول مجتبےٰ مقیم مقام قاب قوسین او ادنیٰ کلیم کلام ما ینطق عن الہویٰ
بدر الدجیٰ شمس الضحیٰ کہ جس کی ہدایت زبانی پر معانی دونوں جہان کے مطالب
کی کتاب ہے جو کلمہ ہے رحمت کا باب ہے جو فقرہ مغفرت انتساب ہے صلی اللہ
علیہ و آلہٖ و اصحابہ اجمعین آب شنیدن کو بگوش شنوا نوید اور گفتن کو بزبان گویا مژدہ ہو
کہ شاہد سخن بصد ناز و ادا مقنعہ رخ سے اٹھاتا ہے اور معشوق فکرت بہزار غنج و
کرشمہ جلوہ دکھاتا ہے لیلےٰ شیریں لقائے فصاحت کہ جس کا ایک جہان مجنون ہے
دیدار نمائے طالبان سخن سنج معنی رس ہوتی ہے اور عذرائے خود آرائے بلاغت
کہ جسکا ایک جہان وامق ہے سلک نثر میں موتی مضامین رنگین کے پروتی ہے مخفی
و محتجب ہے کہ سخن آفرین نے کوئی زمانہ سخنگو اور معنی فہم سے خالی نہیں رکھا اوقات ماضیہ
میں نظامی سے انتظام نظم بخشا دست جامی سے جام معنی پُر کیا ظہوری سے نظم و نثر
کو ظہور دیا عرفی سے سخن مشہور ہوا اسوقت میں عمدۃ البلغا قدوۃ الفصحا سخنور یگانہ
فردوسی زمانہ خاقانی جاہ انوری پناہ سحبان زماں خان دوران جان سخن روح معنی

نظامی نظام ظہوری ظہور نظیری نظیر فیضی فیض ضمیری ضمیر شانی شان نوائی نوا فغانی فغان مخدومی و استاذی نجم الدولہ دبیر الملک محمد اسد اللہ خاں بہادر نظام جنگ کو وہ قدرت سخن سنجی اور معنی آفرینی عطا فرمائی کہ تمام عالم اُنکی ہمہ دانی کا قائل اور شیوا بیانی کا مائل ہے اللہ اُن کو سلامت باکرامت رکھے آمین ثم آمین نظم میں وہ پایہ بلند کہ شعریٰ اُن کے ہر شعر پر لآلی انجم تصدق اُتارے خود بلا گردان ہو لیلی سماعروس ہر مصرعہ پر دل و جان وارے صدقہ و قربان ہو ترکیب الفاظ اور ربط قوافی و ردیف کا عجب ڈھنگ ہے کہ سخنوران مسلم الثبوت کی عقل دنگ ہے قافیہ تنگ ہے عرفی کو کہاں سے لاؤں جو اپنے کلام کی تصدیق چاہوں اگر نظیری ہوتا داد سخن دیتا اعتقادات اصحاب زمانہ سے ڈرتا ہوں ورنہ کہتا زانوے سبق خوانی تہہ کرتا نثر میں وہ مایہ ارجمندی کہ نثرہ اس سلم کا ایک زینہ ہے دبیر فلک اُنکی خاتم کا نگینہ ہے اگر فقرات سہ نثر ظہوری شراب بغش کے پیالے ہیں تو کلمات عبارت رنگین جناب غالب شیرینی کے نوالے ہیں طاہر وحید انشا طرازی میں یکتا ہے لیکن یہ انداز کہاں ابوالفضل نثر پردازی میں بے ہمتا ہے مگر یہ برگ و ساز کہاں چنانچہ مہر نیمروز کی تابش اور ماہ نیم ماہ کی نمائش اور دستنبو کی خوشبو و رنگینی قاطع برہان کے دلائل کی دل نشینی شاہد مدعا ہے سچ تو یہ ہے سخن کی آبرو آپ کی ذات باکمالات سے باقی ہمارے قول کو کلام ممدوح کافی جو کہوں وہ بجا ہے تلفظ عبارت رنگین پنج آہنگ بالحان داؤدی ہے کہ آہنین دلوں کو موم کرتا ہے مطالعہ ہر سطر و صفحہ کا جو ہر سرمہ اصفہانی ہے کہ پتھرائی ہوئی آنکھوں کو جلا بخشتا ہے الحق کہ موجد تازہ مضامین ہیں اور آفرینندہ معانی دلنشین ریختہ کا

وہ انداز ریختہ خامۂ سحر نگار ہے کہ میرؔ کو زندہ کیا ہے سوداؔ کو مول لیا ہے عبارت
اُردو باغ و بہار ہے دیکھو تو مشتے خروار ہے اگر کوئی سخن چین سخن چینی کرے تو
ہرزہ درائی ہے اور عبث بینی اس کی عین نابینائی اب ارباب علوم کو معلوم
ہو کہ میں انکسار ظہور عبد الغفور متخلص بہ سرورؔ مارہروی بدو شعور سے امال سخن
کا طالب اور صاحب کمال کا خواہاں تھا جب کلام بلاغت نظام رشک صائب
فخر طالب جناب اسد اللہ خاں صاحب غالبؔ کا دیکھا دل کو بھایا یکتا پایا ترسیل
مراسلات میں قدم بڑھایا ہر کتابت کا جواب آیا سبحان اللہ وہ زبان کہاں پاؤں
کہ اُنکے خلق کا بیان لب پر لاؤں مجھ سے ناچیز حقیر پر وہ ذرہ نوازی مہر وار فرمائی
کہ میری نظر میں میری آبرو بڑھائی کبھی جواب مراسلہ میں تساہل و درنگ اور
اصلاح شعر و عبارت میں دریغ اور ننگ نہ فرمایا جو نامہ کہ بنام میرے بعبارت
اُردو تحریر کیا مکتوب سادہ رویوں سے دلربا تر اور ہر سطر اُس کی سلسلہ مویوں
سے تاب فرسا زیادہ ہے جس آنکھ نے دیکھا وہ بینا ہے جس کان نے سُنا وہ
شنوا ہے پس تنہا متلذذ ہونا اور آپ ہی آپ مزہ اُٹھانا خلاف انصاف
جانا دل مائل تمام شہرت عام ہوا اور ہنوز یہ قصد ناتمام تھا کہ بحسن اتفاق
فخر زمان وحید دوراں جناب ممتاز علی خاں صاحب متوطن میرٹھ کہ ریعان
شباب میں بہ تہذیب نفس شب بیدار تہجد گزار دل نرم ہنگامۂ محبت گرم
اخلاق مجسم شفیق مکرم فطرت ارجمند ہمت بلند خصائل حمیدہ اوصاف پسندیدہ
پاک نہاد متحد با اتحاد پاکیزہ روش اخلاق منش سخن شناس انصاف اساس
خوش تقریر عدیم النظیر ہیں رونق افزائے مارہرہ ہوئے اور قدوم تقدس لزوم سے

اس قصبہ کو مشرف کیا ایک روز محفل ممدوح مین ذکر ہمہ دانی و شیوا بیانی
جناب استاذی و مخدومی درمیان آیا ارشاد کیا کہ کلام مرزا صاحب نسیم
جانفزا اور شمیم دلکشا ہے فارسی کا کیا کہنا اُردو بھی یکتا ہے نظم و نثر فارسی
تو محلی بحلیۂ انطباع ہوا لیکن نثر اُردو زیور طبع سے عاری رہا اگر وہ خطوط کہ
بنام تمھارے آئے اور تم نے سنائے ہیں جمع کرو تو میں اُسکے انطباع کا بیڑہ
اُٹھاتا ہوں اس تقریر سے نسیم تاثیر نے غنچۂ دل کھلایا منشاء خاطر ظہور میں آیا
وہ مکتوب کہ بنام میرے آئے تھے ترتیب دیے گویا جواہر بے بہا کان قلمدان
سے نکالکر کشتی اوراق میں جمع کیے چونکہ محبت جناب غالب میرے حال پر بہت
غالب ہے لہذا نام اس انشا کا مہر غالب بحسب مناسب ہے سال ختم تالیف
بھی اس نام سے مطابق پایا طبیعت اور بڑھی تحریر تاریخ کو دست و قلم بڑھایا
انشا مملو بصد مطالب لکھی + کوکب شعر شاعران ہند پرتو التفات غالب سے
روشن اور خاک فکر ہندیان آبیاری مکرمت ممدوح سے گلشن ہو جیو آمین ثم آمین

بنام چودھری عبد الغفور سرور کے نام

چودھری صاحب شفیق مکرم کی خدمت میں بعد ارسال سلام مسنون
عرض کرتا ہون کہ آپ نے ذرہ پروری اور درویش نوازی کی ورنہ میں سزاوار
ستائش نہیں ہوں ایک سپاہی زادہ ہیچمدان اور بھیرڈل[1] آزردہ و رُوان فسردہ
ہاں ایک طبع موزوں اور فارسی زبان سے لگاؤ رکھتا ہوں اور یہ بھی یاد ہے

---

[1] مراد رنجیدہ کبیدہ خاطر ۱۲

کہ فارسی کی ترکیب الفاظ اور فارسی اشعار کے معنی کے پرواز میں میرا قول اکثر خلافِ جمہور[1] پایئے گا اور حق بجانب میرے ہوگا پہلے میں حضرت سے پوچھتا ہوں کہ یہ صاحب جو شرحیں لکھتے ہیں کیا یہ سب ایزدی سروش[2] ہیں اور اُن کا کلام وحی ہے اپنے اپنے قیاس سے معنی پیدا کرتے ہیں یہ میں نہیں کہتا کہ ہر جگہ اُن کا قیاس غلط ہے مگر یہ بھی نہیں کوئی کہہ سکتا کہ جو کچھ یہ فرماتے ہیں وہ صحیح ہے اسی چھاپے میں کہ جس کا آپ حوالہ دیتے ہیں منکہ[3] باشم عقل کل الخ اس شعر کی شرح ملاحظہ کیجیے عبارت وہ تعقید سے لبریز کہ مقصود شارح کا سمجھا بھی نہیں جاتا اور جب غور و تامل کے بعد سمجھ لیجیے تو وہ معنی ہرگز لائق اس کے نہیں ہیں کہ فکر سلیم اس کو قبول کرے پھر احسان[4] تو بشگافتہ الخ اس مصرعہ کی توجیہ کتنی بے مزہ اور بے نفع ہے عرفی کو کہاں سے لاؤں جو اُس سے پوچھوں کہ بھائی تو نے اس شعر کے کیا معنی رکھے ہیں قصہ کوتاہ نظم دیوانگی محبت تو کامروز مسلم ست مارا ٭ بیگانہ ز تاج کرد تارک ٭ آوارہ ز کفش کرد پارا ٭ جیسا کہ دوسرے شعر کے مفہوم کو شارح کہتا ہے کہ دیوانگی میں یہ حالت بعید نہیں ایسا ہی اگر کوئی کہے منصب دیوانی سے یہ بات بعید ہے تو پھر شارح کیا جواب دیگا ہاں یہ کہے گا کہ غلبۂ محبت میں پاس وضع نہ رہا اور دیوان جی صاحب کچہری سے ننگے سر اور ننگے پاؤں نکل بھاگے ہم نے مانا مگر ہم یہ پوچھتے ہیں

---

[1] جمہور بضم اول وثالث ہے گروہ بڑے لوگوں کا ۱۲ [2] ایزدی سروش وہ فرشتہ غیبی جو منجانب خدا آواز دے ۱۲ [3] یہ عرفی کے قصیدہ کا جسکی ردیف انداختہ ہے ایک شعر ہے ۱۲ [4] یہ بھی عرفی کے قصیدہ کا شعر ہے ۱۲ عبد الباری آسی

کہ دیوانگی کیوں نہ لکھیں کہ دوسرے شعر کے معنی بے تکلف منطبق ہو جائیں اور توجیہات درمیان نہ آئیں فقیر کے نزدیک دیوانگی محبت تو صحیح اور بے تکلف ہے اور دیوانگی و محبت تو غلط محض اور دیوانگری محبت تو تکلف محض دیوانگی اور محبت دو صفتیں کیوں جمع کریں غور کیجیے عطف واو یہ چاہتا ہے کہ یہ شخص پہلے سے دیوانہ تھا اور پھر اُسی حالت میں اُسکو محبت پیدا ہوئی دیوانگی میں تاج و کفش بیجا تھی محبت پیدا ہونے کے بعد یہ حالت طاری ہوئی کیا بے مزہ وجیہ ہے ہاں دیوانگی محبت یعنی وہ جنون جو فرط محبت میں بہم پہونچا اُس نے اس احوال کو پہونچایا فقیر دیوانگی محبت کہے گا اور دیوانگی و محبت کہنے کو منع کرے گا اور دیوانگری محبت کہنے کو نہ مانع آئیگا نہ تسلیم کرے گا زیادہ اس سے کیا عرض کروں یاد آوری اور رہبر گستری کا شکر بجالاتا ہوں و بس۔

اب یہاں سے روئے سخن حضرت پیر و مرشد صاحب عالم صاحب کی طرف ہے اپنے مخدوم و مطاع[۵۱] حضرت صاحب کی خدمت میں بندگی عرض کرتا ہوں اور حیران ہوں کہ اور کیا کہوں یہ مدعا جو دھری صاحب کی تحریر سے معلوم ہو گیا تھا اُس کا جواب لکھا گیا حضرت کے دستخط خاص کی لکھی ہوئی عبارت سے جو سمجھتا ہوں اُس کا جواب لکھتا ہوں اور جو کچھ مجھ سے نہیں پڑھا گیا وہ تعویذ بازو کر رکھتا ہوں اگر بفرض محال کبھی ملاقات ہو گی تو آپ سے دریافت کر کے پاسخ[۵۲] گزار ہوں گا ہاں حضرت سچ ہے میر ابن حسن خاں میرے دوست ہیں اور مرزا عباس میرا بھانجا فتنہ و

---

۵۱ مطاع اطاعت کیا گیا جسکی اطاعت کیجائے ۱۲ ۵۲ پاسخ گزار جواب دینے والا ۱۲

فساد کے زمانہ میں بلگرام میں رہا اور اب وہ فرخ آباد میں ڈپٹی کلکٹر ہے آپ کی اور
بھائی منشی نبی بخش صاحب کی ملاقات سے میرا دل بہت خوش ہوا یاور ہے
سخن فہمی اس بزرگوار کا حق ہے اب آگرہ میں بیکار اور پنشن کے امیدوار ہیں
ع ہاں ہرچہ گفتی از تو مکرر شنودمے + شدے کی رعایت سے کہ وہ بیاے مجہول ہے
بمعنی میشد اکثر صاحب گفتی کو بھی بیاے مجہول پڑھتے ہیں تاکہ میگفت کے معنی پیدا
ہوں اس صورت میں خطاب سے بطرف غیب کے رجوع کرتے ہیں اور گفتی
بیاے معروف سے صیغہ واحد حاضر ہے ازمنہ میں سے اشعار زمانہ ماضی رکھتا
ہے اور شدن شود یہ سب استقبال کے مقتضی ہیں اور معروف گفتی ماضی
ہے پس اگر گفتی بیاے معروف کہیے تو اوپر کے مصرعہ میں بدی کہنا ہوگا بودی
کا مخفف خلاصہ یہ کہ اگر وہاں بدی کہیے تو یہاں گفتی بیاے معروف بے تکلف
درست اور بیاے مجہول غلط ہے اور اگر وہاں شدے کہیے تو یہاں گفتے
بیاے مجہول کہیے غیبت اور خطاب کا تفرقہ مٹا دیجیے گفتے بیاے مجہول میں
خطاب حاضر مقرر رہتا ہے اور تو کا لفظ جو قریب ہے وہ اس معنی کو ہاتھ سے
جانے نہیں دیتا نظائر[۲] اس کے فارسی میں بہت ہیں رباعی کے باب کی پرسش

ہرگز نہ رہے نہیں کہی زیادہ حد ادب

بنام چودھری عبدالغفور سرور کے نام

بندہ پرور مہربانی نامہ آیا سر پہ رکھا آنکھوں سے لگایا فارسی کی تکمیل

---

۱ جو کچھ تو کہتا میں اس کو مکرر سنتا ۱۲ ۲ نظائر جمع نظیر مثال۔ مانند ۱۲۔

کے واسطے اصل الاصول[۱] مناسبت طبیعت کی ہے پھر تتبع کلام اہل زبان لیکن نہ اشعار قتیل و واقف و شعرائے ہندوستان کہ یہ اشعار سوائے اس کے کہ انکو موزونی طبع کا نتیجہ کہیے اور کسی تعریف کے شایاں نہیں ہیں نہ ترکیب فارسی نہ معنی نازک ہاں الفاظ فرسودہ عامیانہ جو اطفال دبستان جانتے ہیں اور جو متصدی نثر میں درج کرتے ہیں وہ الفاظ فارسی یہ لوگ نظم میں خرچ کرتے ہیں جب رودکی[۲] و عنصری و خاقانی و رشید و وطواط اور اُن کے امثال و نظائر کا کلام بالاستیعاب[۳] دیکھا جائے اور اُن کی ترکیبوں سے آشنائی بہم پہونچے اور ذہن اعوجاج[۴] کی طرف نہ لیجائے تب آدمی جانتا ہے کہ ہاں فارسی یہ ہے منکہ باشم اس کی جو شرح چھاپہ میں لکھی ہے اُسکو ملاحظہ کیجیے اور معنی میرے خاطر نشان کیجیے تو میں سلام کروں پہلے نظر یہاں لڑنی چاہیے کہ از اوج بیان انداختہ کا فاعل کون ہے اور مفعول کون ہے اگر عقل کل کو انداختہ کا مفعول اور منکہ کے کاف کو کدامیہ ٹھہراؤ گے تو بے شبہہ انداختہ کے فاعل دو ٹھہرینگے ایک ناوک انداز ادب اور ایک مرغ اوصاف تو ایک فعل اور دو فاعل یہ کیا طریق اور کیسی تحقیق ہے اب فقیر سے اُسکے معنی سُنیے من انداختہ کا مفعول را مقدر منکہ کا کاف توصیفی ناوک انداز ادب ادب آموز یعنی استاد مرغ توصیف تو فاعل مجھ کو کہ عقل کل کا اُستاد ہوں تیرے مرغ توصیف نے اوج بیان سے گرادیا عقل کل تک کہ وہ علویوں میں اعلیٰ ہے اس کا ناوک پہونچ سکتا تھا

---

۱ اصل الاصول اصولوں کی اصل ۱۲ ۲ رودکی عنصری خاقانی ۔ رشید وطواط یہ سب شعرائے فارس کے تخلص ہیں ۱۲ ۳ بالاستیعاب ۔ تمام تر ۱۲ ۴ اعوجاج ۔ ٹیڑھا پن ۱۲ آسی

مگر مرغ اوصاف اُس مقام پر ہے کہ جہاں اس ناوک انداز کو ناوک پہونچانے کی گنجائش نہیں اوج بیان سے گرنا عاجز آنا ہے قدرت وہ کہ عقل کل سے بھی زیادہ اور عجز یہ کہ اوج بیان سے گر گیا اچھا مبالغہ ہے مرغ اوصاف کی بلندی کا اور کیا خوب مضمون ہے اظہار عجز باوجود دعوی قدرت مصرعہ ایثار تو بردوختہ چشم و دہن آز + اس کے تو معنی وہی ہیں جو چھاپہ میں لکھے ہیں مصرعہ ثانی کی شرح میں گمراہ ہو گیا مصرعہ احسان تو ہر قطرۂ دریا بشگافت + تاہم بقید حساب نیامد یہ ہیچمدان اس معنی کے معنی نہیں سمجھا سیدھی بات ہے مگر خیال میں جب آئے گی کہ اساتذہ کے مسلمات معلوم ہوں کمال ایثار و عطا میں مروارید و یاقوت و بحر و معدن کی کم تحقیق آتی ہے لعل و دُر کا معدوم ہو جانا اور بحر و کان کا خالی رہ جانا ہی نئی طرح سے باندھا ہے چنانچہ میں نے کسی زمانہ میں اسی زمین میں ایک قصیدہ لکھ کر وزیر الدولہ والی ٹونک کو بھیجا تھا اُس میں کے دو شعر آپ کو لکھتا ہوں نظم

ناموس نگہ داشتی از جود بگیتی + جز پردگیان حرم معدن و یم را + وقت ست کہ این قوم بہر کوچہ و بازار + پرسند ز ہم منشا رسوائی ہم را +

پردگیان حرم معدن و یم لعل و گوہر وہ جو کثرت ایثار سے کوچہ و بازار میں خاک آلودہ پڑے ہوئے ہیں وہ باہم گردمندانہ یہ گفتگو کرتے ہیں کہ اس شخص نے سب کی حرمتیں رکھ لیں اور سب کی آبرو لیں بچائیں ہم کو اس قدر بے حرمت اور ذلیل کیوں رکھا ہے قطرہ دریا کا حساب کے واسطے چیرنا بیجا ہے مقولہ عرفی کا یہ ہے کہ جتنے موتی دریا میں ہاتھ آئے وہ بخشدیے اور بخشش کا ذوق باقی رہا چونکہ قطرہ میں بالقوۃ استعداد موتی ہو جانے کی ہے تو اس احتمال سے ہر قطرۂ دریا کو چیر ڈالا

کہ اگر موتی ہاتھ آویں تو وہ سائلوں کو دیے جاویں پہلے مصرعہ میں حرص کا سیر کر دینا موافق مسلمات شعر ممتنع اور اس کا مرفوع میں آنا اغراق[۱] دوسرے مصرعہ میں باحتمال استعداد بالقوۃ قطرہ کو چیر ڈالنا اور پھر اس طرح کہ ہر قطرہ کو یہ اغراق سے گذر کر تبلیغ[۲] و غلو ہے۔

یہاں سے خطاب حضرت صاحب عالم کی طرف مخدوم مکرم و مطاع معظم قبلۂ دیدہ و دل کہ جو میرے اور اپنے ملنے کو از قسم فرض محال نہیں مانتے ہیں خدا کرے ایسا ہی ہو جیسا وہ جانتے ہیں تقصیر معاف ہو اگر دنیا میں ظہور ہر امر بحسب مساعدت[۳] اسباب ہے تو اس تمنا کا حصول مانند اعادۂ شباب ہے کوئی وجہ نہیں پاتا آپ کے یہاں تشریف لانے کی اور کوئی صورت نظر نہیں آتی میرے وہاں آنے کی اگرچہ حیز امکان سے باہر نہیں مگر وقوع میں تامل ہے اب جو بھائی منشی نبی بخش صاحب کو خط لکھوں گا تو آپ کا سلام ضرور لکھوں گا آپ نے اجباب ابعاض[۴] کی خیر و عافیت عموماً لکھی بالتخصیص حضرت شاہ عالم صاحب کا سلام نہ لکھا گیا وہ وہاں نہیں ہیں اور اگر کہیں ہیں تو اُن کا حال مجھ کو لکھیے اور اگر وہاں ہیں تو میرا سلام اُن کو کہیے رباعی کے باب میں بیان مختصر یہ ہے کہ اُس کا ایک وزن معین ہے عرب میں دستور نہ تھا سوائے عجم کے یہ بحر ہزج میں سے نکالا ہے مفعول مفاعلن فعولن ہزج مسدس اخرب مقبوض محذوف اس وزن پہ فعلن بڑھا دیا ہے مفعول مفاعلن فعولن فعلن زحافات اسمیں بعض کے نزدیک اٹھارہ اور بعض کے نزدیک چوبیس ہیں اور وہ سب جائز اور روا ہیں اور اس بحر کا نام بحر رباعی ہے رباعی

---

[۱] اغراق مبالغہ کی ایک قسم ۱۲ [۲] تبلیغ مبالغہ ۱۲ [۳] مدد کرنا ۱۲ [۴] ابعاض بعض کی جمع ۱۲

سچ ہے کہ سوائے اس بحر کے اور بحر میں نہیں کہی جاتی اور یہ جو مطلع اور حسن مطلع کو رباعی کہتے ہیں اس راہ سے کہ مصرعہ چار ہیں کہو ورنہ رباعی نہیں ہے نظم ہر قدما کو بیشتر اسکا التزام تھا کہ ہر مصرعہ میں قافیہ رکھتے تھے خاقانی برعایت صنعت ذوقافیتین کہتا ہے شعر من بودم و آن نگار روحانی روے + افگندہ دراں دو زلف چوگانی گوے + خلقے بدر ایستادہ خاقانی جوے + من در حرم وصال سبحانی گوے + میں پانچ سات برس سے بہرا ہو گیا ہوں ایک رباعی چار قافیے کی اس مضمون خاص کی میں نے لکھی ہے بے رعایت صنعت ذوقافیتین رباعی دلرم دل شاد و دیدۂ بینائی + وز کری گوشم نبود پروائی + خوبست کہ نشنوم زہر خودرائی گلبانگ انا ربکم الاعلائی + فقیر اس باب میں متعصب ہے اور وزن کی دو بیت میں قافیہ والی کو رباعی نہ کہے گا نثر عاری نہ قافیہ نہ وزن نثر مسجع قافیہ موجود وزن مفقود مگر اس میں ترجیع کی رعایت ضرور ہے یعنی فقرہ میں کے الفاظ مماثل اور ملائم ہمدگر ہوں اور اگر یہ بات نہ ہوگی اور صرف قافیہ ہوگا تو اسکو مقفے کہیں گے نہ مسجع نثر مرجز وہ ہے کہ وزن ہو اور قافیہ نہ ہو جب آپ لالہ قتیل کے گڑھے ہوے فقرے دیکھ چکے ہیں تو مجکو فقرہ تراشی کی تکلیف کیوں دیتے ہیں زمانۂ گذشتہ میں بھائی ضیاالدین خاں صاحب نیر تخلص ایک مختصر سا دیوان حضرت نظامی کا مجھ کو دکھلانے لائے تھے اس میں نثر مرجز تھی ہر اس دن نواب مصطفے خاں حسرتی

---

۵۱ دوسرا مطلع ۱۲ ۵۲ ذوقافیتین جس میں دو قافیہ ہوں ۱۲ ۵۳ میرے پاس ایک دل خوش اور ایک دیدۂ بینا موجود ہے اور مجھے کان بہرے ہونے کی پروا نہیں ہے۔ کانوں کا بہرا ہونا اچھا ہے کہ ہر خودرائے کے دعوے خدائی کو میں نہ سنوں ۱۲ آسی ۵۴ نواب مصطفے خاں شیفتہ کا فارسی میں حسرتی تخلص تھا اور اردو میں شیفتہ ۱۲

شیفتہ کو خط لکھا چاہتا تھا اسی وضع پر خط لکھا اور وہ خط پنج آہنگ میں ہے مگر میں نے اس طرز میں بمقتضائے شوخی طبع یہ بات کی ہے کہ ایک جگہ جو فقرے مقفی ہو گئے ہیں اور وہ لفظ مجکو پسند آئے ہیں میں نے اُسکو یوں ہی رہنے دیا ہے اسکو دستور میں تصور نہ کیجیے گا وہ رقعہ یہ ہے رقعہ ہاں خواجہ بے پروا من بندہ کہ غمناکم وز غصہ جگر چاکم خواہم سخنے گفتن آں روز کہ می رفتند آں نامہ فرستادند کز دیدن آں خوں شد دل تا جگر از اندہ گفتم چکنم غالب چوں کار دگرگوں شد می بایدم اینک رفت تا عذر سخن خواہم چوں گرد و غبارے بود رفتن نتوانستم آں روز شام آمد لا بلکہ سیہ تر شد سر ماندہ ببالیں بر چوں غمزدگاں خفتم ہے ہے چہ تواند خفت آں خستہ کہ غمخوارش بر زخم نمک ریزد وز دیدۂ بیدارش شورابہ رواں باشد چوں از افق شرقی خورشید درخشندہ ناگاہ سرے بر زد آتش بجہاں در زد مرغ سحری پر زد در تم بجگر کاوی و آں راز نہانی را از دل بزباں دادم وز صورت تنہائی بے پردہ

---

۱۲ ترجمہ رقعہ۔ اے خواجہ بے پروا میں بندہ کہ ہوں غمگین۔ اور غصہ سے رنجیدہ۔ کچھ چاہتا ہوں کہنا۔ جس روز تھے تم جاتے۔ خط لکھا تھا اک تم نے۔ پڑھ کر ہوئے خوں میرے دل اور جگر دونوں سوچا کروں کیا غالب جب کام ہوا ابتر جانا مجھے ہے لازم تا عذر کوئی کر یوں تھا گرد و غبار اُس دن ممکن نہ ہوا جانا۔ بس شام ہوئی اُس دن اور شام سے شب آئی تکیہ پہ میں سر رکھ کر غمگین کی طرح سو پا پر سوے بھلا کیونکر وہ جس کا کوئی مونس زخموں پہ نمک چھڑکے اور آنکھوں سے پھر اُس کی اشکوں کی بہے ندی جب مطلع شرقی سے اس نیر تاباں نے سر اپنا نکالا پھر دنیا میں شفق پھیلی اور مرغ سحر چونکا گی میں سے نے جگر کاوی اور راز نہانی کو دل سے بزباں لایا تنہائی کی صورت سے بے پردہ ۱۲

[1] چو ہمرازاں نے آمد و ہمدم شد چندانکہ دم اندر نے از مہر دمیدم من چون من نوا آمد زاں نالہ کہ برلب بود از باطن نے سر زد آں دم کہ نفس باقی زینگونہ کشاکش کرد یک کاغذ نا نوشتہ بود دست بدستم در چوں نالہ نمودی داشت زاں شعلہ کہ دود دے داشت بر صفحہ نشانہا ماند گفتم مگر ایں صفحہ غمنامہ راز ستی فہرست نیاز ستے باید کہ فرو پیچم وانگہ بہ نشانمندے زلمی خواجہ رواں سازم کوتاہ کنم گفتن آں نامہ کہ من گفتم حجاب در والا بردند و رواں کردند ہر چند در اندیشہ پیداست کہ خوش باشد با خواجگی استغنا با ایں ہمہ خوش نبود بوزش نہ پذیرفتن امروز سحرگاہان روشن گہر آں نیر کش روح رواں دانم بل خوشتر ازاں دانم دیوان نظامی را آورد بسوے من زینگونہ نوا ہا بود در پردۂ گفتارش کز ذوق بہنجارش ایں زمزمہ سر کردم والا گہر اکبر خاں خوانند سلام از من

۳۔ چودھری عبد الغفور سرور کے نام

بندہ پرور آپ کا تفقد نامہ محررۂ پندرہ نومبر آج پنجشنبہ کے دن اٹھارہ

---

[1] (ترجمہ) رفیق آسا نے آکے ہوئی ہمدم یہانتک کہ محبت سے رنے میں نے بجائی بھر ر دنے سے مرے وہ بھی میری ہی طرح روئی وہ نغمہ نے نکلا کچھ اس سے کشایش سی مجھ کو بھی ہوئی حاصل ایک کاغذ سادہ تھا ہاتھوں میں مرے اسدم نالے میں اثر تھا کچھ اس شعلہ دودی کا صفحے پر نشان آگئے میں نے کہا یہ کاغذ غم نامہ ہے راز وں کا فہرست عقیدت ہے اب اس کو کروں تہ میں بھر بھیجدوں خواجہ کو اب ختم کروں باتیں جو خط کہ کہا میں نے خدام ادب نے وہ لیجا کے وہاں بھیجا میں یہ تو سمجھتا ہوں زیبا ہے امارت میں یہ عادت استغنا با ایں ہمہ نا زیبا ہے عذر نہ سننا بھی ہاں صبح کو وہ نیر آج جو جان ہے مری گو یا اک نسخہ نظامی کے دیوان کا لے آیا اور لا کے دیا مجھکو اسطرح کی تحریر اک دیوان میں جو دیکھی اس طرز پہ میں نے بھی گا یا ہے یہ اک نغمہ والا گہر اکبر خاں رئیس میر اسلام شوق ۱۲ آسی

نومبر کو یہاں پہونچا مارہرہ کا خط دلی چوتھے دن آیا ہر دلی کا خط مارہرہ دیر میں
کیوں پہونچتا ہے تو تمہاری خوشی ایکے یہ خط بیرنگ بھیجتا ہوں مگر مجھکو اطلاع
دیجیے گا کہ کس دن پہونچا۔ ۱۱ مئی ۱۸۵۷ء کو یہاں فساد شروع ہوا میں نے
اُسی دن گھر کا دروازہ بند اور آنا جانا موقوف کر دیا بے شغل زندگی بسر
نہیں ہوتی اپنی سرگذشت لکھنا شروع کی جو سُنا گیا وہ بھی ضمیمہ سرگذشت
کرتا گیا مگر بطریق لزوم[۱] مالایلزم اُس کا التزام کیا ہے کہ بزبان فارسی قدیم جو
دساتیر[۲] کی زبان ہے اسمیں یہ نسخہ لکھا جاوے اور سوائے اسماکے کہ وہ نہیں
بدلے جاتے کوئی لغت عربی اسمیں نہ آوے چنانچہ ایک نسخہ آپ کی خدمت
میں بھیجتا ہوں مگر یہ نذر ہے جناب قبلہ وکعبہ حضرت صاحب عالم صاحب کی اور چونکہ وہ
آپ کے بزرگ ہیں جرأت نہ کر سکا کہ آپ کی نذر کروں اور سیر میں اُنکو
مشترک رکھوں نذر اُن کی ہے اور فیضیابی آپ کی مطالعہ سے ہیہات یہ
کاتب اساتذہ[۳] کے کلام کو کیا بگاڑ دیتے ہیں گویا مسخ[۴] کر دیتے ہیں اُن سے
بعید نہیں لیکن تم سے اور حضرت صاحب سے بعید ہے کہ سہو کاتب کا نہ سمجھ لیا
۔ من آں دریاے آشوبم کہ از تاثیر خاصیت + دو کافوں کا علی التواتر آنا
دوسری بات ہے دریاے آشوب کیا ٹکسال یا ہر لفظ ہے استعارہ بالکنایہ
صحیح مگر یہ محل نہیں ہے یہاں تو دریا چاہیے بے شائبہ[۵] استعارہ وکنایہ عیاذاً باللہ
عرقی اگر ایک بڑا قدح بھنگ کا یا ایک بوتل شراب کی پیے ہوئے ہوتا تو بھی

---

[۱] ایسی چیز اپنے ذمے لازم کرنا جس کا لازم کرنا ضروری نہ ہو ۱۲ [۲] دساتیر نام ایک کتاب کا جو خالص فارسی زبان میں ہے ۱۲ [۳] جمع استاذ ۱۲ [۴] مسخ صورت بدل جانا ۱۲ [۵] بے شائبہ بے شبہہ ۱۲ —

یوں نہ لکھتا اس غریب کا مصرعہ یوں ہے ؎ من آں دریا پُر آشوبم کہ از تاثیر خاصیت
دریا موصوف پُر آشوب صفت دوسرے مصرعہ کا کاف صفت کی تفسیر۔

اب روے سخن حضرت صاحب عالم صاحب کیطرف ہے امیدوار ہوں کہ میرے ہم عمر مرشد میرے ہم فن مخدوم میری تقصیر معاف کریں اگرچہ تریسٹھ برس کی عمر میں بہرا ہو گیا ہوں پر بینائی میں فتور نہیں عینک سے اعانت چاہنی منظور نہیں با وجود حدت بصر بسبب نقص فہم کے دستخطی عبارت مجھ سے پڑھی نہیں جاتی آگے جو دو بار میں نے جواب لکھا ہے صرف قرائن ملحوظ رکھے ہیں ورنہ عبارت باستیفا[1] مجھ سے نہیں پڑھی گئی آخر چودھری صاحب تو آپ کے معتقدوں میں بمنزلہ عزیزوں کے ہیں جو آپ فرمایا کریں وہ انھیں الفاظ کو لکھدیا کریں اب سب عبارت کا جواب جب لکھوں گا کہ کتاب کی رسید اور اُس مطلب کا اعادہ[2] تحریر بدتخط چودھری صاحب میرے پاس آ جائیگا زیادہ حد ادب

بنام چودھری عبدالغفور سرور کے نام

جناب چودھری صاحب آپ کا عنایت نامہ اُسوقت پہونچا اور یہ وقت صبح کا ہے دن بدھ کا ربیع الثانی کی چوبیسویں اور دسمبر کی پہلی کتاب کے پارسل کی رسید معلوم ہوئی حکیم عبدالرحیم خاں کوئی نامی اور نام آور آدمی نہیں ہیں یہاں کے قاضی زادوں میں سے ایک شخص ہیں اب طبابت کرنے لگے ہیں میرے بھی آشنا ہیں مگر صرف سلام علیک زیادہ ربط نہیں ہے سو اُن کا حال مجھ کو

---

[1] باستیفا یعنی پوری ۱۲ [2] لوٹانا تکرار ۱۲۔

کچھ معلوم نہیں کہ وہ کہاں ہیں اور کس طرح ہیں آگے حضرت صاحب کی خدمت میں عرض کیا تھا کہ آپ جو کچھ لکھیں وہ بقلم چودھری صاحب لکھا جائے حضرت نے نہ مانا اور پھر عبارت بدستخط خاص لکھی واللہ باللہ نہ مجھ سے نہ اور کسی سے پڑھی گئی ناچار آپ کا خط پھر آپ کو بھیجتا ہوں حضرت سے کچھ نہ فرمائیے گا مگر اس عبارت کو اپنے ہاتھ سے نقل کر کے مجھ کو بھجوائیے گا ضرور اور جلد جلد۔ شفیق مکرم جناب چودھری صاحب غلام رسول کی خدمت میں سلام پہونچے

۵ چودھری عبدالغفور سرور کے نام

جناب چودھری صاحب کی خدمت میں سلام عرض کرتا ہوں اور شکر احسان بجالاتا ہوں اور حاشا و حاش للہ کے جواب کو حوالہ اُن سطور پر رکھتا ہوں کہ جواب جناب حضرت صاحب کے ارشاد کے جواب میں لکھوں گا۔ آپ کو اتنا لکھنا اور کافی ہے کہ اپنے عم والاقدر جناب چودھری غلام رسول صاحب کو فقیر کا سلام نیاز پہونچائیے اور جناب شیخ عطا حسین صاحب عطا کو بھی سلام کہیے۔

اب خطاب جناب حضرت عالم صاحب کی طرف ہے پیر و مرشد قلم کا کام زبان سے لینا یعنی تحریر کے مطالب کو پڑھنا اور پڑھا دینا آسان ہے اور زبان کا کام قلم سے لینا دشوار ہے یعنی جو کچھ کہا چاہیے اس کو کیونکر لکھا چاہیے وہ بات کہاں کہ میں نے عرض کیا کچھ آپ نے فرمایا دو چار باتوں میں جھگڑے نے انجام پایا خیر دولت ہمزبانی کہاں میسر آپ کے حکم بجالانے کو اپنا شرف جانتا ہوں

اور عرض کرتا ہوں کہ نظامی اب ایسا ہوا کہ جب تک فرید آباد کا کھتری دیوانی سنگھ تم تخلص
قتیل جس کو حضرت نے مرحوم لکھا ہے اسکی تصدیق نہ کرتے تبتک اسکا کلام قابل استناد نہو قتیل
اساتذہ سلف کے کلام سے قطعاً آشنا ہی نہیں اُسکے علم فارسی کا ماخذ[۱] اُن لوگونکی تقریر ہے کہ نواب
سعادت علیخاں کیوقت میں ممالک مغربی کیطرف سے لکھنؤ میں آئے اور ہنگامہ آرا ہوئے مثیر سادو
کشمیری یا کابلی وقندھاری ومکرانی احیاناً[۲] کوئی عامہ اہل ایران میں سے ہوتا تاکہ
عظمائے[۳] ایران میں سے بھی کوئی ہوگا تقریر اور ہے تحریر اور ہے اگر تقریر
بعینہ تحریر میں آیا کرے تو خواجہ بقراط سے اور شرف الدین علی یزدی اور
ملاحسین واعظ کاشفی اور طاہر وحید یہ سب نثر میں کیوں خون جگر کھایا کرتے
وہ سب طرح کی نثر میں جو لالہ دیوانی سنگھ قتیل متوفی نے بتقلید اہل ایران لکھی
ہیں نہ رقم فرمایا کرتے یہ شخص مدعی ہے کہ کدہ کا لفظ سوائے پانچ چار اسم
کے اور اسم کے ساتھ ترکیب نہیں پاتا بس آتش کدہ اور دیو کدہ اور نشتر کدہ
اور امثال اس کے جو ہزار جگہ اہل زبان کے کلام میں آیا ہے وہ نادرست
ہے ہیں اور آپ سمجھیں اور اس کے خرافات پڑھے جائیں او رجو میں عرض کروں
اُس پر حضرت غور فرمائیں تب معلوم ہو کہ یہ کتنا لغو اور فارسی دانی سے کتنا
بیگانہ ہے آدمم بر سر مدعا نثر مرجز اُسکو کہتے ہیں کہ وزن ہو اور قافیہ نہ ہو
مقابل مقفیٰ کے کہ قافیہ ہو اور وزن نہ ہو اور یہاں یہ بھی سمجھا چاہیے کہ
وزن میں قید منظور نہیں مثلاً حضرت نظامی علیہ الرحمہ کی نثر کا وزن یہ ہے
مفعول مفاعیلن مفعول مفاعیلن حضرت ظہوری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ۔

---

[۱] حاصل کرنے اور اخذ کرنے کی جگہ ۱۲ [۲] احیاناً کبھی کبھی کسیوقت ۱۲ [۳] عظما بڑے لوگ ۱۲

راتیش سرو بن گلشن فتح خنجرش ماہے دریاے ظفر + یہ نثر مرجز ہے وزن اسکا فعلاتن فعلاتن فعلن کاتبوں نے مقفے کرنے کے واسطے صورت بدل دی پھر اور کچھ تصرف کیا ہے کہ نثر نہ مرجز رہی نہ مقفے چنانچہ اساتذۂ فن لن تنالوا البر حتے تنفقوا اس آیت سراسر ہدایت اثر کو نثر مرجز کہتے ہیں اور اُس کا وزن یہ ہے فاعلاتن فاعلاتن فاعلن و یرزقہ من حیث لا یحتسب اس کا وزن فعولن فعولن فعولن فعول بندہ کی تحقیقات یہی ہے کہ نثر تین قسم پر ہے مقفی قافیہ ہے اور وزن نہیں مرجز وزن ہے اور قافیہ نہیں عاری نہ وزن ہے نہ قافیہ مسجع ہی مقفے ہے کہ دونوں فقروں میں الفاظ ملائم اور مناسب ہمدگر ہوں نظم میں یہ صنعت آپڑے تو اُس کو مرصع کہتے ہیں اور نثر اس صنعت پر مشتمل ہو تو اسکو مسجع کہتے ہیں اس قاعدہ کو نہ عبد الرزاق بدل سکتا ہے نہ صاحب قلزم ہفتگانہ نہ یہ قطرہ ہی بے سروپا حاشا و حاش للہ کلام اہل عرب میں اسطرح ہے جس طرح آپ فرماتے ہیں مگر پارسیوں نے از راہ تصرف کے بمعنی نہ نہا قرار دیا ہے یعنی تاکید اگر منفی پر آئے تو نفی کی تاکید اور مثبت پر آئے تو اثبات کی تاکید میں کسی کلمہ کا استعمال نہیں کرتا جب تک اہل زبان کے کلام میں نہیں دیکھتا عیشی بیچارہ اس کے لائق نہیں کہ مستند علیہ پڑے مگر یہ لفظ غلط نہیں لکھا ہے اُس غریب نے حضرت قبلہ فارسیوں کے تصرفات اگر دیکھیے تو حیران رہ جائیے مجکو اس وقت کہاں یاد ہے اور کتاب کے نام تو کوئی ورق بھی لکھا ہوا میرے پاس نہیں حاشا کا کوئی شعر موکد نفی اگر یاد آجائے گا تو آپ کو لکھا جائے گا شعر ہرزہ مشتاب و پے جادہ شناسان بردار + ایکہ در راہ سخن چونتو

صح فضول نذر دو دور احمد خانہ والوں کا چھیڑنا + اگر تیر چلا دا او کین بھی آرا لے گا اور چلے گئے ۱۲

ہزار آمد و رفت + یہ مثنوی جسمیں یہ مصرعہ ہے ع حاش للہ کہ بدمیگویم + کلکتہ میں
میں نے لکھی ہے پانچ ہزار آدمی فراہم تھے اور جو اعتراض مجھ پر کیے تھے اُسمیں
سے ایک اعتراض یہ تھا کہ ہمہ عالم غلط ہے یعنی ہمہ کا لفظ عالم کے لفظ کے ساتھ
ربط نہیں پا سکتا قتیل کا حکم یوں ہے عرض کیا گیا کہ حافظ کہتا ہے مصرعہ
ہمہ عالم گواہ عصمت اوست + سعدیؒ کہتا ہے ع عاشقم بر ہمہ عالم کہ ہمہ عالم
از وست + غرض اس تحریر سے یہ ہے کہ مثنوی وہاں لکھی گئی اور ایک ایک
نقل مولوی کرم حسین بلگرامی اور مولوی عبدالقادر رامپوری اور مولوی
نعمت علی عظیم آبادی اور اُن کے امثال اور نظائر کے پاس بھیجی گئی اگر یہ لوگ
جگہ پاتے تو میری کھال اُدھیڑ ڈالتے اب ایک نسخہ ہے ابطال ضرورت اگرچہ
صاحب اُسکا ہندی ہے بلکہ ہندو ہے مگر قابل اچھا ہے دیکھیے اساتذہ کیا کیا
تصرفات نمایاں کر گئے ہیں میں نے آج تک اُردو میں انتظاری بمعنے انتظار
نہ آپ لکھا نہ اپنے شاگردوں کو لکھنے دیا اساتذہ مسلم الثبوت کے ہاں فارسی
میں موجود ہے حاشا ایسا نہیں کہ اُن میں فارسی والوں کو تامل ہو زیادہ حدِ ادب

بنام چودھری عبدالغفور سرور کے نام

جناب چودھری صاحب آپ کو بعد ابلاغ سلام آپ کے خط پہونچنے
سے آگہی دیتا ہوں اور یہ بھی آپ کو معلوم رہے کہ آپ کے چچا صاحب کے
خط کا جواب اس سے آگے بھیج چکا ہوں میں نہیں آسکا یہاں پنشن کا مقدمہ

لہ ابلاغ - پہونچانا بھیجنا ۱۲

پیش ہے کبھی صاحب کمشنر بہادر کے پاس کبھی صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کے پاس جانا ہوتا ہے خود نہ جاؤں تو یہ خیال رہتا ہے کہ خدا جانے کس وقت بلا بھیجیں یا کسوقت کوئی پرسش آجائے بائیس مہینے سے وہ رزق کہ جو مقوّم[1] جسم اور مفرح روح تھا مسدود ہے کیا کھاؤں اور کیونکر جیوں للہ الحمد کہ گنہگار نہیں ٹھہرا پنشن پاؤں گا مگر وہ پنشن گورنمنٹ کے پولٹیکل کے سررشتہ سے مقرر کی ہوئی ہے سو دہلی کا اجنٹی دفتر فرد فرد لٹ گیا کوئی کاغذ باقی نہیں رہا اب یہ شہر پنجاب احاطہ میں مل گیا پنجاب کا نواب لفٹنٹ گورنر بہادر یہاں کا صدر ٹھہرا اُس دفتر میں میری ریاست کا میری معاش کا میری عزت کا نام و نشان نہیں ہے ایسے ایسے پیچ پڑ گئے ہیں کچھ نکل گئے ہیں کچھ باقی رہے ہیں یہ بھی نکل جائیں گے مصرعہ کارہا آساں[2] شود امابہ صبر

یہاں سے روے سخن صاحب عالم صاحب کی طرف ہے جناب رفعت مآب مولائی و مرشدی تسلیم قبول کریں اور اُس تحریر سے جواب میرے پاس بھیجی ہے مجکو شادان اور اپنے بخت اور قسمت پر نازاں تصور فرمائیں سب سمجھا اور سب مطالب کا جواب لکھتا ہوں پہلے اپنا ایک شعر کمال گستاخی کو کار فرما کر لکھتا ہوں اور یہ نہیں لکھتا کہ یہ شعر میں نے کیوں لکھا ہے شعر یہ ہے

شعر[3] مرا بغیر زیک جنس در شمار آورد + فغاں کہ نیست زپروانہ فرق تا مگسش +

بہرحال حضرت کو یہ معلوم ہے کہ میں اہل زبان کا پیرو اور ہندیوں میں سوائے

۱؎ مقوّم جسم۔ قوام کنندہ جسم ۱۲ ۲؎ کام آسان ہوتے ہیں مگر صبر سے آسان ہوتے ہیں ۱۲ ۳؎ مجھے اور غیر کو اسنے ایک طرح کا سمجھا۔ افسوس کہ وہ مکھی اور پروانے کی پہچان بھی نہیں رکھتا ۱۲۔

امیر خسرو دہلوی کے سب کا منکر ہوں جب تک قدما یا متاخرین میں مثل صائب وکلیم و آسیر و حزین کے کلام میں کوئی لفظ یا ترکیب نہیں دیکھ لیتا اُسکو نظم اور نثر میں نہیں لکھتا جن لوگوں کے محقق ہونے پر اتفاق ہے جمہور کو اُن کا حال کیا گزارش کروں ایک اُن میں صاحب بُرہان قاطع ہے اب ان دنوں میں برہان قاطع دیکھ رہا ہوں اور اُس کے فہم کی غلطیاں نکال رہا ہوں اگر زیست باقی ہے تو ان نکات کو جمع کر کے اس نسخہ کا نام قاطع برہان رکھوں گا مصرعہ کجا بود منزل کجا تاختم ✝ شعر فردوسی میں انگبین و شہد اور شعر استاد میں حرص و آز واقعی بادی النظر میں زائد معلوم ہوتا ہے شیر ناب بہتر ہے لیکن حرص و آز کو کیا کیجیے گا میں عرض کرتا ہوں کہ وہاں بھی خشم و آز ہے ہرگز حرص و آز نہیں ہے حکما اور صوفیہ قوت غضبی[۲] اور قوت شہوی[۳] کی تعدیل[۴] میں محنتیں کرتے ہیں قوت غضبی کی اصلاح سے فضیلت شجاعت اور قوت شہوی کی اصلاح سے فضیلت عفت حاصل ہے اور یہ مسئلہ علم اخلاق میں مبرہن[۵] ہے و دیدہ من حرص و آز بے معنی محض استاد کو بدنام کیا ایک اسم سے دو مسمیٰ تراشے واحد حقیقی کا تثنیہ اس سے علاوہ مرد عارف حکیم نے قوت شہوی کی اصلاح کا ذکر کیا اور قوت غضبی کا مذکور بھی نہ کیا میں نے خود خشم و آز دیکھا ہے اور یہی بجا ہے شہد کی جگہ شیر اور حرص کی جگہ خشم درست میری رائے آپ کی رائے کے مطابق مگر گو گرد سُرخ اور پیل سفید میں ساکت ہوں یہ تقریر کہ گوگرد سُرخ کمیاب اور پیل سفید نایاب ہے

---

[۱] کہاں میری منزل تھی اور کہاں میں چلا گیا ۱۲ [۲] غصہ کی قوت ۱۲ [۳] خواہشات نفسانی ۱۲
[۴] معتدل کرنا ۱۲ [۵] مبرہن۔ صاف ظاہر۔ ننگا ۱۲۔

میرے دلنشین نہ ہوئی کبریت احمر اور کیمیا اور عنقا ان سب کا ایک حکم ہے نظر اس
قاعدہ پر لعل سفید بہتر ہے اور کبریت احمر اور بیل سفید بے جوڑ ہے جیسے امیر خسرو
کی انلیاں ایک قاعدہ اور عرض کرتا ہوں کم کا لفظ اہل فارسی کی منطق میں کہیں
افادہ معنی سلب[۱] کلی بھی کرتا ہے جیسے کم آزار یعنی نیازارندہ نہ یہ کہ کم آزارندہ
کم ہمتا یعنی بے ہمتا بلکہ اندک کا لفظ بھی اس طرح آتا ہے جیسا کہ میرا خداوند نعمت
نظامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتا ہے شعر پس وپیش چوں آفتاب یکے ست + فرد غم فراوان
فریب اندکے ست + یعنی فریب بالکل نہیں نہ یہ کہ کچھ ہے پس کمیاب و نایاب
ایک چیز ہے نظامی نے لعل سپید کہا ہے کسی صاحب طبع نے اس کو غلط سمجھ کر
بیل سپید بنادیا ہے انگبین و شہد ناب شاید مثل غم و اندوہ مسرت و فرحت
ہو یا نہ ہو شیر ناب ہی ہو بلکہ شیر ناب بہتر ہے لیکن حرص و آز تو کسی طرح درست
نہیں عارف کا دعویٰ ناقص اور لغو رہا جاتا ہے اگر یہ قباحت لازم نہ آتی تو بھی
ہم حرص و آز کو مسلم نہ رکھتے کس واسطے کہ غلام کا شبہہ بکمال وضوح غم و اندوہ
و عدل و داد کا نظیر نہیں ہو سکتا ہاں انگبین و شہد کے جواز میں ہم مضائقہ نہ کرینگے
مگر شیر ناب کو اُس سے اچھا سمجھیں گے شہد میوہ کی حلاوت کے واسطے اور
شیر افزایش لطافت کے واسطے حاشا و حاش للہ کا جواب آغاز تحریر میں لکھ چکا
آپ کی اس نظیر لکھنے سے اُس کے جواز پر میرا یقین نہ بڑھا لو کشف[۲] الغطاء
ما ازددت یقیناً نثر مرجز کے باب میں پیر و مرشد کو اتنا تامل کیوں ہے یہ جو
نثریں آپ نے لکھی ہیں سوائے اُس نثر کے کہ جسکو آگے لکھوں گا یہ تو سب

۱؎ سلب کلی یعنی نفی قطعی ۱۲ ۲؎ اگر حجابات اُٹھا دیے جائیں تو میرے یقین میں اضافہ نہ کریں گے ۱۲

مسجع ہیں یعنی پہلے فقرہ کا ہر لفظ وزن میں موافق ہو دوسرے فقرے کے لفظ سے نظم میں یہ صنعت آپڑے تو نظم کو مرصع کہیں گے اور نثر میں واقع ہو تو نثر کو مسجع کہیں گے جو حضرت کہ اس نثر کو مرجز کہتے ہیں وہ نثر مسجع کی مثال ہم کو دیں زنہار زنہار یہ نثر مرجز نہیں مسجع ہے ہاں یہ نثر مرجز ہے صاحبا مشفقا شفیق ولی زید الطافکم الی الابد بعد تبلیغ بندگی و نیاز بر ضمیر منیر روشن باد + اگر وہ نثر کہ جسکو میں نے مسجع کہا ہے مرجز ہے تو اس کمبخت نثر کا کیا نام ہے نہیں وہ مسجع ہے اور یہ مرجز ہے میں تو بہت مختصر مفید لکھ چکا ہوں آپ نہ مانیں تو کیا کروں وزن نہ ہو قافیہ ہو وہ مقفےٰ وزن ہو قافیہ نہ ہو وہ مرجز ہے الفاظ فقرتین وزن میں برابر ہوں وہ مسجع اس صنعت کو بیشتر نثر مقفےٰ میں صرف کرتے ہیں اور چاہو قافیہ کا التزام نہ کرو بہر رنگ اقسام ثلثہ نثر یہی ہے حضرات نے نثر مسجع کو مرجز کہا ہے جواب وہی ہے کہ اگر مرجز یہ ہے تو مسجع کس نثر کو کہتے ہیں اس سے زیادہ نہ مجکو علم نہ یارا ہے کلام قتیل لکھنوی اور غیاث الدین[۱] ملائے مکتبی رام پوری کی قسمت کہاں سے لاؤں کہ تم جیسا شخص میرا معتقد ہو اور میرے قول کو معتمد سمجھے بعد اتمام خط کی تحریر کے خیال آیا کہ شاید کسی بات کا جواب رہ نہ گیا ہو میں نے آپ کے خط کو دیکھا اور ایک بات دستور شنگرف کی عبارت میں نظر آئی مرجز کلامیست منثور کہ وزن دارد سجع ندارد اس تعریف کو دیکھیے اور نمونہ نثر کو دیکھیے وہ موزوں کہاں ہے جو وزن دارد اس پر صادق آئے وزن بمعنی تقطیع شعر مفقود سجع ندارد خدا جانے یہ بزرگ سجع کسکو کہتا ہے سجع ہموزن ہونا

---

[۱] مؤلف غیاث اللغات و شرح گلستاں و شرح سکندر نامہ وغیرہ ۱۲۔

دو لفظوں کا فقرتین میں یا مصرعین میں سو اس نثر میں موجود ہے موجود کو مفقود اور مفقود کو موجود لکھا ہے اور پھر کلام اُس کا مقبول ہے اللہ اللہ ملا غیاث الدین لکھتا ہے پس مرجز نثرے باشد کہ کلمات فقرتین اکثر جا ہا ہموزن باشد در تقابل یکدیگر بدون رعایت سجع خدا کے واسطے سجع تو اسی کو کہتے ہیں کہ کلمات فقرتین یا مصرعین ہموزن یکدیگر ہوں سو اس نثر میں موجود ہے کہ بدون رعایت سجع کے کیا معنے مگر یہ دونوں صاحب وزن کو برابر ہونا کلمات کا سمجھتے ہیں اور سجع تقطیع شعر کو کہتے ہیں اس عقدہ کی رکاکت اظہر من الشمس ہے صاحب دستور شگرف کا کلام نص اور مولوی غیاث الدین کا کلام حدیث نہیں ہے آپ بھی غور فرمائیے اور انصاف کیجیے

بنام صاحب عالم کے نام

میکنم عرض گو مکرر باش پیر و مرشد آج ہی ایک خط چودھری عبد الغفور صاحب کے نام کا روانہ کیا ہے اور اس خیال سے کہ وہ گرمی ہنگامۂ شادی میں اس خط کا آپ کی نظر سے گزرانا بھول نہ جائیں یہ خط جدا گانہ آپ کو آج ہی بھیجتا ہوں اصحاب ثلثہ کی عبارت نثر مرجز کے باب میں اتنی ہی ہے وزن دارد سجع ندارد خدا کے واسطے وزن تقطیع شعر کو کہتے ہیں وہ مثال کی نثر میں کہاں ہے سجع اُس کو کہتے ہیں کہ کلمات فقرتین وزن میں برابر ہوں یہ صنعت مثال کی نثر میں موجود ہے جو ہے اُس کا سلب جو نہیں اُس کا ثبوت

لہ میں دوبارہ کہتا ہوں چاہے وہ مکرر ہی کیوں نہ ہو ۱۲ آسی

کیونکر مانوں کیا آپ کی یہ مرضی ہے کہ الفاظ کے ہموزن ہونے کو وزن تقطیع شعر
کو صحیح مان لوں میں تو نہ مانوں گا آپ کو اختیار ہے یہ کلام معصوم کا نہیں کہ
اُسکے مسلم نہ رکھنے سے آدمی کافر ہو جائے زبان فارسی مردے کا مال ہے
عرب کے ہاتھ بطریق یغما[۱] آیا ہے جس طرح چاہیں صرف کریں خواجہ نصیر الدین
طوسی آٹھ حرف کا زبان فارسی میں نہ آیا لکھتے ہیں اور ذال نقطہ دار کا ذکر نہیں
کرتے الا کوئی لغت فارسی ایسا بتائیے کہ جس میں ذال آئی ہو گزاشتن و گزشتن
و پزیرفتن سب زے سے ہے کاغذ دال مہملہ سے ہے اس کا ذال سے لکھنا
اور کواغذ کو اس کی جمع قرار دینا تعریب ہے بہ تحقیق اور اسم آتش بدال ابجد
ہے نہ بذال تخذ کوئی لفظ متحد المخرج فارسی میں نہیں بلکہ قریب المخرج بھی نہیں
تے ہے طوے نہیں سین ہے ثے نہیں اور صاد نہیں ہاے ہوز ہے حاے حطی
نہیں یہاں تک کہ قاف نہیں اس راہ سے کہ غین متحد المخرج بلکہ قریب المخرج ہے
زے کے ہوتے ذال کیونکر ÷ وہ میاں صاحب ہانسی کے رہنے والے بہت
چوڑے چکلے جناب عبد الواسع فرماتے ہیں کہ بے مراد صحیح اور نامراد غلط ارے
تیرا ستیاناس جاے بے مراد اور نامراد میں وہ فرق ہے جو زمین و آسمان میں ہے
نامراد وہ ہے کہ جس کی کوئی مراد کوئی خواہش کوئی آرزو نہ برآوے بے مراد
وہ کہ جس کا صفحۂ ضمیر نقوش مدعا سے سادہ ہو از قسم بے مدعا و بے غرض و بے
مطلب حسبۃً للہ[۲] ان دونوں امروں میں کتنا فرق ہے ناپروا اور ناکام اور نادرست
اور ناچار کہ یہ مخفف ناچارہ اور ناہار کہ یہ مخفف نہ آہار ہے اور نامراد اور

---

[۱] یغما۔ لوٹ ۱۲ [۲] حسبۃً للہ۔ خدا کے واسطے ۱۲۔

نا انصاف یہ سب درست ہیں ہائے کہاں گئے ہانسی والے معلم + قافیہ شائگاں کہ جس کو عرب ایطا کہتا ہے وہ دو طرح پر ہے خفی و جلی اہل خرد نے خاک اُڑائی ہے اور بات بنائی ہے خفی اور جلی کی تفسیر میں وہ کچھ لکھا ہے کہ صاحب طبع سلیم کبھی اُس کو نہ سمجھے چہ جائے آنکہ مانے اصل یہ ہے کہ ایطا وہ قافیہ ہے کہ جو دو حرف ایک صورت کے ہوں جیسے الف فاعل گویا و بینا و شنوا شعر اسیر مبیت اے دانۂ تسبیح خیالت دل دانا + سر حلقۂ مستاں رخت دیدۂ بینا + اور نون دال مضارع کا جیسا استاد کے اس مطلع میں ہے شعر دل شیشہ و چشماں تو ہر گوشہ بر ندش + مست ست مبادا کہ بناگہ شکنندش + اور ایسا ہی ہے الف نون جمع کا مثل چراغاں و جواناں اور ایسا ہی ہے الف نون حالیہ مانند گریاں وخنداں پس اگر یہ مطلع میں آپڑے تو ایطائے جلی ہے اگر غزل یا قصیدہ میں بطریق تکرار قافیہ میں آپڑے تو ایطائے خفی ہے ائمۂ فن نے وہ کچھ لکھا ہے کہ سمجھ میں نہیں آتا اگر قائل تحقیق ہو تو میرے بیان پر غور کرو اور جو عبدالواسع اور غیاث الدین اور عبدالرزاق ان ناموں کی شوکت نظر میں ہے تو تم جانو ایک شخص بھیک مانگتا ہے باپ نے اُس کا نام میر بادشاہ رکھ دیا ہے اصل فارسی کو اس کھتری بچہ قتیل علیہ ما علیہ نے تباہ کیا رہا سہا غیاث الدین رامپوری نے کھو دیا اُن کی سی قسمت کہاں سے لاؤں جو صاحب عالم کی نظر میں اعتبار پاؤں خالصاً للہ غور کرو کہ وہ خران ناشخص[1] کیا کہتے ہیں اور میں خستہ و دردمند کیا بکتا ہوں واللہ نہ قتیل فارسی شعر کہتا ہے اور نہ غیاث الدین فارسی جانتا ہے

---

[1] مراد بے وقوف ۱۲ —

میرا یہ خط پڑھو یہ نہیں کہتا کہ خواہی نخواہی پڑھو قوت ممیزہ[1] سے کام لو ان غولوں[2] پر لعنت کرو سیدھی راہ پر آجاؤ اگر نہیں آتے تو تم جانو تمھاری بزرگی پر اور میرزا تفتہ کی نسبت پر نظر کر کے لکھا ہے نہیں کہتا کہ خواہی نخواہی میری تحریر کو مانو مگر اُس کھتری بچہ اور اس معلم سے مجکو کمتر نہ جانو عربی کا حرف اور ہے اور فارسی کا قاعدہ اور ہے سمجھو یا نہ سمجھو تم کو اختیار ہے عقل کو کام فرماؤ غور کرو سمجھو عبد الواسع پیغمبر نہ تھا قتیل برہما نہ تھا واقف غوث الاعظم نہ تھا میں نہ یزید نہیں ہوں شمر نہیں ہوں مانتے ہو مانو نہ مانو تم جانو

چودھری عبد الغفور سرور کے نام

جناب عالی آج آپ کا تفقد[3] نامہ مرقومۂ یازدہم شعبان مطابق پنجم مارچ بقید روز دوشنبہ پہونچا پہلے تو ان تاریخوں کے حساب کے تطابق[4] میں میں الجھا پھر خط کے جلد پہونچنے سے بہت خوش ہوا ڈاک کیا ہے خاک ہے خیر ادھر پڑھا اُدھر جواب لکھا خدا کرے یہ میرا خط جلد پہونچے ورنہ یہ آپ کو خیال ہوگا کہ غالب نے ہمارے خط کا جواب نہ لکھا حقیقت میری مجملاً یہ ہے کہ راہ و رسم مراسلت حکام عالی مقام سے بدستور جاری ہوگئی ہے نواب لفٹنٹ گورنر بہادر غرب و شمال کو نسخۂ دستنبو بسبیل ڈاک بھیجا تھا ان کا خط فارسی مشعر تحسین عبارت و قبول صدق ارادت و مودت بہ سبیل ڈاک آگیا پھر قصیدۂ بہاریہ

---

[1] قوت ممیزہ۔ تمیز کرنے والی قوت ۱۲ [2] غول۔ دیو بیابانی بھلاوا۔ اگیا بیتال ۱۲ [3] تفقد۔ دیکھونی۔ مراد مہربانی نامہ ۱۲ [4] تطابق مطابق ہونا ۱۲۔

تہنیت و مدحت میں بھیجا گیا اُسکی بھی رسید آگئی وہ یہ ہے خان صاحب بسیار مہربان دوستان القاب اور کاغذ افشانی[1] از ان بعد ایک قصیدہ جناب رابرٹ منٹگمری صاحب لفٹنٹ گورنر بہادر قلمرو پنجاب کی مدح میں توسط صاحب کمشنر بہادر دہلی گیا اُس کے جواب میں بھی خوشنودی نامہ توسط کمشنر بہادر کل مجکو آگیا پنشن ابھی تک مجکو نہیں ملی جب ملے گی حضرت کو اطلاع دیجاویگی پیرو مرشد عالم ہیں اور میں جاہل ہوں اُن کے تسلیم نہ کرنے کو میں نے تسلیم کیا اور پھر تسلیم بجالایا اے حضرت جناب مخدوم مکرم چودھری غلام رسول صاحب کی خدمت میں انھیں الفاظ میں رسم مبارکباد ادا کی گئی تھی نہ عبارت آرائی نہ طبع آزمائی کچھ عجب نہیں کہ وہ خط بھی مئی و جون میں آپ کو پہونچ جائے گا آپ کا بھی تو مارچ کا خط مجھ کو اب آخر اپریل میں پہونچا ہے جناب شیخ صاحب کیوں مجھ کو محجوب کرتے ہیں اس باب میں اس سے زیادہ عرض نہیں کرسکتا کہ افادہ[2] مشترک ہے قصیدہ و مثنوی بھیجدیجیے لطف اُٹھاؤں گا اور جو کچھ میرے خیال میں آئے گا بے تکلف عرض کردوں گا میر اسلام کہیے اور مثنوی و قصیدہ اُن سے لے کر جلد بھیجدیجیے اپنے عم عالیمقدار کی خدمت میں میر اسلام پہونچائیے اور کہیے کہ حضرت خلاصۂ مکتوب سابق یہ ہے الفاظ ہندی تھے شاید کچھ تغیر بالمرادف ہو تو ہو یہ شادی بصد ہزار مسرت آپکو مبارک ہو اور ان کی اولاد دیکھنی اور اسی طرح اُن کی شادی کرنی نصیب ہو

---

[1] کاغذ افشانی۔ وہ کاغذ جس پر افشاں چھڑکی ہوئی ہوتی تھی اور امرا و بادشاہوں میں فرمان وغیرہ کے لیے مستعمل ہوتا تھا ۱۲

[2] فائدہ دینا ۱۲

فیض علی خاں صاحب کو میرا سلام پہونچے میں بھی آپ کی ملاقات کا مشتاق اور آپ کا مداح رہونگا خط کا لفافہ اس خط میں ملفوف کر کے بھیجتا ہوں یہ آج پہونچا اور آج ہی میں نے اسکا جواب لکھا کاتب وہی ہے جو لفافہ ملفوفہ کا مکتوب الیہ ہے

۹ چودھری عبد الغفور سرور کے نام

جناب چودھری صاحب کی یاد آوری اور مہر گستری کا شکریہ بجالاتا ہوں آپ کا خط مع قصیدہ و مثنوی پہونچا مثنوی کو جداگانہ بطریق پم فلٹ پاکٹ بھیجتا ہوں اور یہ خط جداگانہ ارسال کرتا ہوں لفافہ اُسکا بھی آپ کے نام کا ہے آپ کے خواب کا ماجرا اور صبح کو ادھر کا قصد اور پھر اپنے چچا صاحب کے کہنے سے نظر تابستاں پر اس عزم کا ملتوی رکھنا معلوم ہوا آپ کے چچا صاحب نے کرامت کی کہ جو آپ کو منع کیا ڈاک کی سواری پر اگر آپ اس شہر میں میرے مکان تک آجاتے تو ممکن تھا مگر رہنا شہر میں بے حصول اجازت حاکم احتمال ضرر رکھتا ہے اگر خبر نہ ہو تو نہو اور اگر خبر ہو جائے تو البتہ قباحت ہے زنہار کبھی یہ گمان نہ کیجیے گا کہ دلی کی عملداری میرٹھ اور آگرہ اور بلاد[۱] شرقیہ کے مثل ہے یہ پنجاب احاطہ میں شامل ہے نہ قانون نہ آئین جس حاکم کی جو رائے میں آوے وہ ویسا ہی کرے بہرحال مصرعہ اسے
وائے[۲] زمحرومی دیدار دگر ہیچ ۔ انشاء اللہ العظیم دو تین مہینے میں یہاں بھی صورت

۱؎ پورب کی طرف کے شہر ۱۲ ۲؎ محرومی دیدار کا افسوس ہے اور کچھ نہیں ۱۲

امن و امان کی ہو جائے گی مگر میری آرزو یا ستیفا اس صورت میں بھی نہ بر آئے گی
میں یہ تاکے ہوے ہوں کہ میری اور تمھاری ملاقات اس طرح ہو کہ ہم تم ہوں
اور حضرت صاحب عالم صاحب ہوں اور باہم حرف و حکایت کریں اگر
زمانہ میری خواہش کے موافق نقش قبول کرتا ہے تو میں مارہرہ کو آتا ہوں حضرت
پیر و مرشد کا اشتیاق اور اسی جلسہ میں تمھارے دیدار کا شوق ایسا نہیں ہے کہ
مجھ کو آرام سے بیٹھا رہنے دے گا صاحب یہ مثنوی تو میرے واسطے ایک مرثیہ
ہو گئی ہے اس بزرگوار کے جگر میں کیا گھاؤ پڑے ہوں گے تب یہ تراوش خونابہ
ظہور میں آئی ہو گی مزہ یہ ہے کہ عنوان بیان سے حق بجانب اُنھیں کے معلوم
ہوتا ہے چونکہ اصل کار میری نظر میں نہیں اور حقیقت حال مجھ پر مجہول ہے
اس واسطے انجام و آغاز اندازہ و انداز کچھ نہیں سمجھ سکا و اصلاح کو آپ بنظر
اصلاح ملاحظہ فرماویں میں نے بجسب دستور اپنے ہر جگہ منشار اصلاح کھدیا
ہے میرا شیخ صاحب سے سلام کہیے گا اور کہیے گا کہ کیا کروں دور ہوں معذور
ہوں مدد نہیں کر سکتا اعانت کے مراسم تقدیم کچھ نہیں پہونچا سکتا خدا تمھارا
نگہبان رہے۔ والسلام

بنام چودھری عبد الغفور سرور کے نام

جناب چودھری صاحب آپ کے تلطف نامہ کے ورود کی مسرت
اور پارسل کے نہ پہونچنے کی حیرت باعث اس کی ہوئی کہ آپ کو پھر تکلیف
دوں اور باآنکہ خط جواب طلب نہ تھا جواب لکھوں بندہ پرور میں نے

پارسل کی رسید لے لی تھی آپ کے خط کو پڑھ کر کارپردازان ڈاک کے پاس وہ رسید بھجوائی اُنھوں نے کتاب دیکھ کر میرے آدمی سے کہدیا کہ سکندرہ راؤ کی رسید یہ موجود ہے اب اس پارسل کی جوابدہی وہاں والوں کے ذمہ ہے یہ سن کر میں نے یوں مناسب جانا کہ وہ رسید آپ کے پاس بھیجدوں آپ سکندرہ راؤ کے ڈاک خانہ میں بھجوا کر اُن سے پارسل منگوالیں اور اب اس رسید کا میری طرف راجع[۱] ہونا کسی صورت میں ضرور نہیں والسلام

۱۱ شاہ عالم کے نام

مخدوم زادہ والا تبار حضرت شاہ عالم سلام و دعاء درویشانہ قبول فرمادیں آپ کا مع الخیر وہاں پہونچنا اور بزرگوں کے قدمبوس اور بھائیوں کے ہم آغوش ہونا آپ کو مبارک ہو مصرع یوسف[۲] از مصر بکنعاں آمد۔ تفرقۂ اوقات و سفر رام پور و شدت تموز[۳] مقتضی اس کی ہوئی کہ ہنوز تمھارے مسودات نہیں دیکھے گئے تا نزول باران رحمت الٰہی اور بھی چپکے بیٹھے رہو اپنے ماموں صاحب کو نیاز معتقدانہ اور اپنے بھائیوں کو سلام مخلصانہ کہیے گا اور اپنے والد ماجد یعنی میرے مرشد ہم عمر و ہم فن کو وہ سلام جس سے محبت ٹپکے اور اشتیاق برسے پہونچائیے گا اور عرض کیجیے گا کہ آرزوے دیدار حد سے گزر گئی یارب جب تک حضرت صاحب عالم کو مارہرہ میں اور انوار الدولہ کو پالکی میں نہ دیکھ لوں اور اُن سے ہم کلام نہ ہولوں میری روح کے قبض کا حکم

---

۱ راجع ہونا۔ لوٹنا ۱۲ ۲ یوسف مصر سے کنعان میں آئے ۱۲ ۳ گرمی کی شدت ۱۲۔

ء ہو لیکن ۱۲۷۷ء میں دو مہینے باقی ہیں اب کی محرم سے اُس ذی الحجہ تک بہر امدعا حاصل ہو جائے مشفقی مکرمی چودھری عبد الغفور صاحب کو میرا سلام شوق کہیے گا اور یہ پیام پہونچائیے گا کہ حضرت صاحب عالم کی تمنائے دیدار بقیدِ یار بہرہ کنایہ اس سے ہے کہ اور کسی کا بھی دیدار مطلوب ہے ع خواہش وصل مقدر ہے جو مذکور نہیں + اُن کے اس خط کا جواب جو پرسوں مجھ کو پہونچا ہے موم جامہ میں لپیٹ کر پہونچے گا انشاء اللہ العزیز ہاں جناب شاہ عالم صاحب پھر روے سخن آپ کی طرف ہے جناب میر وزیر علی خاں صاحب بلگرامی یہاں تشریف لائے اور میرے مسکن سے ایک تیر پرتاب کے فاصلہ پر چاندنی چوک میں حافظ قطب الدین سوداگر کی حویلی میں اُترے ہیں مرفی صاحب کا کام اُن کے سپرد ہوا ہے یعنی ڈپٹی کلکٹر اور ڈپٹی مجسٹریٹ ہیں اور ہزار روپیہ تک کا مقدمہ عدالت دیوانی کا بھی کرتے ہیں لیکن ہنوز قائم مقام ہیں وہ صاحب جس کا نام لکھ آیا ہوں بطریق رخصت سیاٹو گیا ہے ایک دن فقیر بھی اُنکے مکان پر چلا گیا تھا حسن صورت اور حسن سیرت دونوں ان میں جمع ہیں آنکھیں اُن کے حسن صورت سے روشن ہوگئیں اور دل اُن کے حسن سیرت سے خوش ہوگیا واہ خاک پاک بلگرام میں نے وہاں کے جس بزرگوار کو دیکھا بہت اچھا پایا

۱۲ چودھری عبد الغفور سرور کے نام

شفیق مکرم مظہر لطف و کرم جناب چودھری صاحب کی خدمت میں

بعد سلام یہ عرض کرتا ہوں کہ آپ کا مہربانی نامہ آیا میرا رنج وتشویش[1] مٹایا میری خدمت مقبول ہوئی خوشی حصول ہوئی میر امداد علی شاہ کو میری دعا کہنا اُن کا باپ میرا بڑا یار تھا میری طرف سے خاطر جمع کر دیجیے گا کہ اب سبیل اچھی نکل آئی ہے چودھری صاحب کے ذریعہ جو کچھ مجھ کو بھیجنا ہو گا بھجواؤں گا جناب چودھری صاحب آج کا میرا خط کاسۂ گدائی[2] ہے یعنی تم سے کچھ مانگتا ہوں تفصیل یہ ہے کہ مولوی محمد باقر دہلوی کے مطبع میں سے ایک اخبار ہر مہینے میں چار بار نکلا کرتا تھا مسمیٰ بدہلی اُردو اخبار بعض اشخاص سنین[3] ماضیہ کے اخبار جمع کر رکھا کرتے ہیں اگر احیاناً آپ کے یہاں یا کسی آپ کے دوست کے یہاں جمع ہوتے چلے آئے ہوں تو اکتوبر ۱۸۳۷ء سے دو چار مہینے کے آگے کے اوراق دیکھے جائیں جس میں بہادر شاہ کی تخت نشینی کا ذکر اور میاں ذوق کے دو سکّے اُن کے نام کے کہکر نذر کرنیکا ذکر مندرج ہو بے تکلف وہ اخبار چھاپہ کا اصل بجنسہ میرے پاس بھیج دیجیے آپ کو معلوم رہے کہ اکتوبر کی ساتویں آٹھویں تاریخ ۱۸۳۷ء میں یہ تخت پر بیٹھے ہیں اور ذوق نے اسی مہینے میں یا دو ایک مہینے کے بعد سکّے کہکر گزرانے ہیں احتیاطاً پانچ چار مہینے تک کے اخبار دیکھ لیے جائیں یہاں تک کہ میری طرف سے ابرام[4] ہے کہ اگر بہ مثل کسی اور شہر میں کوئی آپ کا دوست جامع ہو اور آپ کو اُس پر علم ہو تو وہاں سے منگوا کر بھیجیے۔ والسّلام مع الاکرام

---

[1] پریشانی ۱۲ [2] کاسہ گدائی بھیک مانگنے کا پیالہ ۱۲ [3] گزرے ہوے سنہ یعنی سال ۱۲

[4] ابرام۔ کسی بات پر جم جانا۔ عاجز کرنا۔ رنجیدہ کرنا ۱۲

۱۳؎ چودھری عبد الغفور سرورؔ کے نام

شفیق میرے عنایت فرما میرے تمہاری مہربانی کا شکر بجالاتا ہوں۔ نہایت سعی یہ تھی کہ آپ کی طرف سے ظہور میں آئی ہیں سنے کلکتہ میں مہتمم مطبع جام جہاں نما کو لکھ بھیجا ہے اور ترک سعی کیا ہے آپ بھی فکر نہ کیجیے اگر کہیں سے آپ کے پاس آجائے تو مجھ کو بھیجدیجیے میرے پاس آئے گا تو میں تم کو اطلاع دیدوں گا عنایت الٰہی کا کون شخص مشتاق نہ ہوگا اُسکی پرسش زائد میں خدمتگزاری کو حاضر ہوں وہ جب چاہیں اپنا کلام بھیجدیں میرا سلام اور یہ پیام کہدیجیے گا صاحب تم نے ہمارے پیر و مرشد کو ہم پر خفا کر دیا بھلا وہ خط نہ لکھیں نہ لکھیں کبھی تم تو فرمادیں کہ غالب کو میری دعا لکھ بھیجنا بہر حال میرا سلام نیاز عرض کیجیے اور اُن کے مزاج مبارک کی خیر و عافیت لکھیے اور یہ بھی لکھیے کہ اگر خدانخواستہ وہ مجھ سے ناخوش ہیں تو ناخوشی کی وجہ کیا ہے اپنے چچا صاحب کی خدمت میں سلام نیاز پہونچایئے گا اور مولانا عطا کو سلام شوق کہیے گا

۱۴؎ چودھری عبد الغفور سرورؔ کے نام

میرے شفیق دلی چودھری عبد الغفور صاحب کو خدا سلامت رکھے دیکھو میرے حواس کا اب یہ عالم ہو گیا ہے کہ تمھارے نام کی جگہ تمھارے چچا صاحب کا نام لکھتا تھا اسی طرح سابق کے خط میں سرنامہ پر لکھ گیا ہوں گا بیت بہار پیشہ جوانی کہ غالبش نامند + کنوں ببیں کہ چہ خوں میچکد

۱۵؎ وہ شگفتہ مزاج ان دنوں چچا غالب کے نام سے موسوم ہوکر ... کلیات ... شائع ہوچکا ہے۔ ۱۲

زہر نفسش + جو خطوط کہ آپ کے خطوط کے جواب میں آئے ہیں اُن کے بھیجنے کی کیا حاجت تھی آپ کی سعی اور اپنی ناکامی پہلے سے میرے دلنشیں اور خاطر نشان ہے جیسا کہ کوئی استاد کہتا ہے بیت تہیدستان قسمت را چہ سود از رہبر کامل + کہ خضر از آب حیواں تشنہ می آرد سکندر را + اردو اخبار نہ کہیں سے ہاتھ آیا اور نہ آئے گا میں اپنے خدا سے امیدوار ہوں کہ میرا کام بغیر اُسکے نکل جائے گا بندہ پرور میرا کلام کیا نظم کیا نثر کیا اردو کیا فارسی کبھی کسی عہد میں میرے پاس فراہم نہیں ہوا دو چار دوستوں کو اس کا التزام تھا کہ وہ مسودات مجھ سے لے کر جمع کر لیا کرتے تھے سو اُن کے لاکھوں روپے کے گھر لٹ گئے جس میں ہزاروں روپے کے کتبخانہ بھی گئے اُس میں وہ مجموعہائے پریشان بھی غارت ہوئے ہیں خود اُس مثنوی کے واسطے خون درجگر ہوں ہائے کیا چیز تھی پارسل میں خطوط بھیجنے محل اندیشہ ہے خدا نے بچایا چونکہ اب وہ خط آپ کے کچھ کام کے نہ سمجھا از راہ احتیاط پارسل میں سے نکال لیے۔

۱۵ شاہ عالم کے نام

مخدوم زادۂ عالیشان مقدس دودمان حضرت شاہ عالم امن و امان عز و شان و علم و عمر سے برخوردار رہیں ہمارے حضرت ہم کو بھول گئے ہاں سچ ہے ان کا لطف چودھری عبد الغفور صاحب کے جوہر مہر و محبت کا عرض تھا

لے جنھیں تقدیر ہی نے خالی ہاتھ رکھا ہے اُن کو رہبر کامل کے مل جانے سے کیا فائدہ + کیونکہ خضر ایسا رہنما بھی سکندر کو چشمۂ آبحیات سے پیاسا واپس لاتا ہے ۱۲ عبد الباری آسی

جب جوہر نہ رہا تو عرض کہاں بہرحال جناب حضرت صاحب عالم صاحب کو میری بندگی پہونچ جائے اور یہ سطریں اُنکی نظر سے گذر جائیں چودھری عبدالغفور صاحب کو سلام کہیے گا اور پوچھیے گا کہ قصیدے کا بعد اصلاح کے نہ بھیجنا میرا گناہ ہے یا اُسکے سوا اور کوئی قصور ہے اگر وہی جرم ہے تو معاف کیجیے اور اگر کوئی اور بھی جُرم ہے تو مجھے اطلاع دیجیے ان دو پیام کی تبلیغ کے بعد پھر روے سخن آپ کی طرف ہے آپ کا خط میرے نام کا اور اُسکے ساتھ ایک خط ڈپٹی میر وزیر علی صاحب کے نام کا پہونچا وہ پڑھا وہ بھجوادیا جو آدمی خط لے کر گیا تھا وہ دو بار جواب مانگنے کو گیا پہلی بار حکم ہوا کہ کل آیو دوسری بار حضرت نہ ملے میں نے اسکے جواب سے قطع نظر کی اپنی خدمتگزاری کی اطلاع آپ کو دیدی کہ یاے تحتانی لکھ چکا تھا کہ ایک چپراسی آیا اور اُس نے خط تمھارے نام کا ٹکٹ لگا ہوا دیا اور کہا کہ ڈپٹی صاحب نے سلام کہا ہے اور یہ خط دیا ہے اب میں یہ خط اپنا مع اُن کے خط کے ڈاک گھر میں بھیجتا ہوں صبح کا وقت یکشنبہ کا دن ۸ صفر اور ۲۵۔ اگست کی ہے ڈپٹی صاحب چاندنی چوک حافظ قطب الدین سوداگر کی حویلی میں رہتے ہیں باقی اُنکے حالات اُن کے خط سے معلوم ہو جائیں گے اپنے ماموں صاحب کی خدمت میں سلام نیاز اور اپنے بھائی صاحبوں کی خدمت میں فقیر کی دعا پہونچائیے گا والسلام

۱۲ چودھری عبدالغفور کے نام

جناب عالی چھاپا چھاپا ترجمۂ ہندی ایک بار چھاپا کفایت کرتا ہے انواع انواع

ہماری آپ کی بول چال میں ہے لیکن تحریر میں درست نہیں چمن پر فضا
چمن پر فزا از اے ہوز سے کیوں لکھا خطاب واحد غائب فقط شین ہے
زاش ہاں اگر آخر لفظ مبنی ہائے انتہائی حرکت پر ہو مثل غمزہ و چشمہ و
خانہ و دانہ تو اس کو یوں لکھتے ہیں چشمہ اش غمزہ اش خانہ اش دانہ اش
اور باقی اور سب الفاظ کا حرف آخر شین سے ملجاتا ہے خطاب واحد حاضر
خطاب واحد غائب خطاب متکلم ت ش م ہے الف کو یہاں کیا دخل اور وہ
جو دکھنی بوہرہ یعنی جامع برہان قاطع ات اش ام لکھتا ہے غلط کرتا ہے
جہاں تم نے بعد اپنے نام کے یہ اشعار لکھے ہیں ۔ پریشاں ترز خویشم
داستانی است الخ وہاں ربط کلام جاتا رہا تھا ایک جملہ فاصل کر دیا ہے یعنی
بدیں اشعار زمزمہ سراست یہ خبر اُس کاف توصیفی کی ہے اور آگے جو نثر ہے
ہے اُسکا فاعل وہی مصنف ہے حضرت پیر و مرشد صاحب عالم صاحب
کی خدمت عالی میں میرا سلام مسنون عرض کیجیے گا اور یہ عرض کیجیے گا کہ
آپ کے منشور[1] عطوفت کا جواب بانفراد[2] آپ کی خدمت میں پہونچے گا۔

صاحب عالم کے نام

پیر و مرشد اس مطلع و حسن مطلع کو کیا سمجھوں اور اس کا شکر کیونکر بجا لاؤں
خدا کی بندہ نوازیاں ہیں کہ مجھ ننگ آفرینش کو اپنے خاصان درگاہ سے بھلا
کہواتا ہے ظاہر اسیر سے مقدر میں یہ سعادت[3] عظمیٰ تھی کہ میں اس وبائے عام میں

---

[1] منشور عطوفت ۔ وہ فرمان شاہی جو لطف و کرم پر مبنی ہو ۱۲ [2] بانفراد تنہا ۱۲ [3] سعادت عظمیٰ بڑی سعادت ۱۲

جیتا بچ رہا اللہ اللہ ایسے کشتنی[1] و سوختنی کو یوں بچایا اور پھر اس رتبہ کو پہونچایا کبھی عرش کو اپنا نشیمن قرار دیتا ہوں اور کبھی بہشت کو اپنا پائیں باغ تصور کرتا ہوں واسطے خدا کے اور اشعار[2] نہ فرمائیے گا ورنہ بندہ دعوئ خدائی کہنے میں محابا[3] نہ کریگا کتاب افادت مآب پنج آہنگ نسخۂ لطیف تالیف شریف اسکے آگے غلام سے کچھ نہ پڑھا گیا مگر چودھری صاحب اور حضرت سید شاہ اسیر صاحب اور مولوی فضل احمد صاحب یہ تین اسم معلوم ہوے پھر بھی دوسرے اسم میں متردد ہوں کہ آیا میرا قیاس مطابق واقع ہے یا نہیں ہاں چودھری صاحب اور مولوی فضل احمد صاحب ان دونوں ناموں میں تردد باقی نہیں معہذا یہ نہ سمجھا کہ مقصود کیا ہے اگر پنج آہنگ مطلوب ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ میرا ایک نسبی بھائی ہے نواب ضیاء الدین خاں سلمہ اللہ تعالی وہ میری نظم و نثر کو فراہم کرتا رہتا تھا چنانچہ مجمع نثرین اور کلیات نظم فارسی اور کلیات نظم اُردو سب نسخے اُس کے کتبخانہ میں تھے وہ کتاب خانہ کہ ڈر کر عرض کرتا ہوں بیس ہزار روپیہ کی مالیت کا ہوگا لُٹ گیا ایک ورق نہیں رہا ہاں چھاپے کی پنج آہنگیں اب بھی بکتی ہیں اور معیوب بدو عیب ہیں ایک یہ کہ جو بعد انطباع[4] از قسم نثر تحریر ہوا ہے وہ اس میں نہیں دوسرے یہ کہ کاپی نویس نے وہ اصلاح میری نثر کو دی ہے کہ میرا جی جانتا ہے اگر کہوں کوئی سطر غلطی سے خالی نہیں تو اغراق[5] ہے بے مبالغہ یہ ہے کہ کوئی صفحہ

---

[1] کشتنی - قابل کشتن - سوختنی - قابل سوختن ۱۲ [2] اشعار - خبر دینا ۱۲ [3] محابا - خوف ۱۲ -
[4] انطباع - طبع ہونا چھپ جانا ۱۲ [5] اغراق مبالغہ کی ایک قسم ۱۲ -

اغلاط سے خالی نہیں بہر حال اگر فرمائیے تو لے کر بھیجدوں مخدوم زادہ ہائے والا تبار میں پہلا نام سمجھ میں نہیں آیا مگر پہلے اُن کی خدمت میں اور پھر حضرت سید مقبول عالم کی خدمت میں سلام مسنون اور اشتیاق روز افزوں عرض کرتا ہوں

شاہ چودھری عبدالغفور کے نام

میرے مشفق کو میرا سلام پہونچے دونوں مخمس بعد اصلاح پہونچتے ہیں انشاء اصلاح سمجھ لیجیے سید عالی نسب و سرور والا حسب یہ افتتاح کلام اور ابتدائے خطاب کے درخور نہ تھا مصرعۂ ثالث اس کی جگہ رکھدیا گیا دوسرے بند کی دو طرح پر تخمیس[1] ہے دونوں بے عیب ہیں اور مزید لطف کسی میں نہیں جن مصرعوں کو چاہو رہنے دو گذشت از افلاک و از افلاک گذشت ایک فارسی رہا اور دوسرا ہندی حضرت نے دونوں فارسی میں لکھے تھے ندامت فعل پر مرتب ہوا کرتی ہے ترجمہ اس کا پشیمانی حضرت یوسف کو ندامت کیوں ہو مگر خجالت اس کا ترجمہ شرمندگی آپ غور کیجیے کہ ندامت اور خجالت میں کتنا فرق ہے جہاں آپ نے عرق ریز ندامت لکھا وہ محل خجالت کا تھا آپ نے ندامت کیوں لکھا بہر حال وہ مصرعہ تو بدل گیا لیکن اطلاع ضرور تھی طرح بفتح اول و سکون ثانی بمعنی فریب ہے اور تصویر کے خاکے کو بھی کہتے ہیں اور بمعنی آسائش دنیا بھی

---

[1] تخمیس۔ مخمس کرنا ۱۲

مجاز ہے مرادف طرز روش بھی طرح ہے بفتحتین اسکا تفرقہ منظور رہا کرے نسیم تخلص اچھا ہے اگر کوئی یہ کہے کہ نسیم مؤنث ہے جواب اُس کا یہ ہے کہ جرأت اور وحشت اور ایسے بہت تخلص ہیں کہ وہ مؤنث ہیں باایں ہمہ اگر بدلا چاہیے تو اس کا ہموزن سلام و سلیم اور خیال بھی ہے اس میں سے جو پسند آئے آپ کے عم عالیمقدار اور آپ کے بزرگ آموزگار کو میرا سلام پہونچے ۔

یہاں سے روئے سخن حضرت پیر و مرشد صاحب عالم کی طرف ہے پیر و مرشد کی خدمت میں سلام اور مرشد زادوں کی جناب میں دعائے طول عمر و دوام دولت پہونچا کر یہ عرض کرتا ہوں کہ واقعی حضرت شاہ عالم کا عنایت نامہ آیا تھا اور میں اس کا جواب بھیج چکا ہوں عجب ہے کہ حضرت کی تحریر میں جہاں اُن کے خط کا ذکر تھا وہاں میرے خط کا مذکور نہ تھا اور ان سطور کی تحریر کے بعد اپنے خط کا پہونچنا گمان نہیں کر سکتا میں اُس میں ان کو یہاں کا حال لکھ چکا ہوں پنج آہنگ آپ نے لی دیوان فارسی آپ کے پاس ہے مگر یوں سمجھیے کہ یہ دونوں ناتمام ہیں اور اب کہیں سے اُس کا اتمام ممکن نہیں خیر جو کچھ ہے غنیمت ہے دستنبو میں نے نذر کی ہے مہر نیم روز معلوم نہیں آپ کے پاس ہے یا نہیں خلاصہ یہ کہ شعر کو مجھ سے اور مجھ کو شعر سے ہرگز نسبت باقی نہیں رہی اس فتنہ فساد کے بعد ایک قصیدہ جو دستنبو میں ہے اور ایک قصیدہ نواب لفٹنٹ گورنر بہادر غرب و شمال کی مدح میں اور ایک قصیدہ نواب لفٹنٹ گورنر بہادر پنجاب کی مدح میں اور دو بیت کا ایک قطعہ اور ایک رباعی اس نظم کے سوا اگر کچھ لکھا ہو تو مجھ سے قسم لیجیے ۔ قطعہ

بآدم زن بشیطان طوق لعنت + سپردند از رہ تکریم و تذلیل + ولیکن در اسیری طوق آدم + گراں تر آمد از طوق عزازیل + رباعی دنیا ہیچ ست و شادی و غم ہیچ ست + ہنگامہ شور و بزم ماتم ہیچ ست + رو دل بیکے دہ کہ دو عالم ہیچ ست + ایں نیز مگو کہ ازیں ہم ہیچ ست + اس واماندگی کے دنوں میں چھاپہ کی برہان قاطع میرے پاس تھی اسکو میں دیکھا کرتا تھا ہزارہا لغت غلط ہزارہا بیان لغو عبارت پوچ اشارات پادر ہوا میں نے سو دو سو لغت کے اغلاط لکھ کر ایک مجموعہ بنایا ہے اور قاطع برہان اُس کا نام رکھا ہے چھپوانے کا مقدور نہ تھا مسودہ کاتب سے صاف کروالیا ہے اگر کہو تو بسبیل مستعار بھیجدوں تم اور چودھری صاحب اور جو اور سخن شناس اور منصف ہوں وہ اُسکو دیکھیں اور پھر میری کتاب میرے پاس پہونچ جائے

۱۹ چودھری عبدالغفور کے نام

میرے کرم فرما میرے شفیق شعر شرط اسلام بود ورزش ایمان بالغیب + اے تو غائب ز نظر مہر تو ایمان منست + آپ کے اس خط کا جواب بعد لکھنے اس شعر کے منحصر اس التماس پر ہے کہ میری طرف سے تحریر جواب خط میں کبھی تقصیر نہ ہوگی لیکن اغلب اور اکثر ابتدا بہ تحریر نہ ہوگی یہ خط ناچار از روے

---

۱ آدمؑ کو از راہ تکریم زن دی گئی اور شیطان کو از راہ تذلیل طوق لعنت دیا گیا۔ مگر حالت قید میں آدمؑ کا طوق شیطان کے طوق لعنت سے زیادہ وزنی رہا ۱۲ ۲ اسلام کی شرط میں ایمان بالغیب قبول کرنا ہے۔ اے وہ شخص کہ تو میری نظر سے غائب ہے تیری محبت میرا ایمان ہے ۱۲۔

اضطرار واپس بھیجتا ہوں واسطے خدا کے میرے پیرومرشد کے ارشادات کو ایک اور کاغذ پر اپنے ہاتھ سے نقل کر کے جلد بھیجیے تاکہ مجھ بدنصیب کو معلوم ہو کہ حضرت نے کیا لکھا ہے جناب چودھری صاحب غلام رسول کی خدمت میں سلام نیاز اُستاد شیخ عطا حسین کی جناب میں سلام

بنامِ چودھری عبدالغفور کے نام

میرے شفیق دلی کو میرا سلام پہونچے کل انشا کا پارسل پہونچا اور آج خط انشا کا نام بہارستان اور اب آپ کا تخلص سرور بہارستان مضاف اور سرور مضاف الیہ بہارستان سرور اچھا نام ہے قطعہ کا وعدہ نہیں کرتا کسواسطے کہ اگر بے وعدہ پہونچ جائے گا تو لطف زیادہ دے گا اور اگر نہ پہونچیگا تو محل شکایت نہ ہوگا رفع فتنہ وفساد اور بلاد میں مسلم یہاں کوئی طرح آسائش کی نہیں ہے اہل دہلی عموماً بُرے ٹھہر گئے یہ داغ اُن کی جبین حال سے مٹ نہیں سکتا میں اموات[۱] میں مُردہ شعر کیا کہے گا غزل کا ڈھنگ بھول گیا معشوق کس کو قرار دوں جو غزل کی روش ضمیر میں آوے رہا قصیدہ ممدوح کون ہے ہاے انوری گویا میری زبان سے کہتا ہے **شعر**[۲] اے دریغا نیست ممدوحے سزاوار مدیح ÷ اے دریغا نیست معشوقے سزاوار غزل ÷ گورنمنٹ کے دربار میں ہمیشہ سے میری طرف سے قصیدہ نذر گزرتا ہے اشرفیاں نہیں

---

[۱] مردہ لوگوں میں ۱۲ [۲] افسوس کہ کوئی ممدوح مدح کے قابل نہیں اور کوئی معشوق سزاوار غزل باقی نہیں ۱۲۔

اور خلعت ریاست دودمانی[1] کا سات پارچہ اور تین رقم جیغہ[2] سر پیچ مالائے مروارید مجھ کو ملا کرتا ہے اب نواب گورنر جنرل بہادر یہاں آتے ہیں دربار میں بلائے جانے کی توقع نہیں پھر کس دل سے قصیدہ لکھوں صناعت[3] شعر اعضاء و جوارح کا کام نہیں دل چاہیے دماغ چاہیے ذوق چاہیے اُمنگ چاہیے یہ سامان کہاں سے لاؤں جو شعر کہوں کھنڈکیوں کہوں چونسٹھ برس کی عمر ولولۂ شباب کہاں رعایت فن اُسکے اسباب کہاں انا للہ وانا الیہ راجعون پیر و مرشد کو سلام نیاز پہونچے کف الخضیب صور جنوبی میں سے ایک صورت ہے اُس کے طلوع کا حال مجھ کو کچھ معلوم نہیں اختر شناسان ہند کو اس کا کچھ حال معلوم نہیں اور ان کی زبان میں اس کا نام بھی یقین ہے کہ نہ ہوگا قبول دعا وقت طلوع منجملہ مضامین شعری ہے جیسے کتان کا پرتو ماہ میں پھٹ جانا اور زمرد سے افعی کا اندھا ہونا آصف الدولہ نے افعی تلاش کر کر منگوایا اور قطعات زمرد اُسکے محاذی[4] چشم رکھے کچھ اثر ظاہر نہ ہوا ایران و روم و فرنگ سے انواع کپڑے منگائے چاندنی میں پھیلائے مسکا بھی نہیں تحویل آفتاب بہ حمل کے باب میں موٹی بات یہ ہے کہ ۲۲۔ مارچ کو واقع ہوتی ہے کبھی ۲۱۔ کبھی ۲۳۔ آپڑتی ہے اس سے تجاوز نہیں رہا جامع وقت تحویل درست کرنا بے کتب فن اور مبلغ علم ممکن نہیں میرے پاس یہ دونوں باتیں نہیں نبیت ندانم[5] کہ گیتی چساں میرود بجز نیک و چہ بد ہر چہاں میرود میں تو اب دن و شب

---

[1] دودمانی خاندانی ۱۲ [2] جیغہ ایک مرصع زیور جو دستار وغیرہ پر لپیٹتے ہیں ۱۲ [3] صناعت شعر یعنی شعر کہنا ۱۲

[4] محاذی بمقابل ۱۲ [5] مجھے معلوم نہیں کہ دنیا کسطرح پر چل رہی اور دنیا میں اچھا برا کیا ہو رہا ہے ۱۲

اس فکر میں ہوں کہ زندگی تو یوں گذری اب دیکھیے موت کیسی ہو شعر عمر بھر دیکھا کیے مرنے کی راہ * مر گئے پر دیکھیے دکھلائیں کیا * میرا ہی شعر ہے اور میرے ہی حسب حال ہے سکہ کا وار تو مجھ پر ایسا چلا جیسے کوئی چھرا یا کوئی گزاب کس سے کہوں کس کو گواہ لاؤں یہ دونوں سکے ایک وقت میں کہے گئے ہیں یعنی جب بہادر شاہ تخت پر بیٹھے تو ذوق نے یہ دو سکے کہکر گذرانے بادشاہ نے پسند کیے مولوی محمد باقر جو ذوق کے معتقدین میں تھے اُنھوں نے دلی اُردو اخبار میں یہ دونوں سکے چھاپے اس سے علاوہ اب وہ لوگ موجود ہیں کہ جنھوں نے اُس زمانہ میں مرشد آباد اور کلکتہ میں یہ سکے سنے ہیں اور اُن کو یاد ہیں اب یہ دونوں سکے سرکار کے نزدیک میرے کہے ہوے اور گزرانے ہوے ثابت ہیں۔ ہر چند قلمرو ہند میں دلی اُردو اخبار کا پرچہ ڈھونڈھا کہیں ہاتھ نہ آیا یہ دھبا مجھ پر رہا پنشن بھی گئی اور وہ ریاست کا نام و نشان خلعت و دربار بھی مٹا خیر جو کچھ ہوا چونکہ موافق رضائے الٰہی کے ہے اسکا گلہ کیا شعر[1] جو پی جنبش سپہر بفرمان داورست * بیداد نبود آنچہ با آسماں دہر * یہ تحریر بطریق حکایت ہے نہ بسبیل شکایت گویند[2] از ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ پرسش رفت کہ چہ حال داری فرمود کدام حال خواہد بود کسے را کہ خدا از وے فرض طلبد و پیمبر سنت زن نان خواہد و ملک الموت جان قصہ مختصر اب زیست

---

[1] جب آسمان کی گردش حکم الٰہی سے ہے۔ تو آسمان سے جو مکروہات ہم کو پہونچتے ہیں وہ قابل شکایت نہیں اور انکو ظلم نہ سمجھنا چاہیے ۱۲ [2] کہتے ہیں کہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا کہ آپ کا کیا حال ہے اُنھوں نے فرمایا اُس شخص کا کیا حال ہو گا جس سے خدا فرض اور پیغمبر سنت بیوی نان و نفقہ اور فرشتہ موت جان مانگتا ہے ۱۲

بامید مرگ ہے قاطع برہان چودھری صاحب کی نثر کے اجزا کے ساتھ بھیجا جائے گا بمقابلہ برہان قاطع منطبعہ دیکھا جائے اور بے حیف و بے میل از راہ انصاف دیکھا جائے مرشد زادوں کو سلام مسنون اور دعائے افزونی عمر و دولت پہونچے

چودھری عبد الغفور کے نام

میرے شفیق آپ کا خط آیا اور اُس کے آنے نے تمہاری رنجش کا وسوسہ میرے دل سے مٹایا ایک قاعدہ آپ کو بتاتا ہوں اگر اُس کو منظور کیجیے گا تو خطوط کے نہ پہونچنے کا احتمال اُٹھ جائے گا اور رجسٹری کا دردِ سر جاتا رہے گا آدھ آنہ نہ سہی ایک آنہ سہی خط بیرنگ بھیجا کیجیے اور میں بھی بیرنگ بھیجا کروں اسٹامپ پیڈ خطوط تلف بھی ہوتے ہیں اس قاعدہ کا جیسا کہ میں واضع[1] ہوا ہوں بادی[2] بھی ہوا اور یہ خط بیرنگ بھیجا پنشن جاری ہو گئی تین برس کا چڑھا ہوا روپیہ مل گیا بعد ادائے قرض [illegible] بچے اب ماہ بماہ روپیہ ملتا ہے مگر یہی تین مہینے ستمبر اکتوبر نومبر ملیں گے دسمبر ۱۸۶۲ء سے تنخواہ ششماہی ہو جائے گی اس سے بڑھ کر یہ بات ہے کہ چار روپیہ سیکڑا سالانہ عموماً وضع ہوا کرے گا اس حساب سے میرے حصہ میں اڑھائی روپیہ مہینا آیا [illegible] کے ساتھ رہیں گے کچھ رامپور سے ماہ بماہ آتا ہے یہ دونوں آمدنی ملکر خوش و ناخوش گذارہ ہوا جاتا ہے

---

[1] واضع۔ وضع کرنے والا۔ نکالنے والا ۱۲، [2] بادی شروع کرنے والا ۱۲۔

یہاں شہر ڈھہ رہا ہے بڑے بڑے بازار نامی خاص بازار اور اردو بازار اور خانم کا بازار کہ ہر ایک بجائے خود ایک قصبہ تھا اب پتا بھی نہیں صاحب امکنہ[۵۱] اور دکاکین[۵۲] نہیں بتا سکتے کہ ہمارا مکان کہاں تھا اور دکان کہاں تھی برسات بھر مینہ نہیں برسا آب تیشہ[۵۳] و کلند[۵۴] کی طغیانی سے مکانات گر گئے غلہ گراں ہے موت ارزاں ہے میوہ کے مول اناج بکتا ہے ماش کی دال ۸ سیر باجرا ۱۲ سیر گیہوں ۱۳ سیر چنا ۱۶ سیر گھی ۱½ سیر ترکاری مہنگی ان سب باتوں سے بڑھکر یہ بات ہے کہ کنوار کا مہینا جسے جاڑے کا دوار کہتے ہیں پانی گرم دھوپ تیز روز لوں چلتی ہے جیٹھ اساڑھ کی سی گرمی پڑتی ہے حضرت رفعت درجت جناب صاحب عالم کی خدمت میں دوستانہ سلام اور مردانہ بندگی بانکسار تمام عرض کرتا ہوں حضرت کو کس راہ سے میرے آنے کا انتظار ہے میں نے مرشد زادہ کے خط میں کب اپنا عزم لکھا یا کس نے آپ سے میری زبانی کہا کہ آپ روز روانگی کے تقرر سے اطلاع چاہتے ہیں ہاں آپ کی قدمبوسی کی تمنا اور انوار الدولہ کے دیدار کی آرزو حد سے زیادہ ہے اور ایسا جانتا ہوں کہ یہ آرزو گور میں لیجاؤں گا تنخواہ کے اجرا کا حال اور مستقبل میں اسکے وصول کی صورت اُن سطروں سے جو آغاز مکتوب میں چودھری عبد الغفور صاحب کی خدمت میں لکھی گئی ہیں مع روداد شہر معلوم کر لیجیے گا لالہ گوبند پرشاد صاحب ہنوز میرے پاس

---

[۵۱] امکنہ جمع مکان ۱۲ [۵۲] دکاکین جمع دکان ۱۲ [۵۳] تیشہ - پیالا مراد پھاوڑا ۱۲
[۵۴] کلند - گیتی زمین کھودنے کا ایک آلہ ۱۲ -

نہیں آئے میں دنیا دار نہیں فقیر خاکسار ہوں تواضع میری خو ہے انجاح[1] مقاصد
خلق میں حتی الوسع کمی کروں تو ایمان نصیب نہ ہو انشاء اللہ العزیز وہ فقیر سے
راضی و خوشنود رہیں گے جناب مستطاب حضرت محمد امیر صاحب کی خدمت
میں بعد سلام نیاز یہ گذارش ہے کہ میرے پاس حضرت کا سلام پیام سوائے
ایک بار کے کبھی نہیں پہونچا اب ان سطور کو اپنا ذریعۂ افتخار سمجھا اور نوید[2]
مقدم مبارک سے بہت خوش ہوا یہ جو خانہ کوچی[3] اور گریز پائی[4] اور بے اطمینانی
کا آپ کو مجھ پر گمان اور اس کا رنج ہے یہ کسی نے خلاف واقع آپ سے کہا ہے
میں مع زن و فرزند ہر وقت اسی شہر میں قلزم[5] خون کا شناور[6] رہا ہوں دروازہ
سے باہر قدم نہیں رکھا نہ پکڑا گیا نہ نکالا گیا نہ قید ہوا نہ مارا گیا کیا عرض کروں کہ
میرے خدا نے مجھ پر کیا عنایت کی اور کیا نفس مطمئنہ بخشا جان و مال و آبرو
میں کسی طرح کا فرق نہیں آیا تنخواہ جسکو حضرت نے یومیہ لقب دیا ہے اُسکا
حال اوپر کی تحریر سے دریافت ہوگا فقیر کو اپنا دوست اور معتقد اور مشتاق
تصور فرمائیے گا مرشد زادہ مرتضوی دودمان سید شاہ عالم کو سلام و دعا
ڈپٹی صاحب سے مجھ سے ملاقات کثرت سے نہیں ہے اُن کو کثرت اشغال
سے فرصت نہیں مجھ کو افراط ضعف سے طاقت نہیں اگر بحسب اتفاق کہیں

---

[1] انجاح۔ حاجت روا کرنا ۱۲ [2] نوید مقدم۔ خبر تشریف آوری ۱۲ [3] خانہ کوچی۔ گھر سے کوچ کرنا ۱۲ [4] گریز پائی۔ بھاگ جانے کی عادت۔ بھاگ جانا ۱۲ [5] قلزم۔ ایک موضع کا نام جو کنار دریا پر آباد ہے اور یہ دریا اسی موضع کی طرف منسوب اور اسی نام سے موسوم ہے ۱۲ [6] شناور۔ پیراک ۱۲۔

ملاقات ہو گئی تو آپ کا سلام کہہ دوں گا۔ آپ اپنے اخوان عالیشان کو میرا سلام پہونچا دیجیے گا۔ مصرعہ۔ بندۂ شاہ شمائیم و ثنا خوان شما۔[۵۱]

[۲۲] چودھری عبد الغفور کے نام

میرے مشفق چودھری عبد الغفور صاحب اپنے خط اور قصیدہ بھیجنے کا مجھ کو شکر گزار اور قصیدۂ سابق کی اب تک اصلاح نہ پانے سے شرمسار تصور فرمائیں اور ان دونوں قصیدوں کے باہم پہونچنے کا انتظار کریں۔ شعر نوید وصل و ہم مید ہد ستارہ شناس[۵۲] ۔ نکردہ ژرف نگاہے مگر در اختر من۔

تحقیق کہ اب روئے سخن جناب فیض نصاب جامع مدارج جمع الجمع بزم وحدت کے فرد زندہ شمع مستغرق مشاہدۂ شاہد ذات حضرت صاحب عالم صاحب قدسی صفات کی طرف ہے اور یہ شعر افتتاح کلام ہے پہلے کچھ باتیں کہ بادی النظر میں خارج بحث معلوم ہوں گی لکھی جاتی ہیں میں پانچ برس کا تھا کہ میرا باپ مرا نو برس کا تھا کہ چچا مرا اس کی جاگیر کے عوض میرے اور میرے شرکائے حقیقی کے واسطے شامل جاگیر نواب احمد بخش خاں دس ہزار روپے سال مقرر ہوئے اُنھیں نے نہ دیے مگر تین ہزار روپیہ سال اُس میں سے خاص میری ذات کا حصہ ساڑھے سات سو روپیہ سال میں نے سرکار انگریزی میں یہ غبن ظاہر کیا

---

[۵۱] آپ کے شاہ کے ہم غلام ہیں اور آپ کے مداح ہیں ۱۲ [۵۲] نجومی مجھے اُسکے وصل کی خوشخبری سنا رہا ہے گو اُسنے میرے ستارہ پر گہری نگاہ نہیں ڈالی ہے ۱۲۔

کولبرک صاحب بہادر رزیڈنٹ دہلی اور اسٹرلنگ صاحب بہادر سکرتر گورنمنٹ کلکتہ متفق ہوے میرا حق دلانے پر رزیڈنٹ معزول ہو گئے سکرتر برگ ناگاہ مر گئے بعد ایک زمانہ کے بادشاہ دہلی نے پچاس روپیہ مہینہ مقرر کیا اُن کے ولیعہد نے چار سو روپیہ سال ولیعہد اس تقرر کے دو برس کے بعد مر گئے واجد علی شاہ بادشاہ اودھ کی سرکار سے بصلۂ مدح گستری پانسو روپیہ سال مقرر ہوے وہ بھی دو برس سے زیادہ نہ جیے یعنی اگرچہ اب تک جیتے ہیں مگر سلطنت جاتی رہی اور تباہی سلطنت دو ہی برس میں ہوئی دہلی کی سلطنت کچھ سخت جان تھی سات برس مجھ کو روٹی دے کر بگڑی ایسے مربی کش اور محسن سوز کہاں پیدا ہوتے ہیں اب میں جو والی دکن کی طرف رجوع کروں یاد رہے کہ متوسط[1] یا مر جائے گا یا معزول ہو جائے گا اور اگر یہ دونوں امر واقع نہ ہوے تو کوشش اُس کی ضائع جائے گی اور والی شہر مجھ کو کچھ نہ دے گا اور احیاناً اگر اُس نے سلوک کیا تو ریاست خاک میں مل جائے گی اور ملک میں گدھے کے ہل پھر جائیں گے اے خداوند بندہ پرور یہ سب باتیں وقوعی اور واقعی ہیں اگر ان سے قطع نظر کر کے قصیدہ کا قصد کروں قصد تو کر سکتا ہوں تمام کون کرے گا سوا اے ایک ملکہ کے کہ وہ پچاس پچپن برس کی مشق کا نتیجہ ہے کوئی قوت باقی نہیں رہی کبھی جو سابق کی اپنی نظم و نثر دیکھتا ہوں تو یہ جانتا ہوں کہ یہ تحریر میری ہے مگر حیران رہتا ہوں کہ میں نے یہ نثر کیونکر لکھی تھی اور کیونکر یہ شعر کہے تھے عبدالقادر

---

[1] متوسط - درمیانی آدمی سے مراد ہے ۱۲

بیدل کا یہ مصرعہ گویا میری زبان سے ہے مصرعہ عالم ہمہ افسانۂ ما دارد و ما ہیچ،
پایانِ عمر[2] ہے دل و دماغ جواب دے چکے ہیں سو روپیہ رامپور کے ساٹھ روپیہ
پنشن کے روٹی کھانے کو بہت ہیں گرانی اور ارزانی امور عامہ سے ہے
دنیا کے کام خوش و ناخوش چلے جاتے ہیں قافلہ کے قافلہ آمادۂ رحیل ہیں دیکھو
منشی نبی بخش مجھ سے عمر میں چھوٹے تھے ماہ گذشتہ میں گذر گئے مجھ میں قصیدہ
کے لکھنے کی قدرت کہاں اگر ارادہ کروں تو فرصت کہاں قصیدہ لکھوں
آپ کے پاس بھیجوں آپ دکن کو بھیجیں متوسط کب پیش کرنے کا موقع پائے
پیشگی پر کیا پیش آئے ان مراحل کے طے ہونے تک میں کیوں جیونگا انا للہ[3]
وانا الیہ راجعون لا الہ الا اللہ و لا معبود الا اللہ و لا موجود الا اللہ کان اللہ و
لم یکن معہ شیئاً و اللہ الآن کما کان

۲۳ صاحب عالم کے نام

بعد حمد خدا و نعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم پہلے قبلہ روح و روان
جناب صاحب عالم صاحب کو بندگی اور حضرت مقبول عالم کی شادی کی
مبارکباد کیا عرض کروں کہ میرا کیا حال ہے اضمحلال قوی[4] کا حال مختصر یہ ہے

۱؎ ساری دنیا ہماری کہانی کہہ رہی ہے اور ہم کچھ بھی نہیں ۱۲ ۲؎ مراد آخر عمر ۱۲ ۳؎ یقینی سب
چیزیں خدا کے لیے ہیں اور اسی طرف لوٹیں گی سوائے خدا کے کوئی خدا نہیں اور سوائے اللہ کے دو
کوئی معبود نہیں اور سوائے اللہ کے کوئی موجود نہیں خدا تھا اور اس کے ساتھ کوئی شے نہ تھی اور
خدا اب بھی ویسا ہی ہے جیسا تھا ۱۲ ۴؎ انحلال قوی۔ قوتوں کا ضعیف اور مضمحل ہونا ۱۲۔

کہ اگر کوئی دوست ایسا کہ جس سے تکلف کی ملاقات ہے آجائے تو اُٹھ بیٹھتا ہوں ورنہ پڑا رہتا ہوں جو کچھ لکھنا ہوتا ہے وہ بھی اکثر لیٹے لیٹے لکھتا ہوں آج دوپہر کو میر عبدالعزیز صاحب آئے میں بے کلاہ و بیرہن پلنگ پر لیٹا ہوا تھا اُن کو دیکھ کر اُٹھا مصافحہ کیا اُنھوں نے جناب شاہ عالم کا خط مع مسودات اشعار دیا اور فرمایا کہ پرسوں جاؤں گا عرض کیا گیا کہ کل آخر روز آپ تشریف لاویں خط کا جواب اور اصلاحی مسودہ لے جائیں وہ تشریف لے گئے میں لیٹ رہا دن کے سونے کی عادت نہیں ہے جی میں کہا آ دبیکار کیوں رہو خط کا جواب آج لکھ رکھو اُٹھے کون تکیہ کھولے کون لڑکوں کی دوات قلم مونڈھے پر پلنگ کے پاس رکھ لی ادب مقتضی اس کا ہوا کہ آغاز نامہ بنام اقدس ہو حضرت نسخۂ قاطع برہان تیسری چوتھی نظر میں مکمل ہو کر مسودات ایک کاتب کے حوالہ ہوے آٹھ جزو لکھے گئے کم و بیش دو جزو باقی ہیں پرسوں تک آجائیں گے بعد اُس کے اُسکے انطباع کی فکر ہو گی جب وہ عزیمت[۱] امضا پذیر ہو جائے گی حضرت کی نظر سے بھی شرف پائے گی حضرت سید عالم کو نیاز خورشید عالم کو سلام چودھری صاحب کو نہ نیاز نہ سلام صرف یہ پیام کہ ہم تمھارے خط کو مفرح روح سمجھتے تھے باتوں کا مزہ ملتا تھا خیر و عافیت معلوم ہو جاتی تھی وہ وظیفۂ روحانی منقطع کیوں ہوا صاحب یہ روش اچھی نہیں گاہ گاہ ارسال رسائل کا طور بنا رہے

---

[۱] جب وہ ارادہ پورا ہو گا ۱۲۔

۲۴۔ چودھری عبدالغفور کے نام

حضرت چودھری صاحب عنایت نامہ سابق بیت تھا تو خط پر نہ تھا جواب طلب۔ کوئی اُس کا جواب کیا لکھتا۔ آج دوپہر کو یہ خط پہونچا آج ہی آخر روز جواب لکھ کر رکھ چھوڑتا ہوں کل صبح کو بشرط حیات ڈاک میں بھجوادونگا قاطع برہان کے مجلدات جو بموجب توقیع خریداری میری ملک ہیں وہ اول جولائی میں میرے پاس اور اُن میں سے دو مجلد آخر جولائی میں آپ کے پاس پہونچیں گے ایک آپ رہنے دیں گے اور ایک پیر و مرشد کی نذر کریں گے انشاءاللہ العلی العظیم شعر حبذا فیض تعلق معجز کلکش نگر۔ گر بود صد سالہ رہ پیش نظر باشد ہماں۔ یہ شعر مولانا نورالدین ظہوری رحمۃ اللہ علیہ کا ممدوح کی خوشنویسی کی تعریف میں ہے مبالغہ سرحد تبلیغ اور غلو کو پہونچ گیا ہے خلاصہ یہ کہ اس کا لکھا ہوا قطعہ یا کوئی عبارت سو برس کی راہ پر سے آدمی کو نظر آتا ہے وجہ اس کی یہ کہ حرف بہت روشن صاف و جلی ہیں اور چونکہ یہ امر بحسب عادت و عقل ممتنع ہے اس رو سے اس کو معجزۂ قلم کہا اور چونکہ معجزہ خرق عادت ہے اور خرق عادت[۱] ایک امر ہے مسلمات جمہور میں سے پس منکر کو گنجائش انکار نہ رہی یہاں یہ خیال آئے گا کہ فیض تعلق بیکار رہتا ہے میں کہتا ہوں کہ وہ حسن الہام ہے یعنی نگاہ کو از انجا کہ باصرہ مشتاق حسن ہے اُس خط سے وہ تعلق بہم پہونچا ہے کہ اگر وہ خط سو برس کی راہ پر ہو تو بھی نگاہ اُس سے

---

[۱] خرق عادت۔ خلاف عادت ۱۲

متعلق رہتی ہے جیسے طائر کو اپنا آشیانہ اور مسافر کو اپنا وطن اور عاشق کو معشوق کا خد و خال مسافت بعیدہ سے پیش نظر رہتا ہے چاہو ایک معلول کی دو علت سمجھو فیض تعلق مذکور اور حسن خط مقدر چاہو فیض تعلق کو ادعا کہو اور حسن خط جو تقدیر میں ہے اُسکو سبب سمجھو تعلق کا او رمو کد جانو ادعا کا ستو دعوی کے واسطے دلیل موضوع ہے ادعا کو دلیل ضرور نہیں ہے ہاں ادعا پر تاکید طریقہ بلاغت ہے یہ لطافت معنوی خاص اس بزرگ کے حصہ میں آئی ہیں میں جانتا ہوں مشتری اور عطارد نے مل کر ایک صورت پکڑی تھی اُسکا اسم نور الدین اور تخلص ظہوری تھا اللہ اللہ فرماتا ہے **شعر** مروت کرد شہابر تو سیر بام و در لازم + نمی باشد چراغے خانہای بینوایاں را + ظہوری کا ممدوح اور معشوق ایک ہے یعنی سلطان جلیل القدر ابراہیم عادل شاہ پادشاہوں کے منظر بلند ہوتے ہیں اور کیا بعید ہے کہ رعایا ملازمین میں سے کچھ لوگ زیر قصر رہتے ہوں اس واسطے بادشاہ دن کو اُس منظر بلند پر نہیں چڑھتا کہ مبادا رعیت یا ملازموں کی جورو بیٹیاں نظر آئیں رات کو اُنکے گھر تاریک ہوتے ہیں اگر کوئی بلند مکان پر چڑھا تو کچھ نظر نہ آئے گا یہ مدح ہوئی عفت کی اور عفت ایک فضیلت ہے فضائل اربعہ میں سے اب ابہام کو سوچیے ممدوح نے راتوں کو کوٹھے پر چڑھنا اپنے اوپر لازم کیا ہے اس واسطے کہ اُن کے گھروں میں چراغ نہیں اگر کسی کو کسی کپڑے میں پیوند لگانا یا کوئی چمڑے کی چیز گانٹھنی یا کسی مریض کا تفحص حال منظور ہو تو وہ گھر اس ممدوح کے پرتو جمال سے روشن ہو جائے چراغ کی حاجت باقی نہ رہے جو کام جو

شخص چاہے وہ کہے نے مروت کے لفظ کا مزہ وجدانی ہے سوائے اس لفظ کے کوئی لفظ یہاں کام نہیں آتا اگر حفظ ناموس رعایا ہے تو مروت ہے اور اگر مفلسوں کی کار برآری ہے تو مروت ہے قالب معنی کی جان ہے ظہوری ناطقہ کی سرافرازی کا نشان ہے ظہوری زیادہ کیا لکھوں

۲۵ چودھری عبدالغفور کے نام

جناب چودھری صاحب کو سلام پہونچے آپ نے اپنے مزاج کی ناسازی کا حال کچھ نہ لکھا اگر پیر و مرشد بھی نہ لکھتے تو میں کیونکر اطلاع پاتا اور اگر اطلاع نہ پاتا تو حصول صحت کی دعا کیونکر مانگتا کل سے وقت خاص میں میں دعا مانگ رہا ہوں یقین ہے کہ پہلے تم تندرست ہو جاؤ گے ازاں بعد یہ خط پاؤ گے اکثر صاحب اطراف و جوانب سے ماہ نیم ماہ کے بھیجنے کا حکم بھیجتے ہیں اور میں جی میں کہتا ہوں کہ جب مہر نیمروز کی عبارت کو نہیں سمجھے تو ماہ نیم ماہ کو لیکر کیا کریں گے صاحب مہر نیمروز کے دیباچہ میں میں نے لکھ دیا ہے کہ اس کتاب کا نام پرتوستان ہے اور اس کی دو مجلد ہیں پہلی جلد میں ابتداء خلقت عالم سے ہمایوں کی سلطنت تک کا ذکر دوسرے حصہ میں اکبر سے بہادر شاہ تک کی سلطنت کا بیان پہلے حصے کا نام مہر نیمروز دوسرے حصہ کا اسم ماہ نیم ماہ بارے پہلا حصہ تمام ہو اچھا پا گیا جا بجا پہونچا قصد تھا جلال الدین اکبر کے حالات کے لکھنے کا کہ امیر تمر تک کا نام و نشان مٹ گیا آں دفتر را گاؤ خورد و گاؤ را قصاب برد و قصاب در راہ مرد جو کتاب میں نے لکھی ہی نہ ہو وہ بھیجوں

کہاں سے پیر و مرشد کو میری بندگی اور صاحبزادوں کو دعا خداوند مجھے مارہرہ بلاتے ہیں اور میرا مقصد مجھے یاد دلاتے ہیں اُن دنوں میں کہ دل بھی تھا اور طاقت بھی تھی شیخ محسن الدین مرحوم سے بطریق تمنا یوں کہا گیا تھا کہ جی یوں چاہتا ہے کہ برسات میں مارہرہ جاؤں اور دل کھول کر اور پیٹ بھر کر آم کھاؤں اب وہ دل کہاں سے لاؤں طاقت کہاں سے پاؤں نہ آموں کی طرف وہ رغبت نہ معدہ میں اُتنے آموں کی گنجائش نہار منہ میں آم نہ کھاتا تھا کھانے کے بعد میں آم نہ کھاتا تھا رات کو کچھ کھاتا ہی نہیں جو کہوں بین الطعامین[1] آخر روز بعد ہضم معدی آم کھانے بیٹھ جاتا تھا بے تکلف عرض کرتا ہوں اتنے آم کھاتا تھا کہ پیٹ اپھر جاتا تھا اور دم پیٹ میں نہ سماتا تھا اب بھی کھاتا اُسی وقت ہوں مگر دس بارہ پیوندی آم اگر بڑے ہوئے تو پانچ سات۔
بیت دریغا[2] کہ عہد جوانی گذشت + جوانی مگو زندگانی گذشت + اس کے واسطے کیا سفر کروں مگر حضرت کا دیکھنا اُسکے واسطے متحمل رنج سفر ہوں تو جاڑے میں نہ برسات میں مصرعہ اے وائے ز محرومی دیدار دگر ہیچ +

۲۶ چودھری عبد الغفور کے نام

بندہ پرور بہت دن کے بعد پرسوں آپ کا خط آیا سرنامہ پر دستخط اور کے اور نام آپ کا پایا دستخط دیکھ کر مفہوم ہوا خط کے پڑھنے سے معلوم ہوا

لہ درمیان دونوں کھانوں کے۔ درمیانی ۱۲ ۔ ؏ افسوس کہ جوانی کا زمانہ گذر گیا جوانی نہ کہو زندگانی گذر گئی ۱۲۔

کہ تمھارے دشمن بعارضۂ تپ ولرزہ رنجور ہیں اللہ اللہ ضعف کی یہ شدت کہ خط کے لکھنے سے معذور ہیں خدا وہ دن دکھائے کہ تمھارا خط تمھارے دستخطی آئے سرنامہ دیکھ کر دل کو فرحت ہو خط پڑھ کر دونی مسرت ہو جبتک ایسا خط نہ آئیگا دل سودازدہ آرام نہ پائے گا قاصد ڈاک کی راہ دیکھتا رہوں گا جناب ایزدی میں سرگرم دعا رہوں گا آپ کے عم عالی مقدار اور بزرگ آموزگار کو میرا سلام مع صنوف[1] اشتیاق والوف[2] احترام جناب چودھری صاحب آؤ ہم تم حضرت صاحب عالم کے پاس چلیں اور اپنی آنکھیں اُن کے کف پائے مبارک سے ملیں میں سلام کروں گا تم معرف ہونا کہ غالب یہی ہے اہل دہلی میں آپ کے دیدار کا طالب یہی ہے میں نے عرض قدمبوسی کیا پیر و مرشد نے مجھے گلے لگایا فرماتے ہیں کہ غالب تو اچھا ہے عرض کرتا ہوں کہ الحمد للہ حضرت کا مزاج مقدس کیسا ہے ارشاد ہوا کہ مولوی سید برکات حسن تیری تعریف بہت کرتے رہتے ہیں جناب یہ اُن کی خوبیاں ہیں میں ایسا نہیں ہوں جیسا وہ کہتے ہیں کاش وہ میری رنجوری کا حال کہتے ضعف قویٰ و اضمحلال کہتے تاکہ میں اُن کے کلام کی تصدیق کرتا اُن کی غمخواری اور دردمند نوازی کا دم بھرتا

شعر در کشاکش ضعفم نگسلد رواں از تن + این کہ من نمی میرم ہم ز ناتوانیہاست[3] +

---

[1] صنوف جمع صنف ۔ یعنی طرح طرح کے اشتیاق ۱۲ [2] الوف جمع الف ۔ ہزارہا ۱۲ +

[3] ضعف اور کمزوری کی کشاکش میں میری جان قالب سے جدا نہیں ہوتی ۔ یہ جو میں مرتا نہیں ہوں یہ بھی کمزوری کی وجہ سے ہے ۱۲ ۔

حضرت نے میری گرفتاری کا نیا رنگ نکالا بوستان خیال کے دیکھنے کا دانہ ڈالا مجھ میں اتنی طاقت پرواز کہاں کہ بلا سے اگر پھنس جاؤں دام پر گر کے دانہ زمین پر سے اُٹھاؤں حضرت سچ تو یوں ہے کہ غمہائے روزگار نے مجھ کو گھیر لیا ہے سانس نہیں لے سکتا اتنا تنگ کر دیا ہے ہر بات سو طرح سے خیال میں آئی پر دل سے کسی طرح تسلی نہ پائی اب دو باتیں سوچا ہوں ایک تو یہ کہ جب تک جیتا ہوں یوں ہی رویا کروں گا دوسری یہ کہ آخر ایک نہ ایک دن مرونگا یہ صغریٰ اور کبرےٰ دلنشین ہے نتیجہ اس کا تسکین ہے یہاں شعر منحصر مرنے پر ہو جس کی امید ٭ نا اُمیدی اُسکی دیکھا چاہیے ۔ اجی حضرت شاہ عالم صاحب میرا سلام لیجیے کاغذ باقی نہیں رہا اپنے سب بھائیوں کو مع وزیر علی صاحب میرا سلام کہدیجیے گا ۔

۲۷ چودھری عبدالغفور کے نام

جناب چودھری صاحب سیاہی پھیکی کاغذ پتلا پیرو مرشد کی عبارت یک طرف آپ کی تحریر بھی مغشوش ہو گئی بہرا ہو گیا ہوں مگر حضرت بصر ہنوز باقی ہے تمھاری عبارت کا جو لفظ پڑھ لیا قرینہ سے محاورہ بھی معلوم ہو گیا حضرت کی تحریر کا ایک لفظ سوائے سعادت توام شاہ عالم کے اگر پڑھا گیا ہو تو دیدے پھوٹیں ایمان نصیب نہ ہو وہ خط بدستور آپ کے پاس واپس بھیجتا ہوں

۱؎ صغریٰ کبریٰ اصطلاحات منطق ۔ نتیجہ حاصل ۔ ان کا یعنی ہیں ہمیشہ روؤں گا اور اس سے مر جاؤں گا نتیجہ یہ ہوگا کہ تسکین ہو جائے گی ۱۲ ۔ ۲؎ مغشوش ۔ بکدر دھندلی خراب ۱۲ ۔

اردلی[1] سفید کاغذ پر حرف بحرف اس کی نقل کر کے پھر مجھے بھیج دیجیے تاکہ اُس کے جواب لکھنے میں سعادت حاصل کروں لیکن بہت جلد بہت جلد آپ کی نگارش سے اتنا دریافت ہو گیا کہ اب آپ اچھے ہیں الحمد للہ جناب ممتاز علی خان صاحب کہاں اور مارہرہ کہاں بہر حال میرا سلام

۲۸ چودھری عبد الغفور کے نام

چودھری صاحب شفق مکرم کو میرا سلام آپ کا خط کہ سوائے چند سطر کے جو تم نے لکھی تھی سراسر حضرت صاحب کا دستخطی تھا پہونچا سبحان اللہ حضرت کو کس قدر محبت ہے تمھارے ساتھ تمھاری ناسازی مزاج کا کیسا ملال اور تمھارے نہ دیکھنے کا کیسا رنج ہے سچ یوں ہے کہ تم خوبان روزگار میں سے ہو توقیع قبول اہل نظر کا حاصل ہونا آسان نہیں ہے سلامت رہو خوش رہو مختصر مصرعہ کارت[2] بجہاں جملہ چناں باد کہ خواہی۔

اب روئے سخن حضرت صاحب عالم کی طرف ہے خدمت خدام مخدوم خادم نواز میں بعد تسلیم معروض ہے تفقد نامہ نامی میں صورت ورود شرف نظر آئی اللہ اللہ تم نے میری نظر میں میری آبرو بڑھائی حضرت کی قدر دانی کی کیا بات ہے آپ کا التفات موجب مباہات[3] ہے یہ بات بطریق سلسلۂ زبان زبان پر آئی ہے ورنہ قدر دانی کیسی یہ قدر افزائی ہے نظیری علیہ الرحمۃ کا شعر ایک کاغذ پر

---

[1] وہ موٹا بانس کا بنا ہوا کاغذ جو پہلے مستعمل ہوتا تھا ۱۲ [2] تمھارے سب کام دنیا میں تمھارے حسب منشا ہوں ۱۲ [3] مباہات، فخر ۱۲۔

لکھ کر میرے گلے میں ڈال دیجیے اور زمرۂ شعرا میں سے مجھ کو نکال دیجیے شعر یہ ہے
شعر جوہر تیغش من در تہ زنگار بماند + آنکہ آئینۂ من ساخت نہ پرداخت دریغ[1]
دعوی اور چیز ہے اور کمال اور ہے علم عربی اور شے ہے اور فارسی کی حقیقت
حال اور ہے جلالائے طباطبائی رحمۃ اللہ علیہ نے شیدائے ہندی کو ایک رقعہ
لکھا عبارت اسوقت یاد نہیں آتی مگر یہ مضمون اُسکا ہے کہ ایک دن مولانائے
عرفی علیہ الرحمۃ اور ابو الفضل میں مباحثہ ہوا شیخ نے عرض سے کہا کہ ہم نے تحقیق کو
بسر حد افراد پہونچا دیا اور فارسی میں خوب کمال پیدا کیا عرفی نے کہا کہ اس کو — افزائش
کیا کرو گے کہ ہم نے جب سے ہوش سنبھالا ہے گھر کے بڈھوں سے اور بڈھیوں سے
جو بات سنی فارسی میں سنی شیخ گفت[2] ما فارسی از انوری و خاقانی فرا گرفتہ ایم و
شما از پیر زالاں آموختہ اید عرفی فرمود انوری و خاقانی نیز از پیر زناں آموختہ باشند
ختم غالبؔ کہتا ہے کہ ہندستان کے سخنوروں میں حضرت امیر خسرو دہلوی علیہ الرحمہ
کے سوا کوئی استاد مسلم الثبوت نہیں ہوا خسرو کیخسرو قلمرو سخن طرازی ہے یا
ہم چشم نظامی گنجوی و ہم طرح سعدی شیرازی ہے خیر فیضی بھی نغز گوئی میں مشہور
ہے کلام اُس کا پسندیدۂ جمہور ہے دیکھو عبد القادر بدایونی کیا لکھتا ہے نہ یہ
سپاہی فالیز آرزو فقیر اور شیدا اور بہار وغیرہم انھیں میں آ گئے ناصر علی
اور بیدل اور غنیمت ان کی فارسی کیا ہر ایک کا کلام بنظر انصاف دیکھیے

---

[1] میرا جوہر تیغش زنگار میں دبا ہوا رہ گیا جس نے کہ میرا آئینہ بنایا افسوس ہے کہ اس نے اسے
صاف نہیں کیا ۱۲ [2] شیخ نے کہا کہ ہم نے فارسی انوری اور خاقانی سے سیکھی ہے اور تم نے بڑھیوں سے
اُس پر عرفی نے جواب دیا کہ انوری اور خاقانی نے بھی بڑھیوں ہی سے سیکھی ہو گی ۱۲۔

ہاتھ کنگن کو آرسی کیا منشؔ اور یکتینؔ اور واقفؔ اور قتیلؔ یہ تو اس قابل بھی نہیں کہ ان کا نام لیجیے ان حضرات میں عالم علوم عربیہ کے شخص ہیں خیر ہوں فاضل کہلائیں کلام میں اُن کے مزا کہاں ایرانیوں کی سی ادا کہاں فارسی کی قاعدہ دانی ہیں اگر کلام ہے اُس میں پیروی قیاس ایک بلائے عام ہے وارستہ سیالکوٹی نے خان آرزو کی تحقیق پر سو جگہ اعتراض کیا ہے اور ہر اعتراض بجا ہے باانہمہ وہ بھی جہاں اپنے قیاس پر جاتا ہے منھ کی کھاتا ہے مولوی احسان اللہ ممتاز کو صنائع لفظی میں دستگاہ اچھی تھی اس شیوہ و روش کو خوب برت گئے فارسی وہ کیا جانیں قاضی محمد صادق اختر عالم ہوں گے شاعری سے اُن کو کیا علاقہ ایک بات حضرت کو اور معلوم رہے کہ ہندی فارسی والوں نے کمال کو وہم میں منحصر رکھا ہے کالپی کے نواب زادوں میں سے ایک صاحب قتیلؔ کے شاگرد تھے میں نے ایک رقعہ قتیلؔ کا اُن کے نام دیکھا ہے کہ قتیلؔ اُن کو لکھتا ہے کہ جامہ گذاشتن بمعنی مردن مسلم لیکن بہت احتیاط کیا کرو موقع دیکھ لیا کرو جب لکھا کرو میں کہتا ہوں کہ احتیاط کیا اور موقع کیا فلاں مرد بہاں جامہ گذاشت پھر وہ کہتا ہے کہ کدے کے ساتھ سوائے پانچ سات لفظ کے اور لفظ کو ترکیب نہ دو پھر فرماتا ہے کہ ہمہ کے لفظ کو جمع کے ساتھ لاؤ مفرد سے نہ ملاؤ نقل میں نے دستنبو میں لکھا ہے کہ ہمہ کس داند ایک شخص نے کہ وہ بھی مولوی کہلاتا ہے میری غیبت میں کہا کہ ہمہ کس داند کیا ترکیب ہے ایک لڑکا میرا شاگرد وہاں موجود تھا اُس نے کہا کہ یہ ترکیب بعینہ صائب کی ہے جیسا کہ وہ کہتا ہے **شعر**

ہمہ کس طالب آں سرو رواں ست اینجا + آب حیواں نفس سوختگاں ست اینجا +
اُس نے کہا کہ تمھارا اُستاد حاش للہ کو ماقبل کلمہ منفی لایا ہے اور یہ جائز نہیں ع
حاش للہ کہ بدمیگویم + میرے شاگرد نے کہا کہ یہ ترکیب انوری کی ہے سہ حاش للہ
نہ مرا بلکہ ملک را نہ بود + باسگ کوے تو ایں زہرہ و یارا و مجال + مولوی ہدایت علی
تمکین کا آج تک میں نے نام نہیں سنا تھا چھپے ہوے رتم ہیں صائب اگرچہ اصفہانی
نژاد تھا مگر وارد شاہجہاں آباد تھا انتقام کشیدن و انتقام گرفتن دونوں بولی گیا
مولوی صاحب ہیچ فارسی بولتے ہیں لاحول ولاقوۃ الا باللہ کلیم بروزن فعیل
صیغۂ اسم فاعل ہے مثل کریم و رحیم و بشیر و سمیع و بصیر و کلیم اسماے الٰہی ہیں
کلیم اگر بمعنے ہمکلام لیجیے تو اسم الٰہی اس کو کیونکر قرار دیجیے حضرت کا مصرعہ
مصرعہ ہست کلامے ز کلام کلیم + مخدوش البتہ ہے یعنی یا کلمہ از کلام کلیم یا کلامے
از کلمات کلیم چاہیے کلامے از کلام مفرد میں سے مفرد کو نکالا چاہیے گو جائز
نہ ہو گو باش و گو باشد ہرگز محل تردد نہیں اوہام و وسواس قواعد میں پیش نہیں
جاتے مصرعہ اے کریمے کہ از خزانۂ غیب + ہرگز یاے معروف نہیں ہے
یاے مجہول ہے یاے معروف یہاں نامقبول ہے مصرعہ خدائی کہ بالا و
پست آفرید + ایسا خدا ایسا کریم اس تحتانی کو یاے وحدت کہو توصیف کہو
یا تعظیم کہو جس طرح کہو مجہول آئے گی

ا تمام آدمی اس سرو رواں کے عاشق ہیں - اور آبحیات یہاں کے جلے ہوؤں کی سانس ہے ۱۲ ۱۲

سے خدا کی قسم مجھے ہی نہیں بلکہ فرشتوں کو بھی تیری گلی کے کتوں کے ساتھ مجال گفتگو نہیں ہے
اور نہ یہ طاقت ہے ۱۲ -

۲۹ چودھری عبدالغفور کے نام

بندہ پرور پرسوں تمہارا خط آیا آج جواب لکھ رکھتا ہوں کل ڈاک میں بھجوا دوں گا میرا احال کیوں پوچھو اپنے کو دیکھو جو تمہارا ڈھنگ ہے وہی میرا رنگ ہے بثور[۵۱] و درام مرض خاص اور رنج عام یہ ایک اجمال دوسرا اجمال سنو کہ مہینہ بھر سے صاحب فراش ہوں صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک پلنگ پر پڑا رہتا ہوں محلسرائے اگرچہ دیوانخانہ کے بہت قریب ہے پر کیا امکان جو جا سکوں صبح کو نو بجے کھانا وہیں آجاتا ہے پلنگ پر سے کھسل[۵۲] پڑا ہاتھ منھ دھو کر کھانا کھایا پھر ہاتھ دھوئے کلی کی پلنگ پر جا پڑا پلنگ کے پاس حاجتی[۵۳] لگی رہتی ہے اُٹھا اور حاجتی میں پیشاب کیا اور پڑ رہا مدتوں سے یہ مرض ہے کہ پیشاب جلد جلد آتا ہے اس صاحب فراش ہونے کو دیکھو اور دم بدم تقاضئے[۵۴] بول کو دیکھو پاخانے اگرچہ دن رات میں ایک بار جاتا ہوں مگر صعوبت کو تصور کرو ایک پھوڑا داہنے پہونچے میں جسکو ساعد کہتے ہیں دو پھوڑے بائیں پہونچے میں یہ سہل ہیں بائیں پاؤں میں کف پا و پشت پا سے لے کر آدھی پنڈلی تک ورم اور ورم بھی سخت محللات[۵۵] و رادعات[۵۶] سے کچھ نہ ہوا اب تجویز ہے کہ نیب کا بھرتا باندھیے جب پکے پھوڑے

---

۵۱ بثور۔ دانے پھنسیاں ۱۲ ۵۲ کھسلنا۔ آہستہ آہستہ لیٹے لیٹے چلنا جو پھسلنے کے طور پر ہو ۱۲ ۵۳ حاجتی ہو گی جس پر فراغ حاجت کے لیے بیٹھتے ہیں ۱۲ ۵۴ پیشاب کی ضرورت سے ۱۲ ۵۵ تحلیل کرنے والی دوائیں ۱۲ ۵۶ رادعات مادہ کی پھیر دینے والی دوائیں ۱۲۔

تب مرہم لگائیے کہو جب کف پا میں جراحت کا عمل ہوا تو قیام کا کہاں ٹھکانا یہ حال جیسا کہ میں اوپر لکھ آیا ہوں مجمل اور جزو ہے میرا قیاس اس کا مقتضی ہے کہ پیر و مرشد صاحب عالم مجھ سے آزردہ ہیں اور وجہ اُس کی یہ ہے کہ میں نے ممتاز و اختر کی شاعری کو ناقص کہا تھا اس رقعہ میں ایک میزان عرض کرتا ہوں حضرت صاحب ان صاحبوں کے کلام کو یعنی ہندیوں کے اشعار کو قتیل و واقف سے لے کر بیدل و ناصر علی تک اس میزان میں تولیں میزان یہ ہے رودکی فردوسی سے لے کر خاقانی و سنائی و انوری وغیرہم تک ایک گروہ ان حضرات کا کلام تھوڑے تفاوت سے ایک وضع پر ہے پھر حضرت سعدیؒ طرز خاص کے موجد ہوئے سعدی و جامی و ہلالی یہ اشخاص متعدد نہیں فغانی اور ایک شیوۂ خاص کا مبدعؔ ہو خیالہائے نازک و معانی بلند اس شیوہ کی تکمیل کی ظہوری و نظیری و عرفی و نوعی بھی سبحان اللہ قالب سخن میں جان پڑ گئی اس روش کو بعد اُس کے صاحبان طبع نے سلاست کا چرچا دیا صائب و کلیم و سلیم و قدسی و حکیم شفائی اس زمرہ میں ہیں رودکی و اسدی و فردوسی یہ شیوہ سعدیؒ کے وقت میں ترک ہوا اور سعدیؒ کی طرز نے بسبب سہل ممتنع ہونے کے رواج نہ پایا فغانی کا انداز پھیلا اور اُس میں نئے نئے رنگ پیدا ہوتے گئے تو اب طرزیں تین ٹھہری ہیں خاقانی اُسکے اقرانؔ ظہوری اُس کے امثالؔ صائب اُس کے نظائرؔ خالصاً للہ ممتاز و اختر

---

۵۱ ابداع کرنے والا نئی چیز پیدا کرنے والا ۱۲ ۵۲ اقران - جمع قرن ۱۲ ۵۳ امثال جمع مثل ۱۲ ۵۴ نظائر - جمع نظیر ۱۲ -

وغیرہم کا کلام ان تین طرزوں میں سے کس طرز پر ہے بے شبہ فرماؤ گے کہ یہ طرز اور ہی ہے پس تو ہم نے جانا کہ یہ طرز چوتھی ہے کیا کہنا ہے خوب طرز ہے اچھی طرز ہے مگر فارسی نہیں ہے ہندی ہے دار الضرب شاہی کا سکہ نہیں ہے ٹکسال باہر ہے داد و انصاف انصاف نظم اگرچہ[ؔ] شاعران نغز گفتار + زیک جام اندر بزم سخن مست + ولے با بادہ بعضے حریفاں + خمار چشم ساقی نیز پیوست + مشو منکر کہ در اشعار ایں قوم + ورائے شاعری چیزے دگر ہست وہ چیز نہ حصے میں پارسیوں کے آئی ہے ہاں اُردو زبان میں اہل ہند نے وہ چیز پائی ہے مرتضیٰ علیہ الرحمۃ بیت بدنام ہو گے جانے بھی دو امتحاں کو + رکھیگا کون تم سے عزیز اپنی جاں کو + سودا بیت دکھلائیے لے جا کے تجھے مصر کا بازار + خواہاں نہیں لیکن کوئی واں جنس گراں کا + قائم ؎ قائم اب تجھ سے طلب بوسے کی کیونکر مانگوں + ہے تو نادان مگر اتنا بھی بد آموز نہیں + مومن خاں شعر تم مرے پاس ہوتے ہو گویا + جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا + ناسخ کے ہاں کمتر آتش کے ہاں بیشتر یہ تیر نشتر ہیں مگر مجھے اُن کا کوئی شعر اس وقت یاد نہیں آتا یاد کیا آوے لیٹا ہوا ہوں دمبدم پاؤں کے ورم کی ٹیس ہوش اُڑائے دیتی ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

۳۰ چودھری عبد الغفور کے نام

ایک عبارت لکھتا ہوں چونکہ لفافہ جناب چودھری عبد الغفور صاحب کے

ؔ اگرچہ بدیع نگار شاعر ایک پیالے سے بزم سخن میں مست ہیں مگر منکر نہ ہونا چاہیے کہ ان لوگوں کے کلام میں شاعری کے سوا ایک اور چیز ہے

نام ہوگا پہلے وہ پڑھیں پھر میرے پیر و مرشد کی نظر سے گذرانیں پھر مرشد زادہ شاہ عالم صاحب کو دکھائیں برس دن سے فساد خون کے عوارض میں مبتلا ہوں پشورو اور رام میں لد رہا ہوں برس دن میں او جاع سہتے سہتے روح تحلیل ہو گئی نشست و برخاست کی طاقت نہ رہی اور پھوڑے تو خیر مگر دونوں پنڈلیوں میں ہڈیوں کے قریب دو پھوڑے ہیں کھڑا ہوا اور پنڈیوں کی ہڈیاں چرانے لگیں اور رگیں پھٹنے لگیں بائیں پاؤں پر ورم کف پا سے جہاں وہ پھوڑا ہے پنڈلی تک ورم ہے رات دن پڑا رہتا ہوں پلنگ کے پاس حاجتی لگی رہتی ہے کھسل پڑا بعد رفع حاجت پھر لیٹ رہا اسی صورت سے روٹی کھاتا ہوں اشعار کی اصلاح یک قلم موقوف خطوط ضروری لیٹے لیٹے لکھتا ہوں دو خط چودھری صاحب کے آئے اور ایک شاہ عالم صاحب کا اور دو خط حضرت صاحب کے آئے جواب نہ لکھ سکا آج اپنے کو طعنے دیکر مرد بنایا حب یہ عبارت لکھی چودھری صاحب کو سلام شاہ عالم صاحب کو حضرت صاحب کو بندگی

۱۳ چودھری عبدالغفور کے نام

آہا ہا جناب منشی ممتاز علی خاں صاحب مارہرہ پہونچے صاحب یہ تو سیاح گیتی نورد ثانی مخدوم جہانیاں جہاں گرد ہیں بہر حال آپ نے دیباچہ بہت اچھا لکھا ہے کتاب کو اس سے رونق ہو جائے گی نظم ہے وہ

---

۱۵ وجہ کی جمع درد ۱۲۔

پایہ بلند کہ شعریٰ اُن کے شعر پر لآلی الجم نثار کرے خود بلا گرداں ہو بولی ہما
ہر مصرعہ پر دل وجان وارے صدقہ قربان ہو وار کرے (بمعنی حملہ کرنے کے ہیں)
اور وہ جو آپ کا مقصود ہے اُن معنوں میں وارنا اور وارے آیا ہے نہ وار کرنا
اور وار کرے آپ کو یاد ہو گا کہ چند سطریں میں نے بہزار دشواری لکھ کر
تمہیں بھیجی تھیں خواہش یہ تھی کہ یہی سطریں میرے مخدوم اور مخدوم زادہ
کی نظر سے گذر جائیں آج ایک خط میں نے پیر و مرشد کا اور پایا وہ ابھی
نہیں پڑھا مگر شاہ عالم صاحب اُس خط کی پشت پر لکھتے ہیں کہ تو نے میرے
خط کا جواب نہیں لکھا حالانکہ میں اُن سطروں میں یہ لکھ چکا ہوں کہ نہ مجھے
تحریر کی طاقت نہ اصلاح کے ہوش ایک بات کو دس دس بار کیا لکھوں
اب میرا انجام کار دو طرح پر متصور ہے یا صحت یا مرگ پہلی صورت میں
خود اطلاع دوں گا دوسری صورت میں سب احباب خارج سے سُن لینگے
یہ سطریں لیٹے لیٹے لکھی ہیں

دوسری فصل

ف۱ شعریٰ ایک ستارہ روشن کا نام جسے ایام جاہلیت میں بعض قریش خدا سمجھ کر
پوجتے تھے۔ واضح ہو کہ شعریٰ دو ہیں ایک بہت روشن جسے شعریٰ عبور کہتے ہیں۔
دوسرا تاریک اسی وجہ سے شعرا نے اس کو غمیصا کہا ہے اس واسطے کہ وہ سہیل کی
خواہر ہے کہ اس سے دور رہنے کی وجہ سے اس پر روتی ہے اور گویا اسکی آنکھیں چرک آلودہ ہیں ۱۲

ف۲ لآلی الجم ستاروں کے موتی ۱۲۔

[۳۲] نواب نور الدولہ سعد الدین خاں بہادر شفق کے نام

قبلۂ حاجات قصیدہ دوبارہ پہونچا چونکہ پیشانی پر دستخط کی جگہ نہ تھی ناچار اُس کو ایک اور دو ورقے پر لکھوایا اور حضور میں گزرانا اور اپنی تمنائے دیرینہ حاصل کی یعنی دستخط خاص مشتمل اظہار خوشنودی طبع اقدس پر ہو گئے احترام الدولہ بہادر میرے ہم زبان اور آپ کے ثنا خوان رہے گویا اس امر خاص میں وہ شریک غالب ہیں ہم بطریق کسرۂ اضافی اور ہم بسبیل کسرۂ توصیفی پروردگار اس بزرگوار کو سلامت رکھے قدر دان کمال بلکہ حق تو یوں ہے کہ خیر محض ہے غیاث اللغات ایک نام موقر اور معزز جیسے الفربہ خواہ نخواہ مرد آدمی آپ جانتے بھی ہیں کہ یہ کون ہے ایک معلم فرومایہ رامپور کا رہنے والا فارسی سے ناآشنا محض اور صرف و نحو میں ناتمام انشا خلیفہ و منشآت مادھو رام کا پڑھانے والا چنانچہ دیباچہ میں اپنا ماخذ بھی اُس نے شاہ خلیفہ محمد مادھو رام و غنیمت و قتیل کے کلام کو لکھا ہے یہ لوگ راہ سخن کے غول ہیں آدمی کے گمراہ کرنے والے یہ فارسی کو کیا جانیں ہاں طبع موزوں رکھتے تھے شعر کہتے تھے شعر

ہرزہ[۱] شتاب در پے جادہ شناساں بردار + اے کہ در راہ سخن چون تو ہزار آمد و رفت +

میرا دل جانتا ہے کہ آپ کے دیکھنے کا میں کس قدر آرزومند ہوں میرا ایک بھائی ماموں کا بیٹا کہ وہ نواب ذوالفقار بہادر کی حقیقی خالا کا بیٹا ہوتا تھا اور مسند نشین حال کا چچا تھا اور وہ میرا ہم شیر بھی تھا یعنی میں نے اپنی

---

[۱] اس شعر کا مطلب صفحات گذشتہ میں لکھا گیا من شاء فلیرجع الیہ ۱۲ —

ممانی اور اُس نے اپنی پھوپھی کا دودھ پیا تھا وہ باعث ہوا تھا میرے باندا بوندیل کھنڈ آنے کا میں نے سب سامان سفر کر لیا ڈاک میں روپیہ ڈاک کا دیا قصد یہ تھا کہ فتحپور تک ڈاک میں جاؤں گا وہاں سے نواب علی بہادر کے یہاں کی سواری میں باندے جا کر ہفتہ بھر رہ کر کالپی ہوتا ہوا آپ کے قدم دیکھتا ہوا بسبیل ڈاک دلی چلا آؤں گا ناگاہ حضور والا بیمار ہو گئے اور مرض نے طول کھینچا وہ ارادہ قوت سے فعل میں نہ آیا اور پھر مرزا اورنگ خاں میرا بھائی مر گیا مصرعہ اے بسا آرزو کہ خاک شدہ + واللہ وہ سفر اگرچہ بھائی کی استدعا سے تھا مگر میں نتیجہ اُس شکل کا آپ کے دیدار کو سمجھا ہوا تھا ہرزہ سرائی کا جرم معاف کیجیے گا میرا جی آپ کے ساتھ باتیں کرنے کو چاہا اس واسطے جو دل میں تھا وہ اس عبارت سے زبان پر لایا

۳۳ نواب نورالدولہ سعدالدین خاں بہادر شفق کے نام

پیر و مرشد اگر میں نے امید گاہ از راہ شکوہ لکھا تو کیا گناہ نہ خط کا جواب نہ قصیدے کی رسید بیت در[1] خستگی پوزش از من مجوے + بود بندۂ خستہ گستاخ گوے + اور یہ جو آپ فرماتے ہیں کہ ان موانع[2] کے سبب سے میں قصیدے کی تحسین[3] نہیں لکھ سکا بندہ بے ادب نہیں تحسین طلب نہیں

---

۱ اس خستگی کی حالت میں مجھ سے عذر کی اُمید نہ رکھیے۔ دل شکستہ غلام گستاخانہ کلام کرتا ہے ۱۲ ۲ جمع مانع۔ منع کرنے والے۔ روکنے والے ۱۲ ۳ تحسین تعریف ۱۲

ایسے مجمع میں محشور ہوں کہ سوائے احترام الدولہ کے کوئی سخندان نہیں ہے جو
اپنا کلام آپ کے پاس بھیجتا ہوں گویا آپ اپنے پر احسان کرتا ہوں مصرعہ
وائے برجان سخن گر بہ سخنداں نرسد + افسوس کہ میرا حال اور یہ لیل و نہار
آپ کی نظر میں نہیں ورنہ آپ جانیں کہ اس بجھے ہوئے دل اور اس ٹوٹے
ہوئے دل اور اس مرے ہوئے دل پر کیا کر رہا ہوں نواب صاحب اب
نہ دل میں وہ طاقت نہ قلم میں وہ زور سخن گستری کا ایک ملکہ باقی ہے
بے تامل اور بے فکر جو خیال میں آجائے وہ لکھ لوں ورنہ فکر کی صعوبت کا
متحمل نہیں ہو سکتا بقول مرزا عبدالقادر شعر جہدہا در خور توانائیست ضعف
یکسر فراغ میخواہد + مُہر کا حال معلوم ہوا آپ پہلے لکھ بھیجیے کہ کیا کھودا جائے گا
مہدی حسین خان بہادر لکھ رہا ہوں اور صرف یاد یہ لکھ رہا ہوں
ورنہ خط لڑکوں نے کھو دیا یاد پڑتا ہے کہ نگینہ وہاں سے
بھیجنے کو آپ نے لکھا سو اب میں مکرر خواہاں ہوں کہ یہ معلوم ہو جائے کہ
نگینہ بھیجیے گا یا یہاں خریدا جائے گا اور نقش برنگین کیا ہوگا تاکہ شمار حروف
کا مجھ کو یاد رہے اب جب آپ مجھ کو لکھیں گے تب میں اُسکا جواب لکھوں گا
حافظ صاحب کا بھیجنا تقریباً معلوم ہوا یعنی اُن کی طرف سے آپ نے
مجھ کو سلام لکھا ہے سو میں بھی اُن کی خدمت میں بندگی اور جناب منشی نادر حسین

لہ محشور۔ حشر کیا گیا۔ اُٹھایا گیا ۱۲ ؎ صعوبت بتکلیف۔ رنج رایذا ۱۲ ؎ یعنی بہت سی کوششیں
ایسی ہیں جن کے لیے توانائی کی ضرورت۔ اور ضعف کا یہ عالم کہ وہ سراسر فراغ چاہتا ہے اور
کسی جہد کا متحمل نہیں ۱۲۔

خاں صاحب کی جناب میں سلام عرض کرتا ہوں زیادہ حد ادب

۳۴ نواب انور الدولہ سعد الدین خاں بہادر شفق کے نام

پیر و مرشد حضور کا توقیع[۱] خاص اور آپ کا نوازش نامہ یہ دونوں حرز[۲] بازو ایک دن اور ایک وقت پہونچے توقیع کا جواب دو چار دن میں لکھوں گا۔ ناسازی مزاج مبارک موجب تشویش و ملال ہوئی اگرچہ حضرت کی تحریر سے معلوم ہوا کہ مرض باقی نہیں مگر ضعف لیکن تسکین خاطر منحصر اس میں ہے کہ آپ بعد اس تحریر کے ملاحظہ فرمانے کے اپنے مزاج کا حال پھر لکھیں معنون[۳] روپیہ کی ہنڈوی پہونچی اس کا بھی حال سابق کی ہنڈوی کا سا ہے یعنی ساہوکار کہتا ہے کہ ابھی ہم کو کالپی کے ساہوکار کی اجازت نہیں آئی جو ہم روپیہ دیں اگر سرکار کے کارپرداز وہاں کے ساہوکار سے کہکر اجازت لکھوا بھیجیں تو مناسب ہے صہبائی کے تذکرہ کی ایک جلد میری ملک میں سے میرے پاس تھی وہ میں اپنی طرف سے بسبیل ارمغاں آپ کو بھیجتا ہوں نذر قبول ہو اب میں حضرت سے باتیں کر چکا خط کو سرنامہ[۴] لکھ کر رکھ دیتا ہوں کہ ڈاک میں دے آوے بارہ پر دو بجے کتاب کا پارسل بطریق بیرنگ روانہ کروں گا پیشگاہ[۵] وزارت میں میری بندگی پہونچے عرضداشت بعد اس کے پہونچے گی جناب میر صاحب قبلہ میر امجد علی

---

۵۱ توقیع۔ فرمان شاہی ۱۲ ۵۲ تعویذ بازو ۱۲ ۵۳ یعنی پتہ لکھ کر ۱۲ ۵۴ پیش گاہ۔ صدر صدر مجلس۔ وہ فرش جو آگے بچھایا جائے۔ وہ فرش جو تخت وغیرہ کے آگے بچھائیں۔ محراب۔ بادشاہ صاحب تخت ۱۲۔

صاحب کو سلام نیاز اور جناب منشی نادر حسین خاں صاحب کو سلام۔

۳۵ نواب انوار الدولہ سعد الدین خان بہادر شفق کے نام

پیر و مرشد آداب مزاج مقدس میرا جو حال آپ نے پوچھا اس پرسش کا شکر بجا لاتا ہوں اور عرض کرتا ہوں کہ آپ کا بندۂ بے درم خریدہ اچھی طرح ہے ایک فصد بائیس منضج چار مسہل کہاں تک آدمی کو ضعیف نہ کرے یارے آفتاب[1] عقرب میں آگیا پانی برف آب ہو گیا ہے کابل و کشمیر کا میوہ بکنے لگا ہے یہ ضعف ضعف قسمت تو نہیں کہ ایسے ایسے امور اُس کو زائل نہ کر سکیں غزلوں کو برسوں سے پڑھ رہا ہوں اور وجد کر رہا ہوں خوشامد میرا شیوہ نہیں ہے جو ان غزلوں کی حقیقت میری نظر میں ہے وہ مجھ سے سن لیجیے اور میرے داد دینے کی داد دیجیے مولانا قلق نے متقدمین یعنی امیر خسرو و سعدی جامی کی روش کو سرحد کمال کو پہونچایا ہے اور میرے قبلہ و کعبہ مولانا شفق اور مولانا ہاشمی و مولانا عسکری متاخرین یعنی صائب و کلیم و قدسی کے انداز کو آسمان پر لے گئے ہیں اگر تکلف اور تملق سے کہتا ہوں تو مجھ کو ایمان نصیب نہ ہو یہ جو آپ اپنے کلام کے حک و اصلاح کے واسطے مجھ سے فرماتے ہیں یہ آپ میری آبرو بڑھاتے ہیں کوئی بات بیجا ہو یا کوئی لفظ ناروا ہو تو میں حکم بجا لاؤں زیادہ حد ادب

---

[1] مراد آغاز موسم سرما ۱۲۔

۳۳ نواب انور الدولہ سعد الدین خان بہادر شفق کے نام

قبلہ و کعبہ کیا لکھوں امور نفسانی ہیں اضداد[1] کا جمع ہونا محالات عادیہ[2] میں سے ہے کیونکر ہو سکے کہ ایک وقت خاص میں ایک امر خاص موجب انشراح کا بھی ہو اور باعث انقباض[3] کا بھی ہو یہ بات میں نے آپ کے اس خط میں پائی کہ اسکو پڑھ کر خوش بھی ہوا اور غمگین بھی ہوا سبحان اللہ اکثر امور میں تم کو اپنا ہم طالع پاتا ہوں عزیزوں کی ستم کشی اور رشتہ داروں سے ناخوشی میرا ہم قوم تو سراسر قلمرو ہند میں نہیں سمرقند میں دو چار یا دشت خفچاق میں سو دو سو ہونگے مگر ہاں اقربا سے پانچ برس کی عمر سے اُن کے دام میں اسیر ہوں اکسٹھ برس ستم اُٹھائے ہیں شعر گر دہم[4] شرح ستمہائے عزیزاں غالب + رسم امید ہمانا زجہاں برخیزد + نہ تم میری خبر لے سکتے ہو نہ میں تمکو مدد دے سکتا ہوں اللہ اللہ دریا سارا تیر چکا ہوں ساحل نزدیک ہے دو ہاتھ لگائے اور بیڑا پار ہے بیت
عمر بھر دیکھا کیا مرنے کی راہ + مر گئے پر دیکھیے دکھلائیں کیا + یہ بھی تو پوچھو کہ آپ کے خط کا جواب اتنی جلد کیوں لکھا یعنی کم و بیش مہینہ بھر کے بعد کیا کروں شاہ اسرار الحق کو آپ کا اور حافظ نظام الدین صاحب کا خط بھجوا دیا ہفتہ بھر کے بعد جواب مانگا جواب دیا کہ اب بھیجتا ہوں دس بارہ دن ہوے کہ حضرت خود تشریف لائے جواب آپ کے اور حافظ جی کے خط کا مانگا کہا

---

[1] اضداد ۔ باہم متضاد چیزیں ۱۲ [2] وہ باتیں جنکا واقع ہونا عادتاً محال ہو ۱۲ [3] دلگرفتہ رنجیدہ ہونا ۱۲
[4] یعنی اے غالب اگر میں اپنے اقربا و اعزا کے ظلموں کی شرح لکھوں ۔ تو یقینی امید کی رسم دنیا سے اُٹھ جائے ۱۲ ۔

کہ کل بھیجدوں گا اس واقعہ کو آج قریب دو ہفتہ کے عرصہ ہوا ناچار اُن کے جواب سے قطع نظر کرکے آپ کو یہ چند سطریں لکھیں۔ شعر۔ از خونِ دل نوشتم نزدیک دوست نامہ[1] انی رائیت دہراً فی ہجرک القیامہ + حافظ جی صاحب کو میری بندگی کہیے گا۔ اور یہ خط اُن کو پڑھوا دیجیے گا۔ جناب منشی نادر حسین خاں صاحب کو میرا سلام پہونچے اگرچہ آپ مبتلائے رنج و الم ہیں مگر یہ شرف کیا کم ہے کہ انوار الدولہ کے ہمدرد ہو اور تمہارے روزگار ہونا شرافت والے کی دلیل ہے ساطع[2] اور برہان ہے قاطع حضرت بہت دن سے جناب میر امجد علی صاحب کا کچھ حال معلوم نہیں ہوا اُنکے تخلص نے مجھ کو حیران کر رکھا ہے یعنی قلق میں مبتلا ہوں آپ اُن کا حال لکھیے خواجہ اسمٰعیل خاں صاحب کہاں ہیں اور کس طرح ہیں سنیے قبلہ من میں تو آپ سے شاہ انوار الحق کے خط کے جواب کا طالب نہیں ہوں کہ آپ اُن کے خط کے حاصل ہونے کے انتظار میں خط مجھ کو نہ لکھ سکیں مترصد[3] ہوں کہ اس اپنے خط کا جواب جلد پاؤں

۳۷ نواب انوار الدولہ سعد الدین خان بہادر شفق کے نام

ناوک بیداد کا ہدف پیر خرفت[4] یعنی غالب آداب بجالاتا ہے نوازش نامہ کو دیکھ کر جانا کہ میں نے کمرے چند کے شعر پر خط بطلان کھینچدیا یہ تو کوئی گمان نہ کرے گا کہ میں کمر کو کمربند نہیں جانتا معہذا وہاں پہلے مصرعہ میں اگر کمر بمعنی کمربند

---

[1] میں نے دوست کے پاس خون دل سے خط لکھ کر بھیجا ہے کہ تیری جدائی میں میں نے قیامت دیکھی ہے ۱۲

[2] ساطع روشن ۱۲ [3] مترصد امیدوار ۱۲ [4] پیر خرفت بہت سخت بڈھا جسکے ہوش و حواس جاتے رہے ہوں ۱۲

فرض کیجیے تو بھی تو شعر کاٹ ڈالنے کے قابل نہیں قصد کر کے بیٹھا تھا کہ اس شعر پر صاد کردوں گا خدا جانے قلم سے خط کیونکر کھنچ گیا اب حواس بجا نہیں حافظہ رہا نہیں اکثر الفاظ بے قصد لکھ جاتا ہوں ستر برس کی عمر ہوئی کہاں تک خرافت نہ آئے اس شعر کا گنہگار اور حضرت سے شرمسار ہوں معاف کیجیے

زیادہ حد ادب

۳۴ نواب نور الدولہ سعد الدین خان بہادر شفق کے نام

کیونکر کہوں کہ میں دیوانہ نہیں ہوں ہاں اتنے ہوش باقی ہیں کہ اپنے کو دیوانہ سمجھتا ہوں واہ کیا ہوشمندی ہے کہ قبلۂ ارباب ہوش کو خط لکھتا ہوں نہ القاب نہ آداب نہ بندگی نہ تسلیم سن غالب ہم تجھ سے کہتے ہیں بہت مصاحب نہ بن ایاز حد خود بشناس[1] مانا کہ تو نے کئی برس کے بعد رات کو دو نوں بیت کی غزل لکھی ہے اور آپ اپنے کلام پر وجد کر رہا ہے مگر یہ تحریر کی کیا روش ہے پہلے القاب لکھ پھر بندگی عرض کر پھر ہاتھ جوڑ کر مزاج کی خبر پوچھ پھر عنایت نامہ کے آنے کا شکر ادا کر اور یہ کہا کر کہ جو میں تصور کر رہا تھا وہ ہوا یعنی جس دن صبح کو میں نے خط بھیجا اسی دن آخر روز حضور کا فرمان پہونچا معلوم ہوا کہ حرارت ہنوز باقی ہے انشاء اللہ تعالےٰ رفع ہو جائے گی موسم اچھا آگیا ہے شعر گرمی[2] از آب بیروں رفت و حرارت ز ہوا + محمل مہر جہانتاب بمیزان آمد +

---

[1] یہ ایک ضرب المثل ہے یعنی اے ایاز تو ایک غلام ہے اپنی حد کو معلوم کر ۱۲ [2] پانی سے گرمی اور ہوا سے حرارت رفع ہو گئی آفتاب جہانتاب کی سواری برج میزان میں آگئی میزان میں آفتاب آغاز سردی کو کہا جاتا ہے ۱۲

اگر صرف تبرید[۵۱] تعدیل[۵۲] سے کام نکل جائے تو کیا کہنا ورنہ بحسب رائے طبیب تنقیہ[۵۳]
کرائیے مجھ کو بھی آج دسواں منضج[۵۴] ہے پانچ سات دن کے بعد مسہل ہو گا شب کو ناگاہ
ایک نئی زمین خیال میں آئی طبیعت نے راہ دی غزل تمام کی اُسی وقت سے
یہ خیال میں تھا کہ کب صبح ہو اور کب یہ غزل نواب صاحب کو بھیجوں خدا کرے
آپ پسند کریں اور میرے قبلہ جناب میر امجد علی صاحب کو سنا دیں اور میرے
شفیق منشی نادر حسین خاں صاحب اور اُن کے بھائی صاحب اسکو پڑھیں
پروردگار اس مجمع کو سلامت رکھے **غزل** اے[۵۵] ذوق نوا سنجی بازم بخروش آور +
غوغائے شبیخونے[۲] بر بنگہ ہوش آور + گر خود نجہد از سر از دیدہ فرو بارش + دل خوں ز خون
کن و آں خوں را در سینہ بجوش آور[۳] + ہاں ہمدم فرزانہ دانی رہ ویرانہ + شمعے[۴] کہ نخواہد
شد از باد خموش آور + شوراب[۵] این وادی تلخست اگر رادی + از شہر بسوے من سرچشمۂ
نوش آور + دانم کہ زری داری ہر جا گذرے داری + مے[۶] گر ندہد سلطان از
بادہ فروش آور + گر مے نہ بہم ریزد برکف نہ و راہی شو + ور شہ بسبو بخشد بردار و بدوش آور +

---

۵۱ تبرید۔ ٹھنڈائی ۱۲ ۵۲ تعدیل۔ معتدل کرنا مزاج کا ۱۲ ۵۳ تنقیہ۔ مسہل ۱۲ ۵۴ منضج وہ دوائیں جو مسہل کے
پہلے دی جاتی ہیں ۱۲ ۵۵ اے نوا سنجی کے ذوق پھر مجھے آمادۂ شورش بنا دے اور میرے ہوش پر شبخون کر[۲]
اگر خون سر سے نہ نکلے یعنی فوارہ وار نہ اُچھلے تو اس کو آنکھوں کے راستہ سے زمین پر برسا دے دل کو خون کر اور
اس خون کو سینے میں جوش زن کر[۳] ہاں اے عقلمند دوست تو ویرانے کا رستہ جانتا ہے ایسی شمع لا جو ہوا سے نہ بجھ سکے
[۴] اس وادی کے کھاری پانی کا چشمہ بہت تلخ ہے اگر تو دلیر ہے تو شہر سے مجھ تک شیریں چشمہ لا[۵] مجھے معلوم ہے کہ تیرے پاس
زر ہے اور ہر جگہ تیرا گزر ہے۔ اگر بادشاہ شراب نہ دے تو کلال کی دکان سے لے آ[۶] اگر شراب تو نہیں میں عنایت
کرے تو اُسے ہاتھ پر لیکر چلدے اور اگر بادشاہ سبو میں عنایت فرمائے تو کندھے پر رکھ کر لے آ ۱۲ ۔

ریحاں دمد از مینار امش چکد از قلقل + آں در رہ چشم افگن دیں از پے گوش آور + گاہے بسکدستی زاں بادہ زخویشم بر + گاہے بسیہ مستی از نغمہ بہوش آور + غالب کہ بقائش باد ہم پائے اگر ناید + بارے غزلے فردے زاں موئنہ پوش آور +

۳۹۔ نواب انور الدولہ سعد الدین خاں بہادر شفق کے نام

للہ الشکر کہ پیر و مرشد کا مزاج اقدس بخیر و عافیت ہے پہلے نوازش نامہ کا جواب باآنکہ وہ مشتمل ایک سوال پر تھا ہنوز نہیں لکھنے پایا کہ کل اور ایک مکرمت نامہ آیا بندہ عرض کرچکا ہے کہ مسہل میں ہوں چنانچہ کل میرا مسہل ہوگا اس سبب سے اُس توقیع کا پاسخ نگار نہ ہوسکا تھا اور لکھتا بھی تو یہی لکھتا جو آپ نے لکھا ہے ارنی کی رے کی حرکت وسکون کے باب میں قول فیصل یہی ہے جو حضرت نے لکھا ہے اگر تقطیع شعر مساعدت کرجائے اور ارنی بروزن جمنی گنجائش پائے تو نعم الاتفاق ورنہ قاعدہ تصرف مقتضی جواز ہے مرزا عبد القادر بیدل شعر جو ری بطور ہمت ارنی مگو و بگریز + کہ نیرزد این تمنا بجواب لن ترانی + اسد اللہ بیگ غالب + شعر رفت آنکہ نماز حسن طلب کنیم + سر رشتہ در کف ارنی گوے طور بود + زوائد سے فارغ ہوکر عرض

سلہ سبزہ مینا سے اُگتا ہے اور نغمہ قلقل سے ٹپکتا ہے اسکو یعنی سبزہ کو آنکھ کے راستہ میں ڈالدے اور یہ کان کے لیے لا۔ کبھی بھرتی کے ساتھ اس شراب کی تاثیر کی وجہ سے مجھے بیخود بنادے اور کبھی اس سیہ مستی کی حالت سے نغمہ سناکر مجھے ہوش میں لا۔ غالب کو اُسے خدا زندہ رکھے اگر ساتھ ساتھ آسکے تو خیر اس کمبل پوش درویش سے کوئی غزل یا کوئی شعر ہی لے آ۔ ۱۲ سلہ پاسخ نگار۔ جواب لکھنے والا ۱۲۔

گزرتا ہوں کہ ہائے کیا غزل لکھی ہے قبلہ آپ فارسی کیوں نہیں کہا کرتے کیا پاکیزہ زبان ہے اور کیا طرز بیان کیا میں سخن ناشناس اور ناانصاف ہوں کہ ایسے کلام کی حک و اصلاح پر جرأت کروں ع چہ حاجتست بشاطہ روے زیبارا + ہاں ایک جگہ آپ تحریر میں سہو کر گئے ہیں مصرعہ اے مطرب جادو فن بازم رہ ہوشم زن + دو میم آپڑے ہیں ایک میم محض بیکار ہے دیگر کی جگہ آپ بازم لکھ گئے ہیں مصرعہ اے مطرب جادو فن دیگر رہِ ہوشم زن + اب دیکھیے اور صاحبوں کی غزلیں کب آتی ہیں اتنی عنایت فرمائیے گا کہ ہر صاحب کے تخلص کے ساتھ اُن کا اسم مبارک اور کچھ حال رقم کیجیے گا زیادہ حدادب

بنام نواب نورالدولہ سعدالدین خاں بہادر شفق کے نام

پیر و مرشد یہ خط لکھنا نہیں ہے باتیں کرنی ہیں اور یہی سبب ہے کہ میں القاب و آداب نہیں لکھتا خلاصہ عرض کا یہ ہے کہ آج شہر میں بدرالدین علی خاں کا نظیر نہیں بس مُہر اور کون کھود سکے گا ناچار میں نے آپ کا نوازشنامہ جو میرے نام تھا وہ اُن کے پاس بھیج دیا انھوں نے رقعہ میرے نام کا آج بھیجا سو وہ رقعہ حضرت کی خدمت میں بھیجتا ہوں میں نہیں سمجھتا کہ قسم دوم پکھراج کی کیا ہے آپ اس کو سمجھ لیں اور نگین باحتیاط ارسال فرمادیں روپے کے بھیجنے کی ابھی ضرورت نہیں ہے جب میں عرض کروں تب بھیجیے گا تعجب ہے کہ جناب میر امجد علی صاحب قلق کا اس خط میں سلام نہ تھا متوقع ہوں کہ چھاپہ کے قصیدے اُن کو سنائے جاویں اور میری بندگی کہی جائے جناب

منشی نادر حسین خاں صاحب کو میرا سلام بصدق ہزار اشتیاق پہونچے۔

۴۱ نواب نور الدولہ سعد الدین خان بہادر شفق کے نام

قبلہ و کعبہ وہ عنایت نامہ جس میں حضرت نے مزاج کی شکایت لکھی تھی پڑھ کر بے چین ہو گیا ہوں اور عرض کر چکا ہوں کہ مزاج کا حال مفصل لکھیے چونکہ آپ نے کچھ نہ لکھا تو اور زیادہ مشوش ہوں نسخۂ رفع تشویش یعنی شفقت نامہ جلد بھیجیے جناب منشی نادر حسین خاں صاحب کا کچھ حال معلوم نہیں حضرت میر امجد علی صاحب کا کچھ حال معلوم نہیں متوقع ہوں کہ ان دونوں صاحبوں کی خدمت میں میرا سلام پہونچے اور آپ اُن کی خیر و عافیت لکھیں کبوتروں کا نسخہ جیسا کہ میرے پاس آیا بجنسہ ارسال کرتا ہوں آپ کو معلوم ہو گا کہ میرن صاحب نے انتقال کیا یہ چھوٹے بھائی تھے مجتہد العصر لکھنؤ کے نام اُن کا سید حسین اور خطاب سید العلما، نقش نگیں میر حسین ابن علی ہیں نے اُن کی رحلت کی ایک تاریخ پائی اُس میں پانچ بڑھتے تھے یعنی ۱۲۸۷ ہوتے تھے تخرجہ نئی روش کا میرے خیال میں آیا میں تو جانتا ہوں اچھا ہے دیکھوں آپ پسند فرماتے ہیں یا نہیں **قطعہ** حسین ابن علی آبروے علم و عمل + کہ سید العلما نقش خاتمش بودے + نماند و ماندی اگر زندہ پنج سال دگر + غم حسین علی سال ماتمش بودے + زیادہ حد ادب —

۴۲ نواب نور الدولہ سعد الدین خان بہادر شفق کے نام

پیرو مرشد معاف کیجیے گا میں نے جمنا کا کچھ حال نہ لکھا۔ یہاں کبھی کسی نے اس دریا کی کوئی حکایت ایسی نہیں کی کہ جس سے استبعاد اور استعجاب پایا جائے پرسش کے بعد بھی کوئی نئی بات نہیں سنی سنیے تو سہی موسم کیا ہے گرمی جاڑا دو فصلیں برسات میں اکٹھی تگرگ[۲] باری علاوہ ایک بحر رواں کی حقیقت کیا اتغیر ہو جائے تو محل استعجاب کیوں ہو اور یہ بات کہ دلی میں تغیر نہ ہو اور پورب میں ہو اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں جمنا بانفراد بہہ رہی ہے اور وہاں کہیں کوئی اور ندی کہیں گنگا باہم مل گئی ہیں مجمع البحار ہے حضرت نے خوب وکالت کی مولانا فلق سے تقصیر میری معاف نہ کروائی کہدو گے کہ گناہ معاف ہوگیا میں بغیر سارٹیفکٹ کے کب مانوں گا یہ دن مجھ پر بُرے گزرتے ہیں میرا حال بعینہ وہ ہوتا ہے جیسا زبان سے پانی پینے والے جانوروں کا خصوصاً اس تموز میں کہ غم و ہم کا ہجوم ہے شعر آتش دوزخ میں یہ گرمی کہاں ✦ سوز غمہائے نہانی اور ہے ✦

۲۴ نواب انور الدولہ سعد الدین خان بہادر شفق کے نام

حضرت پیر و مرشد اگر آج میرے سب دوست اور عزیز یہاں فراہم آتے اور ہم اور وہ باہم ہوتے تو میں کہتا کہ آؤ اور رسم تہنیت بجا لاؤ خدا نے پھر وہ دن دکھایا کہ ڈاک کا ہرکارہ انور الدولہ کا خط لایا مصرعہ اینکہ می بینم بہ بیداریست یا رب یا بخواب[۳] منہ پیٹتا ہوں اور سر پٹکتا ہوں کہ جو کچھ لکھا چاہتا ہوں نہیں لکھ سکتا ہوں الٰہی

---

[۱] استبعاد۔ بعید از عقل و قیاس۔ استعجاب۔ تعجب ۱۲ [۲] تگرگ باری۔ اولے پڑنا ۱۲ [۳] میں جو کچھ دیکھ رہا ہوں اے خدا یہ جاگتے میں دیکھ رہا ہوں یا سوتے میں ۱۲۔

حیات جاودانی نہیں مانگتا پہلے انورالدولہ سے مل کر سرگذشت بیان کروں پھر اُس کے بعد مروں روپیہ کا نقصان اگرچہ جانکاہ اور جانگزا ہے پر بموجب تلف المال[1] خلف العمر عمر فزا ہے جو روپیہ ہاتھ سے گیا ہے اُس کو عمر کی قیمت جانیے اور ثبات ذات و بقائے عرض و ناموس کو غنیمت جانیے اللہ تعالےٰ حضرت وزیر اعظم کو سلامت رکھے اور اس خاندان کے نام و نشان و عز و شان کو برقرار تاقیامت رکھے میں نے گیارھویں مئی ۱۸۵۷ء سے اکتیسویں جولائی ۱۸۵۸ء تک کی روداد نثر میں بعبارت فارسی ناآمیختہ بعربی لکھی ہے اور وہ پندرہ سطر کے مسطر سے چار جزو کی کتاب آگرہ کو مطبع مفید خلائق میں چھپنے کو گئی ہے دستنبو اسکا نام رکھا ہے اور اُس میں صرف اپنی سرگذشت اور اپنے مشاہدہ کے بیان سے کام رکھا ہے بعد چھپ جانے کے وہ نسخہ حضرت کی نظر سے گذرانوں گا اور اُس کو ہم سخنی اور ہم زبانی جانوں گا جناب میر امجد علی صاحب کا جو آپ کے خط میں ذکر نہیں آیا ہے تو اس خیر خواہ احباب کا دل گھبرایا ہے ابکی خط لکھیے تو اُن کی خیر و عافیت بھی ضرور لکھیے اُن کو بندگی اور جناب منشی نادر حسین خاں صاحب کو سلام پہونچے

۴۴ نواب انورالدولہ سعدالدین خان بہادر شفق کے نام

پیر و مرشد ایک نوازش نامہ آیا اور دستنبو کے پہونچنے کا مژدہ پایا اُس کا جواب یہی ہے کہ کارپردازان ڈاک کا احسان مانوں اور اپنی محنت کا رائگاں نہ جانا

[1] مطلب یہ کہ مال جان کا صدقہ ہے ۱۲

یقین جانوں چند روز کے بعد ایک عنایت نامہ اور پہونچا گویا ساغر التفات کا دوسرا دور پہونچا اب ضرور آپڑا کہ کچھ حال اس ستارہ دُمدار کا لکھوں چنانچہ جس وقت سے وہ خط پڑھا ہے سوچ رہا ہوں کہ کیا لکھوں چونکہ بسبب فقدان[1] اسباب یعنی عدم رصد[2] و کتاب کچھ نہیں کہا جاتا ہے ناچار مرزا صائب کا مصرعہ زبان پر آجاتا ہے مصرعہ ازیں[3] ستارۂ دنبالہ داری ترسم + یہ مطلع ہے اور پہلا یہ مصرعہ ہے ع زخال گوشۂ ابروے یاری ترسم[4] + کیا آپ مجھ کو بے ہنری اور ہیچمیز[5] ری میں صاحب کمال نہیں جانتے اور اس عبارت فارسی کو میرا مصداق حال نہیں جانتے پیش ملا طبیب و پیش طبیب ملا پیش ہیچ ہر دو پیش ہیچ ہر دو آرائش مضامین شعر کے واسطے کچھ تصوف کچھ نجوم لگا رکھا ہے ورنہ سوائے موزونی طبع کے یہاں اور کیا رکھا ہے بہر حال علم نجوم کے قاعدہ کے موافق جب زمانہ کے مزاج میں فساد کی صورتیں پیدا ہوتی ہیں تب سطح فلک پر یہ شکلیں دکھائی دیتی ہیں جس برج میں یہ نظر آئے اُسکا درجہ و دقیقہ[6] دیکھتے ہیں پھر ذوذنابہ[7] کا ثمر اور طریقہ[8] دیکھتے ہیں ہزار طرح کی چال ڈالتے ہیں

---

[1] نقدان گم ہونا ۱۲ [2] رصد۔ ایک قسم کی بلند عمارت جو پہاڑ کی بلندی پر اسلیے بناتے ہیں کہ وہاں سے جھکر دوربین وغیرہ سے ستارگان کی گردش کا حال معلوم کریں ۱۲ [3] میں اس دمدار ستارہ سے ڈرتا ہوں ۱۲ [4] ابروے یار کے گوشہ کے خال سے میں ڈرتا ہوں ۱۲ [5] ہیچمیز۔ وہ جسکی کوئی قدر و قیمت نہو ۱۲ [6] دقیقہ اصطلاح نجوم میں درجے کے ساٹھویں حصے کو کہتے ہیں آسمان کے ۱۲ برج مقرر کیے ہیں اور ہر برج کے تیس درجے اور ہر درجے کے ساٹھ دقیقے اور ہر دقیقے کے چھ سو ثانیے ۱۲ [7] ذوذنابہ ستارۂ منحوس جو بشکل جاروب کبھی کبھی نکلتا ہے مگر تحقیق یہ ہے کہ اگر طلوع کے وقت اُسکی شعاعیں مشرق کیطرف ہوں تو ذوذنابہ اور اگر مغرب کی طرف ہوں تو ذوذوابہ کہنا اولیٰ ہے ۱۲

[8] طریقہ اصطلاح نجوم میں قمر کا پندرہ درجے کی انیس درجہ میزان سے مسافت طے کرنا جو کہ ہبوط شمس کا محل ہے تیسرے درجے عقرب تک جو ہبوط قمر کی جگہ ہے۔ اور اس مدت کو

تب ایک حکم نکالتے ہیں شاہجہاں آباد میں بعد غروب آفتاب افق غربی شہر پر نظر آتا تھا اور چونکہ اُن دنوں میں آفتاب اول میزان میں تھا تو یہ سمجھا جاتا تھا کہ یہ صورت عقرب میں ہے درجہ اور دقیقہ کی حقیقت نامعلوم رہی بہت دن شہر میں اس ستارہ کی دھوم رہی اب دس بارہ دن سے نظر نہیں آتا وہاں شاید اب نظر آیا ہے جو آپ نے اس کا حال پوچھا ہے پس میں اتنا جانتا ہوں کہ یہ صورتیں قہر الٰہی کی ہیں اور دلیلیں ملک کی تباہی کی قران النحسین[1] پھر خسوف[2] پھر یہ صورت پُر کدورت عیاذاً باللہ پناہ بخدا یہاں پہلی نومبر کو بدھ کے دن حسب الحکم حکام کوچہ و بازار میں روشنی ہوئی اور سب کو کمپنی کا ٹھیکہ ٹوٹ جانا اور قلمرو ہند کا پادشاہی عمل میں آجانا پایا گیا نواب گورنر جنرل لارڈ کیننگ بہادر کو ملکۂ معظمہ انگلستان نے فرزند ارجمند خطاب دیا اور اپنی طرف سے نائب اور ہندوستان کا حاکم کیا میں تو قصیدہ اس تہنیت میں پہلے ہی لکھ چکا ہوں چنانچہ بشمول دستنبو نظر انور سے گزرا ہوگا شعر[3] تا نہال دوستی کے بر دہد + حالیا رفتیم و تخمے کاشتیم اللہ اللہ +

۴۵ نواب نور الدولہ سعد الدین خان بہادر شفق کے نام

پیر و مرشد آداب تتمہ[4] غلط نامہ[5] قاطع برہان کو بھیجے ہوئے تین دن اور آپ کی

---

[1] قران النحسین دو منحوس ستاروں کا قران ۱۲ [2] کسوف سورج گرہن اور خسوف چاند گرہن ۱۲ [3] دیکھیے دوستی کا پودا کب پھل دیتا ہے۔ اس وقت ہم جلد جا کر بیج بو آئے ہیں ۱۲ [4] تتمہ وہ حصہ کتاب وغیرہ جس کے ملانے کے بعد وہ تمام ہو جائے ۱۲ [5] وہ غلطیاں جو کتاب میں رہ جاتی ہیں ان کو جمع کر کے آخر کتاب میں لگا دیتے ہیں اسی کا نام غلطنامہ ہوتا ہے ۱۲ ـ

خیر و عافیت مولوی حافظ عزیز الدین کی زبانی سنے ہوئے دو دن ہوئے تھے کہ کل آپ کا نوازشنامہ پہونچا قاطع برہان کے پہونچنے سے اطلاع پائی معتقدان برہان قاطع برچھیاں اور تلواریں پکڑ پکڑ کے اٹھ کھڑے ہوئے ہیں ہنوز دو اعتراض مجھ تک پہونچے ہیں ایک تو یہ کہ قاطع برہان غلط ہے یعنی یہ ترکیب خلاف قاعدہ ہے کلام قطع کیا جاتا ہے برہان قاطع نہیں ہوسکتی تو صاحب برہان قاطع صحیح اور قاطع برہان غلط مگر برہان قاطع فاعل ہوسکتی ہے اور قطع کا فعل آپ نہیں قبول کرتی قاطع برہان میں جو برہان کا لفظ ہے یہ مخفف برہان قاطع ہے برہان قاطع کے رد کو قطع سمجھ کر قاطع برہان نام رکھا تو کیا گناہ ہوا دوسرا ایراد یہ ہے کہ مصرعہ با انگلستان تیز بیجا + انگلش کا نون تلفظ میں نہیں آتا میں پوچھتا ہوں کہ خدا کے واسطے انگلش اور انگریز کا نون باعلان کہاں ہے اور اگر ہے بھی تو ضرورت شعر کے واسطے لغات عربی میں سکون و حرکت کو بدل ڈالتے ہیں اور اگر انگلش کے نون کو غنہ کر دیا تو کیا گناہ ہوا وہ ورق چھاپے کا جو آپ کے پاس بھیجا ہے اُسکو غلطنامۂ شاملہ کے بعد لگا کر جلد بندھوا لیجیے گا حضرت کیوں آپ نے مراسلہ اور میرے مکتوب کا حال پوچھا مصرعہ ای ہمہ کہ جوابے[1] ننویسد جواب ست + سمجھ لو اور چپ رہو میں نے مانا جسکو تم نے لکھا ہے وہ لکھے گا کہ میں نے مختار سے پوچھا اُس نے یوں کہا پھر میں نے یوں کہا اب یہ بات قرار پائی ہے تو اس تقریر کو حضرت ہی باور[2] کرینگے فقیر کبھی نہ مانے گا ایک حکایت سنو امجد علی شاہ کی سلطنت کے آغاز میں ایک

---

[1] جواب جو نہیں لکھتے ہیں تو یہ بھی ایک جواب ہے ۱۲ [2] باور یقین ۱۲ —

صاحب میرے نیم آشنا یعنی خدا جانے کہاں کے رہنے والے کسی زمانہ میں وارد اکبر آباد ہوئے تھے کبھی کہیں کے تحصیلدار بھی ہو گئے تھے زبان آور اور چالاک اکبر آباد میں نوکری کی جستجو کی کہیں کچھ نہ ہوا میرے یہاں دو ایک بار آئے تھے پھر وہ خدا جانے کہاں گئے میں دلی آرہا کم و بیش بیس برس ہوئے ہوں گے امجد علی شاہ کے عہد میں اُن کا خط ناگاہ مجھ کو بسبیل ڈاک آیا چونکہ اُن دنوں میں دماغ تندرست اور حافظہ برقرار تھا میں نے جانا کہ یہ وہی بزرگ ہیں خط میں مجھ کو پہلے یہ مصرعہ لکھا مصرعہ از بخت شکر دارم و از روزگار ہم + آپ سے جدا ہو کر بیس برس آوارہ پھرا جے پور میں نوکر ہو گیا وہاں سے دو برس کے بعد کہاں گیا اور کیا کیا اب لکھنؤ میں آیا ہوں وزیر سے ملا ہوں بہت عنایت کرتے ہیں بادشاہ کی ملازمت اُنھیں کے ذریعہ سے حاصل ہوئی ہے بادشاہ نے خانی اور بہادری کا خطاب دیا ہے مصاحبوں میں نام لکھا ہے مشاہرہ ابھی قرار نہیں پایا وزیر کو میں نے آپ کا بہت مشتاق کیا ہے اگر آپ کوئی قصیدہ حضور کی مدح میں اور عرضی یا خط جو مناسب جانیں وزیر کے نام لکھ کر میرے پاس بھیجدیجیے گا تو بیشک بادشاہ آپ کو بلائیں گے اور وزیر کا خط فرمان طلب آپ کو پہونچے گا میں نے اُسی عرصہ میں ایک قصیدہ لکھا تھا جسکی بیت اسم یہ ہے آغاز قصیدہ امجد علی شہ آنکہ بذوق دعاے او + صد رہ نماز صبح قضا کرد روزگار + آخر متردد تھا کہ کس کی معرفت

سلہ پر نصیبہ کا بھی شکر ادا کرتا ہوں اور زمانے کا بھی ۱۲ سٹلہ امجد علی شاہ وہ ہے کہ اس کی دعا کے ذوق میں + زمانے نے سیکڑوں مرتبہ صبح کی نماز قضا کی ہے ۱۲

بھیجوں توکلت علی اللہ بھیجدیا رسید آگئی صرف پھر دو ہفتہ کے بعد ایک خط آیا کہ قصیدہ وزیر تک پہونچا وزیر پڑھ کر بہت خوش ہوا آئین شائستہ پیش کرنے کا وعدہ کیا میں متوقع ہوں کہ میاں بدرالدین مہرکن سے میری مُہر خطابی کھدوا کر بھیجدیں بھیجے چاندی کا نگینہ مربع اور قلم جلی فقیر نے سرانجام کر کے بھیجدیا رسید آئی اور قصیدہ کی بادشاہ تک گزرنے کی نوید پس پھر دو مہینے تک اُدھر سے کوئی خط نہ آیا میں نے جو خط بھیجا اُلٹا پھر آیا ڈاک کا یہ توقیع کہ مکتوب الیہ یہاں نہیں ایک مدت کے بعد حال معلوم ہوا کہ اس بزرگ کا وزیر تک پہونچنا اور حاضر رہنا بیچ بادشاہ کی ملازمت اور خطاب کا ملنا غلط بہادر شاہ کی مہر تم سے بفریب حاصل کر کے مرشد آباد کو چلا گیا چلتے وقت وزیر نے دو سو روپے دیے تھے ایک قاعدہ کلیہ دلی کا سمجھ لو خالق کی قدرت مقتضی اس کی ہے کہ جو اس شہر پناہ کے اندر پیدا ہو مرد یا عورت خفقانؔ و مراقؔ اُس کی خلقت و فطرت میں ہو آٹھ دس برس کے بعد ساون کے اخیر مینھ خوب برسا لیکن نہ دریا جاری ہوئے نہ طوفان آیا ہاں شہر کے باہر ایک دن بجلی گری دو ایک آدمی کچھ جانور تلف ہوئے مکان گرے دس بیس آدمی دب کر مرے دو تین شخص کوٹھے پر سے گر کر مرے مراقیوں نے غل مچانا شروع کیا اپنے اپنے عزیزان بسفر رفتہ کو لکھا جابجا اخبار نویسوں نے اُن سے سُن کر درج اخبار کیا لو اب دس بارہ دن سے مینھ کا نام نہیں دھوپ آگ سے زیادہ تر تیز ہے وہی خفقانی صاحب اب روتے پھرتے ہیں کہ کھیتیاں

لہ خفقان ہول دل۔ مراق۔ ایک سوداوی بیماری کا نام جس سے تکدر حواس ہوتا ہے ۱۲

جلی جاتی ہیں اگر مینھ نہ برسے گا تو کال پڑے گا مکانات کے گرنے کا حال یہ ہے کہ چار پانچ برس ضبط رہے نغمائی لوگ کڑی تختہ کیواڑ چوکھٹ بعض مکانات کی چھت کا مصالحہ سب لے گئے اب اُن غربا کو وہ مکان ملے تو اُن میں مرمت کا مقدور کہاں فرمائیے مکانات کیونکر نہ گریں۔

بنام نواب نور الدولہ سعد الدین خان بہادر شفق کے نام

پیر و مرشد ۲ ا بجے تھے میں ننگا اپنے پلنگ پر لیٹا ہوا حقہ پی رہا تھا کہ آدمی نے آ کر خط دیا میں نے کھولا پڑھا بھلے کو انگرکھا یا کرتا گلے میں نہ تھا اگر ہوتا تو میں گریبان پھاڑ ڈالتا حضرت کا کیا جاتا میرا نقصان ہوتا سرے سے سنیے آپ کا قصیدہ بعد اصلاح پہونچا اُس کی رسید آئی کٹے ہوئے شعر اُلٹے آئے اُن کی قباحت پوچھی گئی قباحت بتائی گئی الفاظ قبیح کی جگہ بے عیب الفاظ لکھ دیے گئے تو صاحب یہ اشعار بھی قصیدہ میں لکھ لو اس نگارش کا جواب آج تک نہیں شاہ اسرار الحق کے نام کا کاغذ ان کو دیا گیا جواب میں جو کچھ اُنھوں نے زبانی فرمایا وہ آپ کو لکھا گیا حضرت کی طرف سے اس تحریر کا جواب بھی نہ ملا شعر پڑھوں میں شکوہ سے یوں راگ سے جیسے باجا + اک ذرا چھیڑیے پھر دیکھیے کیا ہوتا ہے + سوچتا ہوں کہ دونوں خط بیرنگ گئے تھے تلف ہونا کسی طرح متصور نہیں خیر اب بہت دن کے بعد شکوہ کیا لکھا جائے یا سی کڑھی میں اُبال کیوں آئے بندگی بیچارگی پانچ لشکر کا حملہ پے بہ پے اس شہر پر ہوا۔ پہلا باغیوں کا لشکر اس میں اہل شہر کا اعتبار لٹا دوسرا لشکر خاکیوں کا اس میں

جان و مال و ناموس و مکان و مکین و آسمان و زمین و آثار ہستی سراسر لٹ گئے تیسرا لشکر کال کا اسمیں
ہزارہا آدمی بھوکے مرے چوتھا لشکر ہیضہ کا اسمیں بہت سے پیٹ بھرے مرے پانچواں لشکر
تپ کا اسمیں تاب و طاقت عموماً لٹ گئی مرے آدمی کم لیکن جسکو تپ آئی اُسنے اعضا میں
طاقت نہ پائی اب تک اس لشکر نے شہر سے کوچ نہیں کیا میرے گھر میں دو آدمی تپ میں مبتلا ہیں
ایک بڑا لڑکا اور ایک میرا داروغہ خدا ان دونوں کو جلد صحت دے برسات یہاں بھی اچھی ہوئی
ہے لیکن نہ ایسی کہ جیسی کالپی اور بنارس میں زمیندار خوش کھیتیاں تیار ہوئیں
خریف کا بیڑا پار ہے ربیع کے واسطے پوس و ماہ میں مینھ درکار ہے کتاب کا
پارسل پرسوں ارسال کیا جاوے گا۔ آہا ہا جناب حافظ محمد بخش صاحب میری
بندگی مغل علی خاں غدر سے کچھ دن پہلے مستسقی[1] ہو کر مر گئے ہے کیونکر لکھوں
حکیم رضی الدین خاں کو قتل عام میں ایک خاکی نے گولی مار دی اور احمد حسین خاں
اُن کے چھوٹے بھائی بھی اُسی دن مارے گئے طالع یار خاں کے دونوں بیٹے
ٹونک سے رخصت آتے تھے غدر کے سبب جا نہ سکے یہیں رہے بعد فتح
دہلی دونوں بے گناہوں کو پھانسی ملی طالع یار خاں ٹونک میں ہیں زندہ
ہیں پر یقین ہے کہ مُردہ سے بدتر ہوں گے میر چھوٹم نے بھی پھانسی پائی حال
صاحبزادہ میاں نظام الدین کا یہ ہے کہ جہاں سب اکابر شہر کے بھاگ گئے
تھے وہاں وہ بھی بھاگ گئے تھے بڑودہ میں رہے اور نگ آباد میں رہے
حیدر آباد میں رہے سال گذشتہ یعنی جاڑوں میں یہاں آئے سرکار سے
اُن کی صفائی ہو گئی لیکن صرف جاں بخشی رؤس الدولہ کا مدرسہ جو عقب کوتوالی

---

[1] مستسقی۔ جسے جلندر کا عارضہ ہو ۱۲۔

چبوترہ ہے وہ اور خواجہ قاسم کی حویلی جس میں مغل علی خاں مرحوم رہتے تھے وہ اور خواجہ صاحب کی حویلی یہ املاک خاص حضرت کالے صاحب کی اور کالے صاحب کے بعد میاں نظام الدین کی قرار پاکر ضبط ہوئی اور نیلام ہوکر روپیہ سرکار میں داخل ہاں قاسم خاں کی حویلی جس کے کاغذ میاں نظام الدین کی والدہ کے نام کے ہیں وہ اُن کو یعنی میاں نظام الدین کی والدہ کو ملگئی ہے فی الحال میاں نظام الدین پاک پٹن گئے ہیں شاید بھاولپور بھی جائینگے

۴۷ نواب نور الدولہ سعد الدین خان بہادر شفق کے نام

خداوند نعمت شرف افزا نامہ پہونچا شاہ اسرار الحق کے نام کا مکتوب اُنکی خدمت میں بھیجدیا گیا جناب شاہ صاحب سالک[۵۱] مجذوب یا مجذوب سالک ہیں اگر جواب بھجوادیں گے تو جناب میں ارسال کیا جائے گا قصیدہ کو بارہا دیکھا اور غور کی جس طور ہے اُس میں گنجائش اصلاح کی نہ پائی یعنی لفظ کی جگہ لفظ مرادف بالمعنی لانا صرف اپنی دستگاہ کا اظہار ہے ورنہ کوئی لفظ بیجا اور بے موقع نہیں کوئی ترکیب فارسی ٹکسال باہر نہیں مگر ہاں طرز گفتار کا بدلنا اُسکے واسطے چاہیے دوسرا قصیدہ اُس زمین میں ایک اور لکھنا اور وہ تکلف بارد[۵۲] ہے بلکہ شاید حضرت کو یہ منظور بھی نہ ہو پس شرم کم خدمتی سے دلریش اور فرط خجلت سے سر در پیش ہوکر قصیدہ کو اس لفافہ میں بھیجتا ہوں

---

۵۱ سالک مجذوب۔ وہ فقیر کہ جو دراصل سالک ہو۔ لیکن اس پر کبھی ایسا جذبہ آئے جو مجذوبوں کی سی باتیں کرے۔ مجذوب سالک۔ اس کے برعکس ۱۲ ۵۲ تکلف بارد۔ فضول تکلف ۱۲۔

خدا کرے مورد عتاب نہ ہوں غلہ کی گرانی آفت آسمانی امراض دموی بلائے جانی انواع و اقسام کے اور رام و شور شائع چارہ نا سودمند اور سعی ضائع میں نہیں جانتا کہ ۱۱ مئی ۱۸۵۷ء کو پہر دن چڑھے وہ فوج باغی میرٹھ سے دلی آئی تھی یا خود قہر الٰہی کا پے در پے نزول ہوا تھا بقدر خصوصیت سابق دلی ممتاز ہے ورنہ سرتاسر قلمرو ہند میں فتنہ و بلا کا دروازہ باز ہے انا للہ وانا الیہ راجعون جناب میر امجد علی صاحب کو بندگی جناب منشی نادر حسین خاں صاحب کو سلام

۴۸ نواب نور الدولہ سعد الدین خان بہادر شفق کے نام

پیر و مرشد میں آپ کا فرمان پذیر اور آپ کا حکم بطیب خاطر بجا لانیوالا ہوں مگر سمجھ تو لوں کہ کیا لکھوں وہ مکتوب کہاں بھیجوں آپ کے پاس بھیجدوں یا انھیں منشی صاحب کے پاس بھیجدوں اور وسیم الدین ظہیر الدین کو منشی سیر شیخ خواجہ کیا کر کے لکھوں دو حاکم کی رائے کے شمول کا قیدی اور اس زمانہ میں سیکڑوں جزیرہ نشین رہائی پاکر اپنے اپنے گھر کو آگئے باینہمہ منشی کو کیا اختیار ہے کہ وہ چھوڑ دے یہ آپ کی تحریر سے معلوم نہیں ہوتا کہ اب سعی منحصر اس میں ہے کہ قیدی دریائے شور کو نہ جاوے اور یہیں محبوس رہے یا یہ منظور ہے کہ جزیرہ کو بھی نہ جاوے اور یہاں کی قید سے بھی رہائی پائے خواہش کیا ہے اور کارپردازی کس طرح کی اعانت چاہوں پہلے تو یہ

سوچتا ہوں کہ کیا لکھوں پھر جو کچھ لکھوں اُس کو کہاں بھیجوں طریق تو یہ ہے کہ میاں امیر الدین وہ نگارش لے کر منشی صاحب کے پاس جائیں اور بذریعہ اس خط کے روشناس ہوں میں کیا جانوں کہ امیر الدین کا مسکن کہاں ہے منشی صاحب کو خط بھیجدوں اُن کے نزدیک احمق ہوں کہ کس امر موہوم مجہول میں مجھ کو لکھا ہے کیونکر ہو سکتا ہے کہ وہ اِس خط کو پڑھ کر تفحص کریں کہ امیر الدین کون ہے اور کہاں ہے اور کیا چاہتا ہے بہر حال اس خط کے ساتھ ایک اور لفافہ آپ کے نام کا روانہ کرتا ہوں اُس میں صرف ایک خط موسومہ منشی صاحب ہے کھلا ہوا اُس کو پڑھ کر میاں امیر الدین کے پاس بھیج دیجیے گا مگر گوند لگا کر اور اگر یہ منظور نہ ہو تو میری طرف سے منشی صاحب کے نام کا خط مسودہ لکھ کر میرے پاس اور رکھ بھیجیے کہ اُس مسودہ کو صاف کر کے کہاں بھیجوں

(۴) نواب انور الدولہ سعد الدین خاں بہادر شفق کے نام

پیر و مرشد شب رفتہ کو مینھ خوب برسا ہوا میں فرط برودت سے گزند[1] پیدا ہو گیا اب صبح کا وقت ہے ہوا ٹھنڈی بے گزند چل رہی ہے ابر تنک[2] محیط ہے آفتاب نکلا ہے پر نظر نہیں آتا ہے میں عالم تصور میں آپ کو مسند عز و جاہ پر جانشین اور منشی نادر حسین خاں صاحب کو آپ کا جلیس مشاہدہ کر کے آپ کی جناب میں کورنش بجالاتا ہوں اور منشی صاحب کو سلام کرتا ہوں کافر نعمت ہو جاؤں اگر یہ مدارج بجانہ لاؤں حضرت نے اور منشی صاحب نے

---

[1] گزند نقصان ۱۲ [2] ہلکی سی بدلی ۱۲

میری خاطر سے کیا زحمت اُٹھائی ہے بھائی صاحب بہت خوشنود ہوے
منت پذیری میں میرے شریک غالب ہیں فی الحال بتوسط میرے سلام نیاز
عرض کرتے ہیں اغلب ہے کہ نامہ جداگانہ بھی ارسال کریں حضرت آپ
غالب کی شرارتیں دیکھتے ہیں سب کچھ کیے جاتا ہے اور راس اصل کا جس پر
یہ مراتب متفرع ہوں ذکر نہیں کرتا فقیر کو تو یہ طرز پسند نہ آئی مطلب اصلی
کو مقدر چھوڑ جانا کیا شیوہ ہے یوں لکھنا تھا کہ آپ کا عنایت نامہ اور
اُس کے ساتھ نسب نامہ خاندان مجد و علا کا پارسل پہونچا میں ممنون ہوا
نواب ضیاء الدین خاں بہادر بہت ممنون و شاکر ہوئے جناب عالی میں
تو غالب ہرزہ سرا[لہ] کا معتقد نہ رہا آپ نے اُس کو مصاحب بنا رکھا ہے
اس سے اس کا دماغ چل گیا ہے قبلہ و کعبہ کیا جناب مولانا قلق ہیں حضرت
شفق نے جو غالب کی شفاعت کی تھی وہ مقبول نہ ہوئی اب جناب ہاشمی
کو اپنا ہم زبان اور مددگار بنا کر پھر کہتے ہیں آپ کی بات اس باب میں
کبھی نہ مانوں گا جب تک سید صاحب کا خوشنودی نامہ نہ بھجوائیے گا
اس سارٹیفکٹ کے حصول میں رشوت دینے کو بھی میں موجود ہوں والسلام

بنام نواب انور الدولہ سعد الدین خان بہادر شفق کے نام

پیر و مرشد کورنش مزاج اقدس الحمد للہ تو اچھا ہے حضرت دعا کرتا ہوں پرسوں
آپ کا خط مع سارٹیفکٹ کے پہونچا آپ کو مبدء فیاض سے اشرف الوکلا

لہ ہرزہ سرا۔ یاوہ گو۔ فضول باتیں کرنے والا ۱۲۔

خطاب ملا محبتانہ ایک لطیفہ نشاط انگیز سنیے ڈاک کا ہرکارہ جو بلّی ماروں
کے محلے کے خطوط پہونچاتا ہے ان دنوں میں ایک بنیا پڑھا لکھا حرف شناس
کوئی فلاں ناتھ یا ڈھمک داس میں بالاخانے پر رہتا ہوں حویلی میں آکر اُسنے
داروغہ کو خط دیا اور اُس نے خط دے کر مجھ سے کہا کہ ڈاک کا ہرکارہ بندگی
عرض کرتا ہے اور کہتا ہے کہ مبارک ہو آپ کو جیسا کہ دلی کے بادشاہ نے
نوابی کا خطاب دیا تھا اب کابی سے خطاب کپتانی کا ملا حیران کہ یہ کیا کہتا
ہے سرنامہ کو غور سے دیکھا کہیں قبل از اسم مخدوم نیاز کیشاں لکھا تھا اُس
قرمساق نے اور الفاظ سے قطع نظر کرکے کیشاں کو کپتان پڑھا بھائی
ضیاء الدین خاں صاحب شملہ گئے ہوئے ہیں شاید آخر ماہ حال یعنی جولائی
یا اول ماہ آئندہ یعنی اگست یہاں آجائیں آپ کو نوید تخفیف تصدیع دیتا ہوں
آپ نواب صاحب سے کتاب کیوں مانگیں اور زحمت کیوں اُٹھائیں
جس قدر کہ علم ان کو اس خاندان مجددت نشان کے حال پر حاصل ہو گیا
ہے کافی ہے مولانا قلق کے نام سے عرضی اُن کو پہونچا دیجیے گا اور جناب
نادر حسین خاں صاحب کو میرا سلام فرما دیجیے گا ۔

[۱] مرزا یوسف علیخان عزیز کے نام

بھائی تم کیا فرماتے ہو جان بوجھ کر انجان بنے جاتے ہو واقعی غدر میں
میرا گھر نہیں لٹا مگر میرا کلام میرے پاس کب تھا کہ نہ لٹتا ہاں بھائی ضیاء الدین

---

[۱] ۵ بھادوا ۱۲ ۵۲ تکلیف کو کم کرنا ۱۲ ۔

خاں صاحب اور ناظر حسین مرزا صاحب ہندی اور فارسی نظم اور نثر کے مسودات مجھ سے لے کر اپنے پاس جمع کر لیا کرتے تھے سو ان دونوں گھروں پر جھاڑو پھر گئی نہ کتاب رہی نہ اسباب رہا پھر اب میں اپنا کلام کہاں سے لاؤں ہاں تم کو اطلاع دیتا ہوں کہ مئی کی گیارھویں ۱۸۵۷ء سے جولائی کی اکتیسویں ۱۸۵۸ء تک پندرہ مہینے کا حال میں نے لکھا ہے اور نثر فارسی زبان قدیم میں ہے کہ جس میں کوئی لفظ عربی نہ آئے اور ایک قصیدہ فارسی متعارف عربی اور فارسی ملی ہوئی زبان میں حضرت فلک رفعت جناب ملکۂ معظمۂ انگلستان کی ستائش میں اس نثر کے ساتھ شامل ہے یہ کتاب مطبع مفید خلائق آگرے میں منشی نبی بخش صاحب حقیر اور مرزا حاتم علی بیگ مہر اور منشی ہرگوپال تفتہ کے اہتمام میں چھاپی گئی ہے فی الحال مجموعہ میری نظم و نثر کا اُس کے علاوہ اور کہیں نہیں میرے کلام کے مشتاق ہیں تو یہ نسخہ موسوم بہ دستنبو مطبع مفید خلائق میں سے منگا لیں اور ملاحظہ فرمائیں

۵۲ مرزا یوسف علیخاں عزیزؔ کے نام

میاں کل زین العابدین فوق کا خط مع اشعار کے ٹکٹ دار لفافہ کے اندر رکھ کر بسبیل ڈاک بھجوا دیا ہے آج صبح کو تمہارا خط آیا دوپہر کو میں نے جواب لکھا تیسرے پہر کو روانہ کیا موتیوں کا پھنکا البتہ بہت مناسب ہے خیر موتیوں کا نوالہ بھی سہی حافظ کے شعر کی حقیقت جب سمجھو گے جب قواعد مقررۂ اہل سخن دریافت کر لو گے قاعدہ یہ ہے کہ اگر مطلع میں یا اور اشعار میں قصیدہ کے

احتیاج آپڑے اور اُس کی اطلاع ایک شعر میں کر دیں تو وہ عیب جاتا رہتا ہی جیسا کہ اُستاد کا قطعہ ہے اُس میں ریو و غریو و کالیو قافیہ ہے اور شعر اخیر قطعہ کا یہ ہے شعر غلط کردم دریں معنے کہ گفتم + ز نخنداں نگار خویش را سیو + حالانکہ صحیح سیب ہے بباے موحدہ شاعر نے اطلاع دی کہ میں نے غلط کیا جو سیو لکھا اسی طرح حافظ فرماتا ہے مصرعہ بہ بیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا + حاصل اس کا یہ کہ دیکھہ کتنا تفاوت ہے ایک جگہ حرف روی ساکن اور ایک جگہ متحرک مگر یہاں ابھی معترض کو گنجائش ہے کہ وہ یہ کہے کہ ہاں تفاوت کو ہم بھی جانتے ہیں سوال یہ ہے کہ یہ تفاوت تم نے کیوں رکھا اس کا جواب پہلا مصرعہ ہے مصرعہ صلاح کار کجا و من خراب کجا + یعنی حافظ فرماتا ہے کہ میں عاشق زار و دیوانہ ہوں صلاح کار سے مجھ کو کیا کام پورب کے ملک میں جہاں تک چلے جاؤ گے تذکیر و تانیث کا جھگڑا بہت پاؤ گے سانس میرے نزدیک مذکر ہے لیکن اگر کوئی مؤنث بولے گا تو میں اُسکو منع نہیں کر سکتا خود سانس کو مؤنث نہ کہوں گا سیف کو عدو کش اور کمند کو عدو بند سیف عدو بند نہیں ہو سکتی تم کو کہتا ہوں کہ تم تلوار کو عدو بند نہ کہو کوئی واگ کہے تو اُس سے نہ لڑو زلف کو شب رنگ اور شبگوں کہتے ہیں شبگیر زلف کی صفت ہرگز نہیں ہو سکتی شبگیر اُس سفر کو کہتے ہیں کہ پہر چھ گھڑی رات رہے چلدیں نالۂ شبگیر آہ و زاری آخر شب کو کہتے ہیں زلف شب گیر نہ مسموع نہ معقول سخن کا قافیہ بن بھی درست ہے اور تن بھی جائز ہے یعنی سخن کا دوسرا حرف مضموم بھی ہے اور مفتوح بھی ہے اور اُس پر متقدمین

اور متاخرین اور اہل ایران اور اہل ہند کو اتفاق ہے کہ خشخاش پوست کے ڈوڈے کو کہتے ہیں اُس میں کچھ تامل نہ چاہیے تم اپنے تحصیل کی فکر میں رہا کرو زنہار کسی پر اعتراض نہ کیا کرو والدعا

۵۲ میر مہدی کے نام

برخوردار تمہارا خط آیا حال معلوم ہوا میں اس خیال میں تھا کہ اول کچھ حال معلوم کر لوں اور کپتان الگزنڈر کا خط آئے اور اسکو میں میر سرفراز حسین کے مقدمہ میں لکھ لوں تو اس وقت تمہارے خط کا جواب لکھوں چونکہ آجتک اُن کا خط نہ آیا میں نے سوچا کہ اگر اسی انتظار میں رہوں گا اور خط کا جواب نہ بھیجونگا تو میرا پیارا میر مہدی خفا ہوگا ناچار جو کچھ الور کا حال سُنا ہے وہ اور کچھ اپنا حال لکھتا ہوں ہر چند میں نے دریافت کرنا چاہا مگر میر محمود علی کا وہاں پہونچنا اور یہ کہ وہاں پہونچنے کے بعد کیا طور قرار پایا کچھ معلوم نہیں ہوا صرف خبر واحد ہے کہ اُن کو راؤ راجہ نے صاحب ایجنٹ سے اجازت لے کر بلا لیا ہے کہتے ہیں کہ صاحب ایجنٹ الور کے راجہ نے بالغ اور عاقل ہونے کی رپورٹ صدر کو بھیجی ہے کیا عجب ہے کہ اُن کا راج اُن کو مل جائے کہتے ہیں کہ راؤ راجہ نے اہل خطہ کے فراق کی شکایت حاکم سے کی تھی جواب پایا کہ وہ لوگ مفسد اور بد معاش ہیں اور تمہاری برادری کے لوگ اُن سے ناخوش ہیں اُن کے آنے میں فساد کا احتمال ہے وہ نہ آنے پائیں گے مولانا غالب علیہ الرحمۃ ان دنوں میں بہت خوش ہیں پچاس ساٹھ جزو کی کتاب امیر حمزہ کی داستان کی اور

اور اسی قدر حجم کی ایک جلد بوستان خیال کی آگئی ہے سترہ بوتلیں بادہ ناب کی توشک خانہ میں موجود ہیں دن بھر کتاب دیکھا کرتے ہیں رات بھر شراب پیا کرتے ہیں بیت کسے[۵] کایں مرادش میسر بود + اگر جم نباشد سکندر بود + میر سرفراز حسین کو اور میرن صاحب کو اور میر نصیر الدین صاحب کو دعائیں اور دیدار کی آرزوئیں اہاہا میرا پیارا میر مہدی آیا آؤ بھائی مزاج تو اچھا ہے بیٹھو یہ رام پور ہے دار السرور ہے جو لطف یہاں ہے وہ اور کہاں ہے پانی سبحان اللہ شہر سے تین سو قدم پر ایک دریا ہے اور کوسی اس کا نام ہے بے شبہ چشمہ آبحیات کی کوئی سوت اُس میں ملی ہے خیر اگر یوں بھی ہے تو آب حیات عمر بڑھاتا ہے لیکن اتنا شیریں کہاں ہوگا تمھارا خط پہونچا تردد عبث میرا مکان ڈاک گھر کے قریب اور ڈاک منشی میرا دوست ہے نہ عرف لکھنے کی حاجت نہ محلہ کی حاجت بے وسواس خط بھیجدیا کیجیے اور جواب لیا کیجیے یہاں کا حال سب خوب اور صحت مرغوب ہے اسوقت تک مہمان ہوں دیکھوں کیا ہوتا ہے تعظیم و توقیر میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں ہے لڑکے دونوں میرے ساتھ آئے ہیں اسوقت اس سے زیادہ نہیں لکھ سکتا۔

ایضاً میر مہدی کے نام

اے جناب میرن صاحب السلام علیکم حضرت آداب کہو صاحب آج اجازت ہے میر مہدی کے خط کا جواب لکھوں تو حضور میں کیا منع کرتا ہوں میں نے

---

[۵] جس شخص کو یہ مراد ملجائے۔ اگر وہ جمشید نہیں تو سکندر ہے ۱۲۔

تو یہ عرض کیا تھا کہ اب وہ تندرست ہو گئے ہیں بخار جاتا رہا ہے صرف تپش باقی ہے وہ بھی رفع ہو جاوے گی میں اپنے ہر خط میں آپ کی طرف سے لکھ دیتا ہوں آپ پھر کیوں تکلیف کریں نہیں میرن صاحب اُسکے خط کو آئے ہوے بہت دن ہوئے ہیں وہ خفا ہوا ہوگا جواب لکھنا ضرور ہے حضرت وہ آپکے فرزند ہیں آپ سے خفا کیا ہوں گے بھائی آخر کوئی وجہ تو بتاؤ کہ تم مجھے خط لکھنے سے کیوں باز رکھتے ہو سبحان اللہ اے لو حضرت آپ تو خط نہیں لکھتے اور مجھے فرماتے ہیں کہ تو باز رکھتا ہے اچھا تم باز نہیں رکھتے مگر یہ تو کہو کہ تم کیوں نہیں چاہتے کہ میں میر مہدی کو خط لکھوں کیا عرض کروں سچ تو یہ ہے کہ جب آپ کا خط جاتا اور وہ پڑھا جاتا تو میں سنتا اور خط اُٹھاتا اب جو میں وہاں نہیں نہیں چاہتا کہ آپ کا خط جاوے میں اب پنجشنبہ کو روانہ ہوتا ہوں میری روانگی کے تین دن کے بعد آپ خط شوق سے لکھیے گا میاں بیٹھو ہوش کی خبر لو تمھارے جانے سے نہ جانے سے مجھے کیا علاقہ میں بوڑھا آدمی بھولا آدمی تمھاری باتوں میں آگیا اور آج تک اسکو خط نہیں لکھا لاحول ولا قوۃ سنو میر مہدی صاحب میرا کچھ گناہ نہیں اپنے خط کا جواب لکھو تپ تو رفع ہوگئی ہے تپش کے رفع ہونے کی خبر شتاب لکھو پرہیز کا بھی خیال رکھا کرو یہ بُری بات ہے کہ وہاں کچھ کھانے کو ملتا ہی نہیں تمھارا پرہیز اگر ہوگا بھی تو عصمت بی بی از بے چادری ہوگا حالات یہاں کے مفصل میرن صاحب کی زبانی معلوم ہوں گے دیکھو بیٹھے ہیں میں کیا جانوں حکیم میر اشرف علی اور ان میں کچھ کونسل ہو تو رہی ہے پنجشنبہ روانگی کا دن ٹھہرا تو بھی اگر چل نکلیں اور پہونچ جائیں

تو اُن سے یہ پوچھیو کہ جناب ملکۂ انگلستان کی سالگرہ کی روشنی کی محفل میں تمھاری کیا اگت ہوئی تھی اور یہ بھی معلوم کر بھیجو کہ یہ جو فارسی مثل مشہور ہے کہ دفتر را گاؤ خورد اس کے معنی کیا ہیں یہ پوچھیو اور نہ چھوڑیو جب تک نہ بتائیں اس وقت پہلے تو آندھی چلی پھر مینھ آیا اب مینھ برس رہا ہے میں خط لکھ چکا ہوں سرنامہ لکھکر چھوڑوں گا جب ترشح موقوف ہو جائے گا تو کلیان ڈاک کو لے جائے گا

میر سرفراز حسین کو دعا پہونچے الحمد للہ تم پانی پت کے سلطان العلما اور مجتہد العصر بن گئے کہو وہاں کے لوگ تمھیں قبلہ وکعبہ کہنے لگے یا نہیں میر نصیر الدین کو دعا کہنا

۵۵ مرزا علاء الدین خان کے نام

سُنو عالم دو ہیں ایک عالم ارواح اور ایک عالم آب وگل حاکم ان دونوں عالموں کا وہ ایک ہے جو خود فرماتا ہے لِمَنِ الْمُلْکُ الْیَوْمَ[۱] اور پھر آپ جواب دیتا ہے لِلّٰہِ الْوَاحِدِ الْقَھَّارِ[۲] ہرچند قاعدہ عام یہ ہے کہ عالم آب[۳] وگل کے مجرم عالم ارواح میں سزا پاتے ہیں لیکن یوں بھی ہوا ہے کہ عالم ارواح کے گنہگار کو دنیا میں بھیجکر سزا دیتے ہیں چنانچہ ۸۔ رجب ۱۲۱۲ھ کو مجھ کو روبکاری کے واسطے یہاں بھیجا ۱۳۔ برس حوالات میں رہا ۷۔ رجب ۱۲۲۵ھ کو میرے واسطے حکم دوام حبس صادر ہوا ایک بیڑی میرے پاؤں میں ڈالدی اور دلی شہر کو زندان مقرر کیا اور مجھے اس زندان میں ڈال دیا نظم ونثر کو مشقت ٹھیرایا

---

۱ آج کے دن ملک کس کے قبضے میں ہے ۱۲ ۲ خداوند قہار اور واحد کے قبضے میں ہے ۱۲

۳ مراد دنیا ہے ۱۲

برسوں کے بعد میں جیلخانہ میں سے بھاگا تین برس بلادِ شرقیہ[1] میں پھرتا رہا پایانِ کار مجھے کلکتہ سے پکڑ لائے اور پھر اسی مجبس[2] میں بٹھا دیا جب دیکھا کہ یہ قیدی گریزپا[3] ہے دو ہتکڑیاں اور بڑھا دیں پاؤں بیڑی سے فگار رہا تھا ہتکڑیوں سے زخمدار مشقت مقرری اور مشکل ہو گئی طاقت یک قلم زائل ہو گئی بیحیا ہوں سال گذشتہ بیڑی کو زاویۂ زنداں میں چھوڑ مع دونوں ہتکڑیوں کے بھاگا میرٹھ مراد آباد ہوتا ہوا رامپور پہونچا کچھ دن کم دو مہینے وہاں رہا تھا کہ پھر پکڑا آیا اب عہد کیا کہ پھر نہ بھاگوں گا بھاگوں کیا بھاگنے کی طاقت بھی تو نہ رہی حکم رہائی دیکھیے کب صادر ہو ایک ضعیف سا احتمال ہے کہ اسی ماہ ذیحجہ ۱۲۷۷ھ میں چھوٹ جاؤں بہر تقدیر بعد رہائی کے تو آدمی سوائے اپنے گھر کے اور کہیں نہیں جاتا میں بھی بعد نجات سیدھا عالم ارواح کو چلا جاؤں گا۔

شعر فرخ[4] آں روز کہ از خانۂ زنداں بردم + سوئے شہر خود ازیں وادیٔ ویراں بردم

۵۷ میر مہدی کے نام

اے میاں سیدزادہ آزادہ دلی کے عاشق دلدادہ ڈھئے ہوئے اردو بازار کے رہنے والے حسد سے لکھنؤ کو بُرا کہنے والے نہ دل میں مہر و آزرم نہ آنکھ میں حیا و شرم نظام الدین ممنوں کہاں ذوق کہاں مومن خاں کہاں ایک آزردہ سو خاموش دوسرا غالب وہ خود بیخود و مدہوش نہ سخنوری رہی نہ سخندانی کس

لہ پورب کی طرف کے شہر ۱۲ کہ حبس قید خانہ ۱۲ سہ جسے بھاگ جانے کی عادت ہو ۱۲ عہ وہ دن بڑا مبارک ہوگا کہ زنداں خانے سے میں چلا جاؤں اور ویران جنگل سے اپنے گھر کی طرف پلٹوں ۱۲۔

برتے پر تتا پانی ہائے دلی وائے دلی بھاڑ میں جائے دلی سنو صاحب پانی پت کے رئیسوں میں ایک شخص ہیں احمد حسین خاں ولد سردار خاں ولد دلاور خاں اور نانا اس احمد حسین خاں کے غلام حسین خاں ولد مصاحب خاں اس شخص کا حال از روئے تحقیق مشرح اور مفصل لکھو قوم کیا ہے معاش کیا طرق کیا ہے احمد حسین خاں کی عمر کیا ہے لیاقت ذاتی کا کیا رنگ ہے طبیعت کا کیا ڈھنگ ہے بھائی لکھو اور جلد لکھو

۵۷ میر مہدی کے بھائی میر سرفراز حسین کے نام

نور چشم راحت جان میر سرفراز حسین جیتے رہو اور خوش رہو تمہارے دستخطی خط نے میرے ساتھ وہ کیا جو بوئے پیراہن نے یعقوب کے ساتھ کیا تھا میاں یہ ہم تم بوڑھے ہیں یا جوان ہیں یا توانا ہیں یا ناتوان ہیں بڑے بیش قیمت ہیں یعنی بہر حال غنیمت ہیں کوئی جلا بھنا کہتا ہے شعر یادگار زمانہ ہیں ہم لوگ + یاد رکھنا افسانہ ہیں ہم لوگ + وہی بالاخانہ ہے اور وہی میں ہوں سیڑھیوں پر نظر ہے کہ وہ میر مہدی آئے اور وہ میر سرفراز حسین آئے وہ یوسف مرزا آئے وہ میرن آئے وہ یوسف علی خاں آئے مرے ہوؤں کا نام نہیں لیتا بچھڑے ہوؤں میں سے کچھ گنتے ہیں الحمد اللہ ہزاروں کا میں ماتم دار ہوا میں مروں گا تو مجھ کو کون روئے گا سنو غالب رونا پیٹنا کیا کچھ اختلاط کی باتیں کرو کہو میر سرفراز حسین سے کہ یہ خط میر احمدی کو پڑھاؤ اور میرن صاحب کو بلاؤ کل شام کو یا پرسوں شام کو میر اشرف علی صاحب میرے پاس آئے تھے کہتے تھے

کہ کل یا پرسوں پانی پت کو جاؤں گا میں نے اُن کی زبانی کچھ پیام میرن صاحب کو بھیجا ہے اگر بھول نہ جائیں گے پہونچائیں گے خلاصہ اُس کا یہ ہے کہ صاحب ابن نہیں ہے نہ ہو غلام اشرف نہیں ہے نہو اگر منظور کیجیے تو میں صوفی ہوں ہمہ اوست کا دم بھرتا ہوں بموجب مصرعہ کے مصرعہ دل[۱] بدست آور کہ حج اکبرست[+] تم سے کب انکار کرتا ہوں اگر مرزا گوہر کی جگہ مانو تو خوش اگر غلام اشرف جانو تو رہی رات کو اپنے گھر میں باتیں بناؤ دن کو مجھ سے جی بہلاؤ قصہ مختصر آؤ اور جلد آؤ سید انور کا جو حال لکھتے ہو وہ سچ ہے راجپوت ایسا ہی کچھ کرتے ہیں مگر مہاراجہ مسلمانوں کا دم بھرتے ہیں دن جاتے ہیں کہ یہ لوگ پھر وہاں آتے ہیں کیا مجمع برہم ہوا ہے مجھ کو کیسا غم ہوا ہے تم اس جرگے[۲] سے جدا ہو تم کو اندیشہ کیا ہے میر قربان علی صاحب جیسا لکھیں دیا کرو میر مہدی صاحب سارا خط پڑھ کر کہیں گے مجکو دعا بھی نہ لکھی بھائی میری دعا پہونچے میر نصیر الدین ایک دن میرے یہاں آئے تھے اب میں نہیں جانتا یہاں ہیں یا وہاں ہوں تو دعا کہنا میرن صاحب کے نام تو اتنا کچھ پیام ہے دعا سلام کی کیا حاجت دیکھو ہم اپنا نام نہیں لکھتے بھلا دیکھیں تو سہی تم جانتے ہو کہ یہ خط کس کا ہے

۵۵ میر مہدی کے نام

سید خدا کی پناہ عبارت لکھنے کا ڈھنگ ہاتھ کیا آیا ہے کہ تم نے سارے جہان کو سر پر اُٹھایا ہے ایک غریب سید مظلوم کے چہرۂ نورانی پر مہاسا نکلا ہے

---

[۱] کسی کا دل رکھ لے یہی حج اکبر ہے ۱۲ [۲] جرگہ۔ جماعت ۱۲۔

تم کو سرمایۂ آرائش گفتار بہم پہونچا ہے میری ان کو دعا پہونچاؤ اور ان کی خیر و عافیت جلد لکھو یہاں کا بھائی نقشا ہی کچھ اور ہے سمجھ میں کسی کی نہیں آتا کہ کیا طور ہے اوائل ماہ انگریزی میں روک ٹوک کی شدت ہوتی تھی آٹھویں دسویں سے وہ شدت کم ہو جاتی تھی اس مہینے میں برابر وہی صورت رہی ہے آج ۲۷۔ مارچ کی ہے پانچ چار دن مہینے میں باقی ہیں آنچ ویسی ہی تیز ہے خدا اپنے بندوں پر رحم کرے مجھ پر میرے اللہ نے ایک اور عنایت کی ہے اور اس غمزدگی میں ایک گونہ خوشی اور کیسی بڑی خوشی دی ہے تم کو یاد ہوگا کہ ایک دستنبو نواب لفٹنٹ گورنر بہادر کی نذر بھیجی تھی آج پانچواں دن ہے کہ نواب لفٹنٹ گورنر بہادر کا خط مقام الہ آباد سے بسبیل ڈاک آیا وہی کاغذ افشانی وہی القاب قدیم کتاب کی تعریف عبارت کی تحسین مہربانی کے کلمات کبھی تم کو خدا یہاں لائے گا تو اس کی زیارت کرنا پنشن ملنے کا بھی حکم آجکل آیا چاہتا ہے اور یہ بھی توقع بڑی ہے کہ گورنر جنرل بہادر کے وہاں سے بھی کتاب کی تحسین اور عنایت کے مضامین کی تحریر آجائے۔ میرن صاحب کو سلام پہلے لکھ چکا ہوں میر سرفراز حسین اور میر نصیر الدین کو دعا کہدینا اور خط دکھا دینا

(۵) میر مہدی کے نام

بھائی ایک خط تمہارا پہلے پہونچا اور ایک خط کل آیا پہلے خط میں کوئی امر جواب طلب نہ تھا اگرچہ کل کے خط میں بھی صرف کتابوں کی رسید تھی لیکن

چونکہ دو امر لکھنے کے لائق تھے اسواسطے ایک لفافہ تمہاری پسند کا تمہاری نذر کرنا پڑا پہلا امر یہ کہ آج میر نصیر الدین دوپہر کو میرے پاس آئے تھے انکو دیکھ کر دل خوش ہوا تم نے بھی خط میں لکھا تھا کہ میر سرفراز حسین الور گئے تھے اور میر نصیر الدین بھی کہتے تھے کہ میں اور وہ ایک دن پانی پت سے چلے وہ اُدھر گئے اور میں ادھر آیا ظاہرا پارسل کے پہونچنے سے پہلے وہ روانہ ہوئے ہیں اُن کی کتاب رہ گئی اب اُن تک کیونکر پہونچے گی خدا خیر کرے میاں لڑکے سُنو میر نصیر الدین اولاد میں سے ہیں شاہ محمد اعظم صاحب کے وہ خلیفہ تھے مولوی فخر الدین صاحب کے اور میں مرید ہوں اس خاندان کا اسواسطے میر نصیر الدین کو پہلے بندگی لکھتا ہوں اور پھر تمہارے علاقہ سے اُن کو دعا لکھتا ہوں صوفی صافی ہوں اور حضرات صوفیہ حفظ مراتب ملحوظ رکھتے ہیں مصرعہ گر حفظ مراتب نہ کنی زندیقی[۱] + یہ جواب ہے تمہارے اُس سوال کا کہ جو پہلے خط میں تم نے لکھا تھا اب کی خط میں تم نے میرن صاحب کی خیر و عافیت کیوں نہ لکھی یہ بات اچھی نہیں ہے تو ڈر گیا کہ اگر تمہارے خط میں اُنکو دعا سلام لکھوں گا تو اُن سے تم کاہے کو کہوگے پیرزادہ صاحب یعنی میر نصیر الدین نے اُنکی بندگی مجھ سے کہی ہے واسطے خدا کے میری دعا اُنکو کہدینا

بنام میر مہدی کے نام

برخوردار نور چشم میر مہدی کو بعد دعائے حیات و صحت کے معلوم ہو

---

[۱] اگر تو مراتب کو ملحوظ خاطر نہ رکھے تو کافر ہے ۱۲

بھائی تم نے بخار کو کیوں آنے دیا تپ کو کیوں چڑھنے دیا کیا بخار میرن صاحب کی صورت میں آیا تھا جو تم مانع نہ آئے کیا تپ ابن بن کر آئی تھی جو اُس کو روکتے ہوئے شرمائے حکیم اشرف علی ابھی گئے ہیں کہتے تھے کہ میں نے نسخہ لکھ کر آج ڈاک میں بھیجدیا ہے چونکہ یہ خط بھی آج روانہ ہوتا ہے کیا عجب ہے کہ دونوں خط ایک دن بلکہ ایک وقت پہونچیں دل تمھارے واسطے بہت کڑھتا ہے حق تعالےٰ تم کو جلد شفا دے اور تمھاری تندرستی کی خبر مجھ کو سنائے ۔

سنو میاں سرفراز حسین ہزار برس میں تم نے ایک خط مجکو لکھا وہ بھی اس طرح کا کہ جیسے جلال اسیر کہتا ہے مصرعہ بہ غیر دل نگرانست و رو باد ارد[۱] پڑھتا ہوں اُس خط کو اور ڈھونڈھتا ہوں کہ میرے واسطے کون سی بات ہر مجھ کو کیا پیام ہے کچھ نہیں شاید دوسرے صفحہ میں کچھ ہو اُدھر خاتمہ بالخیر ہے یارب سرنامہ میرے نام کا آغاز تحریر میں القاب میرا پھر سارے خط میں میرن صاحب کا جھگڑا یہ کیا سیر ہے میں ایسے خط کا جواب کیوں لکھوں نہ میری بلا لکھے اب جو تم خط لکھوگے اور اُس میں اپنے بھائی کی خیر و عافیت رقم کروگے اور میرن صاحب کا نام اور اُن کے لیے سلام تک بھی اُس میں نہ ہوگا تو میں اُس کا جواب آنکھوں سے لکھوں گا اور ہاں میاں پھر تم نے میر اشرف علی کو کیا لکھا کہ ہم نے سُنا ہے کہ چچا نے اُس کا مرنا سنا ہوگا اُس غریب کا قول یہ ہے کہ میری دو بہنیں اور پانچ بھانجیاں پانی پت میں ہیں

---

[۱] دل تو غیر کی طرف متوجہ ہے اور منھ ہماری طرف ہے ۱۲ ۔

کیا چچا کو نہ معلوم ہو گا کہ کون سی لڑکی مری کاش اُس کے باپ کا نام لکھتے تاکہ میں جانتا کہ کون سی بھانجی مری ہے اب میں کس کا نام لیکر روؤں اور کس کی فاتحہ دلواؤں اس امر میں حق بجانب اُس مظلوم کے ہے توضیح بقید نام لکھو۔

۱۶ میر مہدی کے نام

میری جان سنو داستان صاحب کمشنر بہادر دہلی یعنی جناب سانڈرس بہادر نے مجھ کو بلایا پنجشنبہ ۲۴۔ فروری کو میں گیا صاحب شکار کو سوار ہو گئے تھے میں اُلٹا پھر آیا جمعہ ۲۵۔ فروری کو گیا ملاقات ہوئی کرسی دی بعد پرسش مزاج کے ایک خط انگریزی چار ورق کا اُٹھا کر پڑھتے رہے جب پڑھ چکے تو مجھ سے کہا کہ یہ خط ہے مکلوڈ صاحب اکبر صدر بورڈ پنجاب کا تمھارے باب میں لکھتے ہیں کہ ان کا حال دریافت کر کے لکھو سو ہم تم سے پوچھتے ہیں کہ تم ملکۂ معظمہ سے خلعت کیا مانگتے ہو حقیقت کہی گئی ایک کاغذ آمدۂ ولایت لیگیا تھا وہ پڑھوا دیا پھر پوچھا تم نے کتاب کیسی لکھی ہے اُس کی حقیقت بیان کی کہا ایک مکلوڈ صاحب نے دیکھنے کو مانگی ہے اور ایک ہم کو دو میں نے عرض کیا کل حاضر کر دوں گا پھر پنشن کا حال پوچھا وہ بھی گذارش کیا اپنے گھر آیا اور خوش آیا دیکھو میر مہدی حاکم پنجاب کو مقدمۂ ولایت کی کیا خبر کتابوں سے کیا اطلاع پنشن کی پرسش سے کیا مدعا یہ استفسار بحکم نواب گورنر جنرل بہادر ہوا ہے اور یہ صورت مقدمہ فتح و فیروزی ہے غرضکہ دوسرے

لے یعنی حال مشرح اوصاف صاحب مع نام لکھو ۱۲۔

دن یکشنبہ یوم[1] التعطیل تھا میں اپنے گھر رہا دوشنبہ ۲۸۔ فروری کو گیا باہر کے کمرے میں بیٹھ کر اطلاع کروائی کہا اچھا توقف کرو بعد تھوڑی دیر کے گرٹھ کپتان کی چٹھی آئی سواری مانگی جب سواری آگئی باہر نکلے میں نے کہا وہ کتابیں حاضر ہیں کہا منشی جیون لال کو دے جاؤ وہ اُدھر سوار ہو گئے میں ادھر سوار ہو کر اپنے مکان پر آیا سہ شنبہ یکم مارچ کو پھر گیا پھر انبساط اور اختلاط سے باتیں کرتے رہے کچھ سارٹیفکٹ گورنروں کے لے گیا تھا وہ دکھائے ایک خط مکلوڈ صاحب بہادر کے نام کا لے گیا تھا وہ دے کر یہ استدعا کی کہ کتاب کے ساتھ یہ بھی بھیجا جائے بہت اچھا کہہ کر رکھ لیا پھر مجھ سے کہا کہ ہم نے تمھاری پنشن کے باب میں اجرٹن صاحب کو کچھ لکھا ہے تم اُن سے ملو عرض کیا بہتر اجرٹن صاحب بہادر جیسا کہ تم کو معلوم تھا گئے ہوئے تھے کل وہ آئے آج میں نے اُن کو خط لکھا ہے جیسا کہ وہ حکم دیں گے اُس کے موافق عمل کروں گا جب بلائیں گے تب جاؤنگا دیکھو سید اسداللہ الغالب رضی اللہ عنہ کی مدد کہ اپنے غلام کو کس طرح سے بچایا بائیس مہینے تک بھوکا پیاسا بھی نہ رہنے دیا پھر کس محکمہ سے کہ وہ آج سلطنت گاہ ہند ہے میرے تفقد کا حکم بھجوایا حکام سے مجھ کو عزت دلوائی میرے صبر و ثبات کی داد ملی صبر و ثبات اُسی کا بخشا ہوا تھا میں کیا اپنے باپ کے گھر سے لایا تھا میر سرفراز حسین کو یہ خط پڑھا دینا اور اُن کو اور نصیر الدین چراغ دہلی کو اور میرن صاحب کو دعا کہنا

---

[1] تعطیل کا دن ۱۲۔

۶۲ میر مہدی کے نام

میاں کس حال میں ہو کس خیال میں ہو کل شام کو میرن صاحب روانہ ہوئے یہاں اُن کی سسرال میں قصہ کیا کیا نہ ہوئے ساس اور سالیوں نے اور بی بی نے آنسوؤں کے دریا بہا دیے خوشدامن صاحب بلائیں لیتی ہیں سالیاں کھڑی ہوئی دعائیں دیتی ہیں بی بی مانند صورت دیوار چپ جی چاہتا ہے چیخنے کو مگر ناچار چپ وہ تو غنیمت تھا شہر ویران نہ کوئی جان نہ پہچان نہ ہمسایہ میں قیامت برپا ہو جاتی ہر ایک نیک بخت اپنے گھر سے دوڑی آتی امام ضامن علیہ السلام کا روپیہ بازو پر باندھا گیارہ روپئے خرچ راہ دیے مگر ایسا جانتا ہوں کہ میرن صاحب اپنے جد کی نیاز کا روپیہ راہ ہی میں اپنے بازو پر سے کھول لیں گے اور تم سے صرف پانچ روپیہ ظاہر کریں گے اب سچ جھوٹ تم پر کھل جاوے گا دیکھنا یہی ہوگا کہ میرن صاحب تم سے بات چھپائیں گے اس سے بڑھ کر ایک بات اور ہے اور وہ محل غور ہے ساس غریب نے بہت سی جلیبیاں اور تودۂ قلاقند ساتھ کر دیا ہے اور میرن صاحب نے اپنے جی میں یہ ارادہ کیا ہے کہ جلیبیاں راہ میں چٹ کریں گے اور قلاقند تمھاری نذر کر کر تم پر احسان دھریں گے بھائی میں دلی سے آیا ہوں قلاقند تمھارے واسطے لایا ہوں زنہار نہ باور کیجیو مال مفت سمجھ کر لے لیجیو کون گیا ہے کون لایا ہے کلو ایاز کے سر پر قرآن رکھو کلیان کے ہاتھ گنگا جلی دو بلکہ میں بھی قسم کھاتا ہوں کہ ان تینوں

۱؎ خوشدامن۔ ساس ۱۲۔

میں سے کوئی نہیں لایا واللہ میرن صاحب نے کسی سے نہیں منگایا اور سنو مولوی مظہر علی صاحب لاہوری دروازہ کے باہر صدر بازار تک اُن کو پہونچا گئے رسم مشایعت[1] عمل میں آئی اب کہو بھائی کون بُرا کون اچھا ہے میرن صاحب کی نازک مزاجیوں نے کھیل بگاڑ رکھا ہے یہ لوگ توان پر اپنی جان نثار کرتے ہیں عورتیں صدقہ جاتی ہیں مرد پیار کرتے ہیں مجتہد العصر سلطان العلما مولانا سرافراز حسین کو میری دعا کہنا اور کہنا حضرت ہم تم کو دعا کہیں اور تم ہم کو دعا دو میاں کس قصے میں پھنسا ہے فقہ پڑھ کر کیا کرے گا طب و نجوم و ہیئت و منطق و فلسفہ پڑھ جو آدمی بنا چاہے خدا کے بعد نبی اور نبی کے بعد امام یہی ہے مذہب حق والسلام والاکرام علی علی کیا کر اور فارغ البال رہا کر۔

۶۳ میر مہدی کے نام

واہ واہ سید صاحب تم تو بڑی عبارت آرائیاں کرنے لگے نثر میں خود نمائیاں کرنے لگے کئی دن سے تمہارے خط کے جواب کی فکر میں ہوں مگر جاڑے نے بے حس و حرکت کر دیا ہے آج جو بسبب ابر کے وہ سردی نہیں تو میں نے خط لکھنے کا قصد کیا ہے مگر حیران ہوں کہ کیا سحر سازی کروں جو سخن پردازی کروں بھائی تم اُردو کے مرزا قتیل بن گئے ہو اُردو بازار میں نہر کے کنارے رہتے رہتے رود نیل بن گئے ہو کیا قتیل کیا رود نیل یہ سب کہنے کی باتیں ہیں ہو سنو اب تمہاری دلی کی باتیں ہیں چوک میں بیگم کے باغ کے دروازہ

---

[1] مشایعت۔ رخصت کرنے کے لیے کچھ دور ساتھ جانا ۱۲

کے سامنے حوض کے پاس جو کنواں تھا اُس میں سنگ وخشت وخاک ڈال کر بند کر دیا بلی ماروں کے دروازہ کے پاس کی کئی دکانیں ڈھا کر راستہ چوڑا کر لیا شہر کی آبادی کا حکم عام وخاص کچھ نہیں ہے پنشنداروں سے حاکموں کو کچھ کام نہیں تاج محل مرزا قیصر مرزا جوان بخت کے سالے ولایت علی بیگ جیپوری کی زوجہ ان سب کی الٰہ آباد سے رہائی ہو گئی بادشاہ مرزا جواں بخت مرزا عباس شاہ زینت محل یہ کلکتہ پہونچے اور وہاں سے جہاز پر چڑھائی ہو گی دیکھیے کریٹ میں رہیں یا لندن جائیں خلق نے از روے قیاس جیسا کہ دلی کے خبر تراشوں کا دستور ہے یہ بات اُڑادی ہے سو سارے شہر میں مشہور ہے کہ جنوری شروع سال ۱۸۵۹ء میں لوگ عموماً شہر میں آباد کیے جائیں گے اور پنشنداروں کو جھولیاں بھر بھر روپے دیے جاویں گے خیر آج بدھ کا دن ۲۲- دسمبر کی ہے اب شنبہ کو بڑا دن اور اگلے شنبہ کو جنوری کا پہلا دن ہے اگر جیتے ہیں تو دیکھیں گے کہ کیا ہوا تم اس خط کا جواب لکھو اور شتاب لکھو میری جان سرفراز حسین تم کیا کرتے ہو اور کس خیال میں ہو اب صورت کیا ہے اور آیندہ عزیمت[۱] کیا ہے میر اشرف علی صاحب آپ کے اثر سائر تھے پانی پت میں مقیم کیونکر ہو گئے کچھ لکھیے تو میں جانوں میر نصیر الدین کو صرف دعا اور اشتیاق دیدار میرن صاحب کہاں ہیں کوئی جائے اور بلا لائے حضرت آئیے سلام علیکم مزاج مبارک کہیے مولوی مظہر علی نے آپ کے خط کا جواب بھیجا یا نہیں اگر بھیجا تو کیا لکھا میں جانتا ہوں کہ میر اشرف علی صاحب اور میر سرفراز حسین کم اور یہ تم پیشہ میر مہدی بہت آپ کی جناب میں

۱؎ عزیمت - ارادہ ۱۲ -

گستاخیاں کرتے ہیں کیا کروں میں کہیں تم کہیں وہاں ہوتا تو دیکھتا کہ کیونکر تم سے بے ادبیاں کرسکتے ہیں انشاء اللہ تعالےٰ جب ایک جا ہوں گے تو انتقام لیا جاوے گا ہے ہے کیونکر ایک جا ہوں گے دیکھیے زمانہ اور کیا دکھائیگا اللہ بعد اللہ

۶۴ میر مہدی کے نام

میاں کیوں تعجب کرتے ہو یوسف مرزا کے خطوط کے آنے سے وہ وہاں اچھی طرح ہے حاکموں کے یہاں آنا جانا نوکری کی تلاش حسین مرزا صاحب بھی وہیں ہیں وہاں کے حکام سے ملتے ہیں وہاں کی پنشن کی درخواست کر رہے ہیں ان دونوں صاحبوں کے ہر ہفتہ میں ایک دو خط مجھ کو آتے ہیں جواب بھیجتا ہوں بھائی لکھنؤ میں وہ امن و امان ہے کہ نہ ہندوستانی عملداری میں ایسا امن و امان ہوگا نہ اس فتنہ و فساد سے پہلے انگریزی عملداری میں یہ چین ہوگا امرا اور شرفا کی ملاقاتیں بقدر رتبہ و تعظیم و توقیر پنشن کی تقسیم علی العموم آبادی کا حکم عام لوگوں کو کمال لطف و نرمی سے آباد کرتے جاتے ہیں اور ایک نقل سنو وہاں کے صاحب کمشنر بہادر اعظم نے جو دیکھا کہ عملہ میں ہنود بھرے ہوے ہیں اہل اسلام نہیں ہیں ہنود کو اور علاقوں پر بھیج دیا اور ان کی جگہ مسلمانوں کو بھرتی کیا یہ تو آفت دلی ہی پر ٹوٹ پڑی ہے لکھنؤ کے سوا اور سب شہروں میں عملداری کی صورت وہ ہے جو غدر سے پہلے تھی اب یہاں ٹکٹ چھاپے گئے ہیں میں نے بھی دیکھے فارسی عبارت یہ ہے "ٹکٹ آبادی درون شہر دہلی بشرط ادخال جرمانہ" مقدار روپے کی

حاکم کی رائے پر ہے آج پانچ ہزار ٹکٹ چھپ چکا ہے کل تو ایوم التعطیل ہے پرسوں دوشنبہ سے دیکھیے یہ کاغذ کیونکر تقسیم ہوں یہ تو کیفیت عموماً شہر کی ہے خصوصاً میرا حال سنو بائیس مہینے کے بعد پرسوں کوتوال کو حکم آیا ہے کہ اسد اللہ خاں پنشندار کی کیفیت لکھو کہ وہ بے مقدور اور محتاج ہے یا نہیں کوتوال نے موافق ضابطہ کے مجھ سے چار گواہ مانگے ہیں سو کل چار گواہ کوتوالی چبوترہ جائیں گے اور میری بے مقدوری ظاہر کر آئیں گے تم کہیں یہ نہ سمجھنا کہ بعد ثبوت مفلسی چڑھا ہوا روپیہ ملجائے گا اور آئندہ کو پنشن جاری ہو جائیگی نہ صاحب یہ تو ممکن ہی نہیں بعد ثبوت افلاس مستحق ٹھہروں گا چھ مہینے کا یا برس دن کا روپیہ علی الحساب پانے کا میرن صاحب جو بلائے گئے ہیں اس طلب کے جواب میں یہی کیوں نہیں لکھتے کہ ٹکٹ میرے نام کا حاصل کر کر بھیجدو تو میں آؤں دیکھو اب دس پانچ دن میں سب حال کھلا جاتا ہے میر سرفراز حسین کو دعا کہنا اور میری طرف سے گلے لگانا اور پیار کرنا میر نصیر الدین کو دعا کہنا میرن صاحب کو مبارک باد کہنا

۶۵ میر مہدی کے نام

کیوں یار کیا کہتے ہو ہم کچھ آدمی کام کے ہیں یا نہیں تمھارا خط پڑھ کر دو سو بار یہ شعر پڑھا شعر وعدۂ وصل چوں شود نزدیک + آتشِ شوق تیز تر گردد[۱] + کلو کو مولوی مظہر علی صاحب کے پاس بھیجکر کہلا بھیجا کہ آپ کہیں

[۱] جب وصل کا وعدہ نزدیک آجاتا ہے۔ تو شوق کی آگ اور بھی زیادہ تیز ہو جاتی ہے ۱۲

جائیے گا نہیں میں آتا ہوں بھلا بھائی اچھی حکمت کی کیا وہ میرے بابا کے نوکر تھے کہ میں اُن کو بلاتا انھیں نے جواب میں کہلا بھیجا کہ آپ تکلیف نہ کریں میں حاضر ہوتا ہوں دو گھڑی کے بعد وہ آئے ادھر کی بات اُدھر کی بات کوئی انگریزی کاغذ دکھایا کوئی خط فارسی پڑھوایا اجی کیوں حضرت آپ میرن صاحب کو کیوں نہیں بلاتے صاحب میں تو اُن کو لکھ چکا ہوں کہ تم چلے آؤ اور ایک مقام کا اُن کو پتا لکھا ہے کہ وہاں ٹھہر کر مجھ کو اطلاع کرو میں شہر میں بلا لوں گا صاحب اب وہ ضرور آئیں گے آخرکار اُن سے اجازت لے کر اب تم کو لکھتا ہوں کہ ان سے مختصر یہ کلمہ کہدو کہ بھائی یہ تو مبالغہ ہے کہ روٹی وہاں کھاؤ تو پانی یہاں پیو یہ کہتا ہوں کہ عید وہاں کرو تو باسی عید یہاں کرو یہ میرا حال سنو کہ بے رزق جینے کا ڈھب مجھ کو آگیا ہے اس طرف سے خاطر جمع رکھنا رمضان کا مہینہ روزہ کھا کھا کر کاٹا آیندہ خدا رزاق ہے کچھ اور کھانے کو نہ ملا تو غم تو ہے بس جب ایک چیز کھانیکو ہوئی اگرچہ غم ہی ہو تو پھر کیا غم ہے میر سرافراز حسین کو میری طرف سے گلے لگانا اور پیار کرنا میر نصیر الدین کو دعا کہنا اور شفیع احمد صاحب کو اور میر احمد علی صاحب کو سلام کہنا میرن صاحب کو نہ سلام نہ دعا یہ خط پڑھا دو اور ادھر کو روانہ کرو کیا خوب بات یاد آئی ہے کیوں وہ شہر سے باہر ٹھہریں اور کیوں کسی کے بلانے کی راہ دیکھیں شکرم میں کرانچی میں جو پہیے میں یعنی ڈاک میں آئیں بلی ماروں کے محلہ میں میرے مکان پر اُتر پڑیں مرزا قربان بیگ کے مکان میں مولوی مظہر علی رہتے ہیں میرے اُن کے مسکن میں ایک میر خیرات علی کی حویلی درمیان ہے ڈاک کو زنہار کوئی نہیں روکتا صلاح تو ایسی ہے اگر اس خط کے پہونچتے ہی

چل دیں تو عید بھی یہیں کریں۔

۶۶ میر مہدی کے نام

برخوردار کامگار میر مہدی قطعہ تم نے دیکھا سچ مچ میرا حلیہ ہے واہ اب کیا شاعری رہ گئی ہے جس وقت میں نے یہ قطعہ وہاں کے بھیجنے کے واسطے لکھا ارادہ تھا کہ خط بھی لکھوں لڑکوں نے ستایا کہ دادا جان چلو کھانا تیار ہے ہمیں بھوک لگی ہے تین خط اور لکھے ہوئے رکھے تھے میں نے کہا کہ اب کیوں لکھوں اُسی کاغذ کو لفافے میں رکھ ٹکٹ لگا سرنامہ لکھ کلیان کے حوالہ کر گھر میں چلا گیا اور وہاں ایک چھیڑ بھی تھی کہ دیکھوں میرا میر مہدی خفا ہو کر کیا باتیں بناتا ہے سو وہی تم نے جلے پھپھولے پھوڑے نواب بتاؤ خط لکھنے بیٹھتا ہوں کیا لکھوں یہاں کا حال زبانی میرن صاحب کے سن لیا ہوگا مگر وہ جو کچھ تم نے سنا ہوگا بے اصل باتیں ہیں پنشن کا مقدمہ کلکتہ میں نواب گورنر جنرل بہادر کے پیش نظر یہاں کے حاکم نے اگر ایک روبکاری لکھ کر اپنے دفتر میں رکھ چھوڑی میرا اُس میں کیا ضرر یہاں تک لکھ چکا تھا کہ دو ایک آدمی آگئے دن بھی تھوڑا رہ گیا میں نے بکس بند کیا باہر تختوں پر آبیٹھا شام ہوئی چراغ روشن ہوا منشی سید احمد حسین سرھانے کی طرف مونڈھے پر بیٹھے ہیں میں پلنگ پر بیٹھا ہوا ہوں کہ ناگاہ چشم و چراغ دودمان علم الیقین سید نصیر الدین آیا ایک کوڑا ہاتھ میں اور ایک آدمی ساتھ اُس کے سر پر ایک ٹوکرا اُس پر گھاس ہری بچھی ہوئی میں نے کہا اہاہا سلطان العلما مولانا سرافراز حسین دہلوی نے دوبارہ رسد بھیجی ہے

بارے معلوم ہوا کہ وہ نہیں ہے یہ کچھ اور ہے فیض خاص نہیں لطف عام ہے شراب نہیں آم ہے خیر یہ عطیہ بھی بے خلل ہے بلکہ نعم البدل ہے ایک ایک آم کو ایک ایک سربمہر گلاس سمجھا لمکور سے بھرا ہوا اگر واہ کس حکمت سے بھرا ہے کہ سینٹھ گلاس میں سے ایک قطرہ نہیں گرا ہے میاں کہتا تھا کہ یہ اسی تھے پندرہ بگڑ گئے بلکہ سڑ گئے تا اُن کی بُرائی اوروں میں سرایت نہ کرے ٹوکرے میں سے پھینک دیے میں نے کہا بھائی یہ کیا کم ہے مگر میں تمھاری تکلیف اور تکلف سے خوش نہیں ہوا تمھارے پاس روپیہ کہاں جو تم نے آم خریدے خانہ آباد دولت زیادہ لمکور ایک انگریزی شراب ہوتی ہے قوام کی بہت لطیف اور رنگت کی بہت خوب اور طعم[1] کی ایسی میٹھی جیسا قند کا قوام پتلا دیکھو اس لغت کے معنی کسی فرہنگ میں نہ پاؤ گے ہاں فرہنگ سروری میں ہوں تو ہوں مجتہد العصر اور حکیم میر اشرف علی کو کہ وہ اُن کے علم کی کنجی ہیں اور ٹکے ٹکے کی کتابیں چالیس پچاس روپے کو لے گئے ہیں میری دعا کہنا

۸۷ میر مہدی کے نام

میری جان خدا تجھ کو ایک سو بیس برس کی عمر دے بوڑھا ہو نے آیا ڈاڑھی میں بال سفید آ گئے مگر بات سمجھنی نہ آئی پنشن کے باب میں اُلجھے ہو اور کیا بیجا اُلجھے ہو یہ تو جانتے ہو کہ دلی کے سب پنشنداروں کو مئی ۱۸۵۷ء سے پنشن نہیں ملی یہ فروری ۱۸۵۹ء بائیسواں مہینا ہے چند اشخاص کو اس بائیس

---

[1] طعم ۔ مزہ ۔ ذائقہ ۱۲ ۔

مہینے میں سال بھر کا روپیہ بطریق مدد خرچ مل گیا باقی چڑھے ہوئے روپے کے باب میں اور آیندہ ماہ بماہ ملنے کے واسطے ابھی کچھ حکم نہیں ہوا اب تو اپنے سوال کو یاد کرو کہ اس واقعہ سے اُس کو کچھ نسبت ہے یا نہیں یہ حضرت کا سوال میر خسرو کی آنکلی ہے (چل رے دلائے گئی تو کاہے سے پٹکوں راب) علی بخش خاں پچاس روپیہ مہینا پاتے تھے بائیس مہینے کے گیارہ سو ہوتے ہیں اُن کو چھ سو روپیہ مل گئے باقی روپیہ چڑھا رہا آیندہ ملنے میں کچھ کلام نہیں غلام حسین خاں سو روپے مہینے کا پنشندار بائیس مہینے کے بائیس سو روپیہ ہوتے ہیں اُس کو بارہ سو ملے دیوان کشن لال ڈیڑھ سو روپے مہینے کا پنشندار بائیس مہینے کے تینتیس سو روپے ہوتے ہیں اُس کو اٹھارہ سو ملے مثلاً جمعدار دس روپے مہینے کا سکہ دار سال بھر کے ایک سو بیس لے آیا اسی طرح پندرہ سولہ آدمیوں کو ملا ہے آیندہ کے واسطے کسی کو کچھ حکم نہیں مجھ کو پھر بھی مدد خرچ نہیں ملا جب کئی خط لکھے تو آخیر خط پر صاحب کمشنر بہادر نے حکم دیا کہ سائل کو بطریق مدد خرچ سو روپے مل جائیں میں نے وہ سو روپے نہیں لیے اور پھر صاحب کمشنر بہادر کو لکھا کہ میں عہ ۶۲ مہینہ پانے والا ہوں سال بھر کے ساڑھے سات سو روپے ہوتے ہیں سب پنشنداروں کو سال سال بھر کا روپیہ ملا مجھ کو سو روپے کیسے ملتے ہیں مثل اوروں کے مجھے بھی سال بھر کا روپیہ ملجائے ابھی اُسمیں کچھ جواب نہیں ملا آبادی کا یہ رنگ ہے کہ ڈھنڈورا پٹوا کر ٹکٹ چھپوا کر اجرٹن صاحب بہادر بطریق ڈاک کلکتہ چلے گئے دلی کے حمقا جو باہر پڑے ہوئے ہیں منہ کھول کر رہ گئے اب جب وہ معاودت کریں گے تب شاید آبادی ہوگی یا کوئی اور صورت نکل آئے

امیر سرفراز حسین اور میر نصیر الدین اور میرن صاحب کو دعائیں پہونچیں۔

۶ میر مہدی کے نام

سید صاحب نہ تم مجرم نہ میں گنہگار تم مجبور میں ناچار لو اب کہانی سنو میری سرگذشت میری زبانی سنو نواب مصطفےٰ خاں بمیعاد سات برس کے قید ہو گئے تھے سو ان کی تقصیر معاف ہوئی اور ان کو رہائی ملی صرف رہائی کا حکم آیا ہے جہانگیر آباد کی زمینداری اور دلی کی املاک اور پنشن کے باب میں ہنوز کچھ حکم نہیں ہوا ہے ناچار وہ رہا ہو کر میرٹھ ہی میں ایک دوست کے مکان میں ٹھہرے ہیں میں بمجرد اس خبر کے استماع کے ڈاک میں بیٹھ کر میرٹھ گیا اُن کو دیکھا چار دن وہاں رہا پھر ڈاک میں اپنے گھر آیا دن اور تاریخ آنے جانے کی یاد نہیں مگر ہفتہ کو گیا اور منگل کو آیا آج بدھ دوم فروری ہے مجھ کو آئے ہوئے نواں دن ہے انتظار میں تھا کہ تمہارا خط آئے تو اس کا جواب لکھا جائے آج صبح کو تمہارا خط آیا دوپہر کو میں جواب لکھتا ہوں روز اس شہر میں ایک نیا حکم ہوتا ہے کچھ سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ کیا ہوتا ہے میرٹھ سے آکر دیکھا کہ یہاں بڑی شدت ہے اور یہ حالت ہے کہ گوروں کی پاسبانی پر قناعت نہیں ہے لاہوری دروازہ کا تھانہ دار مونڈھا بچھا کر سڑک پر بیٹھتا ہے جو باہر سے گورے کی آنکھ بچا کر آتا ہے اُس کو پکڑ کر حوالات میں بھیجدیتا ہے حاکم کے یہاں سے پانچ پانچ بید لگتے ہیں یا دو روپے جرمانہ لیا جاتا ہے آٹھ دن قید رہتا ہے اس سے علاوہ سب تھانوں پر حکم ہے کہ دریافت کرو کون بے ٹکٹ

مقیم ہے اور کون ٹکٹ رکھتا ہے تھانوں میں نقشے مرتب ہونے لگے یہاں کا جمعدار میرے پاس بھی آیا میں نے کہا بھائی تو مجھے نقشے میں نہ رکھ میری کیفیت کی عبارت الگ لکھ عبارت یہ کہ اسد اللہ خان پنشندار ۱۸۵۰ء سے حکیم ٹپیلے والے کے بھائی کی حویلی میں رہتا ہے نہ کالوں کے وقت میں کہیں گیا نہ گوروں کے زمانہ میں نکلا اور نہ نکالا گیا کرنیل برون صاحب بہادر کے زبانی حکم پر اسکی اقامت کا مدار ہے اب تک کسی حاکم نے وہ تہیں بدلا اب حاکم وقت کو اختیار ہے پرسوں یہ عبارت جماعہ دار نے محلے کے نقشے کیساتھ کوتوالی میں بھیجدی کل سے یہ حکم نکلا کہ یہ لوگ شہر سے باہر مکان یا دُکان کیوں بناتے ہیں جو مکان بن چکے ہیں انھیں ڈھادو اور آیندہ کو ممانعت کا حکم سنادو اور یہ بھی مشہور ہے کہ پانچہزار ٹکٹ چھاپے گئے ہیں جو مسلمان شہر میں اقامت چاہے بقدر مقدور اُسکا اندازہ قرار دینا حاکم کی راے پر ہے روپیہ دے اور ٹکٹ لے گھر برباد ہوجائے آپ شہر میں آباد ہو جائے آج تک یہ صورت ہے دیکھیے شہر کی بستی کی کون صورت ہے جو رہتے ہیں وہ بھی اخراج کیے جاتے ہیں یا جو باہر پڑے ہوے ہیں وہ شہر میں آتے ہیں الملک للہ[1] والحکم للہ نور چشم میر سرفراز حسین اور برخوردار میر نصیر الدین کو دعا اور جناب میرن صاحب کو سلام بھی اور دعا بھی اس میں سے وہ جو چاہیں قبول کریں۔

۶۹ میر مہدی کے نام

---

[1] خدا ہی کا ملک ہے اور خدا ہی کا حکم ہے ۱۲۔

میر مہدی جیتے رہو آفریں صد ہزار آفریں اُرد و عبارت لکھنے کا کیا اچھا ڈھنگ پیدا کیا ہے کہ مجھ کو رشک آنے لگا سنو دلی کے تمام مال و متاع و زر گوہر کی لوٹ پنجاب احاطہ میں گئی ہے یہ طرز عبارت خاص میری دولت تھی سو ایک ظالم پانی پت انصاریوں کے محلے کا رہنے والا لوٹ لے گیا مگر میں نے اُس کو بحل[1] کیا اللہ برکت دے میری پنشن اور ولایت کے انعام کا حال کما حقہ سمجھ لو وللہ الحمد الطاف خفیہ[2] ایک طرز خاص پر تحریر ہوئی نواب گورنر بہادر نے حاکم پنجاب کو لکھا کہ حاکم دہلی سے فلانے شخص کی پنشن کے کل چڑھے ہوے روپے کے یک مشت پانے کی اور آیندہ ماہ باہ روپیہ ملنے کی رپورٹ منگوا کر اپنی منظوری لکھ کر ہمارے پاس بھیجدو تا کہ ہم حکم منظوری دے کر تمھارے پاس بھیجدیں سو یہاں اُس کی تعمیل فوراً بطرز مناسب ہو گئی کم و بیش دو مہینے میں روپیہ سب ملجائے گا اور یہاں صاحب کمشنر بہادر نے یہ بھی کہا کہ اگر تم کو ضرورت ہو تو سو روپیہ خزانے سے منگوالو میں نے کہا صاحب یہ کیسی بات کہ اوروں کو برس دن کا روپیہ ملا اور مجھے سو روپیہ دلواتے ہو فرمایا کہ تم کو اب چند روز میں سب روپیہ اور اجرا کا حکم مل جائے گا اوروں کو یہ بات برسوں میں میسر آئی گی میں چپ ہو رہا آج دوشنبہ یکم شعبان اور ہفتم مارچ ہے دو پہر ہو جائے تو اپنا آدمی مع رسید بھیجکر سو روپیہ منگالوں پر یارو ولایت کے انعام کی توقع خدا ہی سے ہے حکم تو اسی حکم کے ساتھ رپورٹ کرنے کا بھی آیا ہے مگر یہ بھی حکم ہے کہ اپنی رائے لکھو اب دیکھیے یہ دو حاکم یعنی حاکم دہلی اور حاکم پنجاب

---

[1] بحل معاف ۱۲ [2] خدا کی بہت سی مہربانیاں ایسی ہیں جو پوشیدہ ہیں ۱۲

اپنی رائے کیا لکھتے ہیں حاکم پنجاب کو گورنر بہادر کا یہ بھی حکم ہے کہ دستنبو منگا کر اور تم دیکھ کر ہم کو لکھو کہ وہ کیسی ہے اور اس میں کیا لکھا ہے چنانچہ حاکم دہلی نے ایک کتاب مجھ سے بھی کہکر مانگی اور میں نے دی اب دیکھوں حاکم پنجاب کیا لکھتا ہے اُسوقت تمھارا ایک خط اور یوسف مرزا کا ایک خط آیا مجھ کو باتیں کرنے کا مزا ملا دونوں کا جواب ابھی لکھ کر روانہ کیا اب میں روٹی کھانے جاتا ہوں میر سرافراز حسین صاحب میر نصیر الدین کو دعا

میر مہدی کے نام

مار ڈالا یار تیری جواب طلبی نے اس چرخ کجرفتار کا بُرا ہو ہم نے اس کا کیا بگاڑا تھا ملک و مال جاہ و جلال کچھ نہیں رکھتے تھے ایک گوشہ و توشہ تھا چند مفلس بے نوا ایک جگہ فراہم ہو کر کچھ ہنس بول لیتے تھے شعر وہ بھی نہ تو کوئی دم دیکھ سکا اے فلک + اور تو یاں کچھ نہ تھا ایک مگر دیکھنا + یاد رہے یہ شعر خواجہ میر درد کا ہے کل سے مجھ کو بیکش بہت یاد آتا ہے سو صاحب اب تم ہی بتاؤ میں تم کو کیا لکھوں وہ صحبتیں اور تقریریں جو یاد کرتے ہو اور تو کچھ بن نہیں آتی مجھ سے خط یہ خط لکھواتے ہو آنسوؤں پیاس نہیں بجھتی یہ تحریر تلافی اُس تقریر کا نہیں کرسکتی بہر حال کچھ لکھتا ہوں دیکھو کیسا لکھتا ہوں پنشن کی ریورٹ کا ابھی کچھ حال نہیں معلوم دیر آید درست آید بھئی میں تم سے آزردہ ہوں میرن صاحب کی تندرستی کے بیان میں نہ اظہار مسرت نہ مجھ کو تہنیت بلکہ اس طرح سے لکھا ہے کہ گویا اُن کا تندرست ہونا تم کو ناگوار ہوا ہے

لکھتے ہو کہ میرن صاحب ویسے ہی ہو گئے جیسے آگے تھے اچھلتے کودتے پھرتے ہیں اسکے یہ معنی کہ ہے ہے کیا غضب ہوا کہ یہ کیوں اچھے ہو گئے یہ باتیں تمھاری ہم کو پسند نہیں آتیں تم نے میر کا وہ مقطع سنا ہو گا بہ تغیر الفاظ لکھتا ہوں شعر کیوں نہ میرن کو مغتنم جانوں + دلّی والوں میں اک بچا ہے یہ + میر تقی کا مقطع یوں ہے شعر میر کو کیوں نہ مغتنم جانیں + اگلے لوگوں میں اک رہا ہے یہ + میر کی جگہ میرن اور رہا کی جگہ بچا کیا اچھا تصرف ہے ارے میاں تم نے اور کچھ بھی سنا کل یوسف مرزا کا خط لکھنؤ سے آیا وہ لکھتا تھا کہ نصیر خاں عرف نواب جان والد اُن کا دائم الحبس ہو گیا حیران ہوں کہ یہ کیا آفت آئی یوسف مرزا تو جھوٹ کاہے کو لکھیگا خدا کرے اُس نے جھوٹ سنا ہو لو بھئی اب تم چاہو بیٹھے رہو چاہو اپنے گھر جاؤ میں تو روٹی کھانے جاتا ہوں اندر باہر سب روزہ دار ہیں یہاں تک کہ بڑا لڑکا باقر علی خاں بھی صرف ایک میں اور ایک میرا پیارا بیٹا حسین علی خاں یہ ہم روزہ خوار ہیں وہی حسین علی خاں جسکا روزمرہ ہے کھلونے منگا دو میں بھی بجار جاؤں گا میر سرافراز حسین کو دعا کہتا اور یہ خط اُن کو ضرور سنا دینا برخوردار میر نصیر الدین کو دعا پہونچے

لے میر مہدی کے نام

خوبی دین و دنیا روزی باد میر اشرف علی صاحب نے تمہارا خط دیا وہ جو تم نے لکھا تھا کہ تیرا خط میرے نام کا میرے ہمنام کے ہاتھ جا پڑا صاحب

قصور تمہارا ہے کیوں ایسے شہر میں رہتے ہو جہاں دوسرا میر مہدی بھی ہو مجھ کو دیکھو کہ میں کب سے دلّی میں رہتا ہوں نہ کوئی اپنا ہمنام ہونے دیا نہ کوئی اپنا ہم عرف بننے دیا نہ اپنا ہم تخلص بہم پہونچایا فقط پنشن کی صورت یہ ہے کہ گو توال سے کیفیت طلب ہوئی اس نے اچھی لکھی کل ہفتہ کا دن ساتویں اگست کی مجھ کو اجرٹن صاحب بہادر نے بلایا کچھ سہل سوال مجھ سے کیے اب ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تنخواہ ملے اور جلد ملے اگر تردد ہے تو اسمیں ہے کہ پندرہ مہینے پچھلے بھی ملتے ہیں یا صرف آئندہ کو مقرر ہوتی ہے غلام فخر الدین خان کی دو ایک روبکاریاں ہوئی ہیں صورت اچھی ہے خدا چاہے تو رہائی ہو جائے صاحب ہم نے گھبرا کر اُس تحریر فارسی کو تمام کیا دفتر بند کر دیا اور لکھ دیا کہ یکم اگست ۱۸۵۸ء تک میں نے پندرہ مہینے کا حال لکھا اور آئندہ لکھنا موقوف کیا تم کو آگے اس سے لکھا تھا کہ تم اپنے اوراق کا فقرۂ اخیر لکھ بھیجیو اب پھر تم کو لکھا جاتا ہے کہ جلد لکھو تا کہ میں اُس کے آگے کی عبارت تم کو لکھ کر بھیجدوں ہاں صاحب میر اشرف علی صاحب یہ بھی فرماتے تھے کہ میر سرافراز حسین پانی پت آیا چاہتے ہیں اگر آجائیں تو مجھ کو اطلاع کرنا

ایضاً میر مہدی کے نام

سید صاحب تمہارے خط کے آنے سے وہ خوشی ہوئی جو کسی دوست کے دیکھنے سے ہو لیکن زمانہ وہ آیا ہے کہ ہماری قسمت میں خوشی

ہی نہیں خط سے معلوم ہوا تو کیا معلوم ہوا کہ ڈھائی سو دیے ان دنوں میں ڈھائی روپے بھی بھاری ہیں ڈھائی سو کیسے سبحان اللہ باوجود اس تہیدستی کے پھر یہی کہنا پڑتا ہے کہ روپے گئے بلا سے آبرو بچی جان بچی اب میر سرفراز حسین کو چاہیے کہ الور چلے جائیں شاید نئے بندوبست میں کوئی صورت نوکری کی نکل آئے میری دعا کہو اور یہ کہو کہ اپنا حال اور اپنا قصد اپنے ہاتھ سے مجھ کو لکھیں پنشن کا حال کچھ معلوم ہوا ہو تو کہوں حاکم خط کا جواب نہیں لکھتا عملہ میں ہر چند تفحص کیجیے کہ ہمارے خط پر کیا حکم ہوا کوئی کچھ نہیں بتاتا بہرحال اتنا سنا ہے اور دلائل اور قرائن سے معلوم ہوا ہے کہ میں بیگناہ قرار پایا ہوں اور ڈپٹی کمشنر بہادر کی رائے میں پنشن پانے کا استحقاق رکھتا ہوں بس اس سے زیادہ نہ مجھے معلوم نہ کسی کو خبر میاں کیا باتیں کرتے ہو میں کتابیں کہاں سے چھپواتا روٹی کھانے کو نہیں شراب پینے کو نہیں جاڑے آئے ہیں لحاف توشک کی فکر ہے کتابیں چھپواؤں گا منشی امید سنگھ اندور والے دلی آئے تھے سابق معرفت مجھ سے نہ تھی ایک دوست اُن کو میرے گھر لے آیا اُنھوں نے وہ نسخہ دیکھا چھپوانے کا قصد کیا آگرہ میں میرا شاگرد رشید منشی ہرگوپال تفتہ تھا اُس کو میں نے لکھا اُس نے اس اہتمام کو اپنے ذمہ لیا مسودہ بھیجا گیا ۸ر فی جلد قیمت ٹھہری پچاس جلدیں منشی امید سنگھ نے لیں پچیس روپے چھاپہ خانہ میں بطریق ہنڈوی بھجوا دیے صاحب مطبع نے بشمول سعی منشی ہرگوپال تفتہ چھاپنا شروع کیا آگرہ کے حکام کو دکھایا اجازت چاہی حکام نے بکمال خوشی اجازت دی پانچ سو جلد چھاپی جاتی ہے اُس پچاس

جلدمیں سے شاید پچیس جلد منشی امید سنگھ مجھ کو دیں گے میں عزیزوں کو بانٹ دوں گا پرسوں خط تفتہ کا آیا تھا وہ لکھتے ہیں کہ ایک فرما چھپنا باقی رہا ہے یقین ہے کہ اسی اکتوبر میں قصہ تمام ہو جائے بھائی میں نے ۱۱ مئی ۱۸۵۷ء سے اکتیسویں جولائی ۱۸۵۸ء تک کا حال لکھا ہے اور خاتمہ میں اسکی اطلاع دے دی ہے امین الدین خاں کی جاگیر کے ملنے کا حال اور بادشاہ کی روانگی کا حال کیونکر لکھتا اُن کو جاگیر اگست میں ملی بادشاہ اکتوبر میں گئے کیا کرتا اگر تحریر موقوف نہ کرتا منشی امید سنگھ اندور جانے والے تھے اگر ختم کر کر مسودہ اُن کے سامنے آگرہ نہ بھیجدیتا تو پھر چھپواتا کون اہل خطہ کا حال زرونے تفصیل مجھ کو کیونکر معلوم ہو سکتا ہوں کہ دعوے خون پیش کیا چاہتے ہیں سودا ہو گیا ہے سودہ ہو رہا ہے بلنگ صاحب کے جے پور میں ٹکڑے اڑ گئے گورنر مدعی نہ ہوے قصاص نہ لیا اب ایک ہندوستانی کے خون کا قصاص کون لے گا شعر اے سبزۂ سر راہ از جور پاچہ نالی - در کیش روزگاراں گل خوں بہا ندارد + خیر جو ہونا ہے ہو رہے گا بعد وقوع ہم بھی سن لیں گے تم اتنا کیوں دل جلاتے ہو

میر مہدی کے نام

میری جان وہ پارسی قدیم جو ہوشنگ و جمشید و کیخسرو کے عہد میں مروج تھی

سے اے سبزۂ سرِ راہ تو راہ چلنے والے کے قدم کے ظلم سے کیا رو رہا ہے حالت یہ ہے کہ زمانے کے مذہب میں پھول کا بھی کوئی خوں بہا نہیں ہے ۱۲ آسی

اسمیں خر بجاے مضموم نور قاہر کو کہتے ہیں اور چونکہ پارسیوں کی دید و دانست میں بعد خدا کے آفتاب سے زیادہ کوئی بزرگ نہیں ہے اسی واسطے آفتاب کو خر لکھا اور شید کا لفظ بڑھا دیا شید بشین مکسور و یاے معروف بروزن عید روشنی کو کہتے ہیں یعنی یہ اُس نور قاہر ایزدی کی روشنی ہے خر اور خرشید یہ دونوں اسم آفتاب کے ٹھہرے جب عرب و عجم مل گئے تو اکابر عرب نے کہ وہ منبع علوم ہوے واسطے دفع التباس کے خر میں واو معدولہ بڑھا کر خور لکھنا شروع کیا ہر آئینہ متاخرین نے اس قاعدہ کو پسند کیا اور منظور کیا اور فی الحقیقت یہ قاعدہ بہت مستحسن ہے فقیر خر جہاں بے اضافہ لفظ شید لکھتا ہے موافق قانون عظماے عرب بواو معدولہ لکھتا ہے یعنی خور اور جہاں باضافہ لفظ شید لکھتا ہے وہاں بہ پیروی بزرگان پارسی سر بسر لفظ خور کو بے واو لکھتا ہے یعنی خرشید خر کا قافیہ در اور بر کے ساتھ جائز اور روا ہے خود میں نے دو چار جگہ باندھا ہوگا وہاں میں بے واو کیوں لکھوں ہاں خورشید چاہو بے واو لکھو چاہو مع الواو لکھو میں بے واو لکھتا ہوں مگر مع الواو کو غلط نہیں جانتا اور خر کو کبھی بے واو نہ لکھوں گا قافیہ ہو یا نہ ہو یعنی نظم میں وسط شعر میں آپڑے یا نثر کی عبارت میں واقع ہو خور لکھوں گا یہ بات بھی تم کو معلوم رہے کہ جس طرح خر ترجمہ نور قاہر کا ہے اسی طرح جم ترجمہ قادر کا ہے کہ باضافہ لفظ شید اسم شہنشاہ وقت قرار پایا ہے مجتہد العصر میر سرفراز حسین کو دعا پہونچے سچ کہیے تمھیں وہاں کوئی مجتہد العصر نہ کہتا ہوگا نہ کہو تم کو کیا میں نے تمھیں مان لیا اب کوئی کہے یا نہ کہے میاں بدر الدین سے ایک مہر کھدوا دوں گا مصرعہ جناب مجتہد العصر سرافراز حسین + پس تم یہ مہر خطوں پر محضروں پر تمسکوں پر کرنی شروع کرنا سب کے سب

تم کو مجتہد العصر کہنے لگیں گے حکیم میر اشرف علی کو اور اُن کے فرزند کو دعا
پہونچے میرن صاحب کو دعا پہونچے بھائی میرن اب وہ خس کا پردہ کھولڈالا
صافیاں مجھ پر لپیٹتا ہوں دمبدم بھگوتا ہوں وہ یوں اب کہاں جو پردے
سے لپٹ کر صافی کو لے کر اور پانی کو ٹھنڈا کرے وہ پانی جو میر مہدی اور تم
اور حکیم جی پیا کیے ہو اب کہاں برف پندرہ دن کی اور باقی ہے آیندہ خدا
رزاق ہے

بنام میر مہدی کے نام

ہاں صاحب تم کیا چاہتے ہو مجتہد العصر کے مسودہ کو اصلاح دیکر
بھیجدیا اب اور کیا لکھوں تم میرے ہم عمر نہیں جو سلام لکھوں میں فقیر نہیں جو
دعا لکھوں تمھارا دماغ چل گیا ہے لفافہ کو کریدا کرو مسودہ کے کاغذ کو بار بار
دیکھا کرو پاؤ گے کیا یعنی تم کو وہ محمد شاہی روشیں پسند ہیں یہاں خیریت ہے
وہاں کی عافیت مطلوب ہے خط تمھارا بہت دن کے بعد پہونچا جی خوش
ہوا مسودہ بعد اصلاح کے بھیجا جاتا ہے برخوردار میر سرفراز حسین کو دینا
اور دعا کہنا اور وہاں حکیم اشرف علی اور میر افضل علی کو بھی دعا کہنا لازمۂ سعادتمندی
یہ ہے کہ ہمیشہ اسی طرح سے خط بھیجتے رہو کیوں سچ کہیو اگلوں کے خطوط کی تحریر کے
یہی طرز تھے ہائے کیا اچھا شیوہ ہے جب تک یوں نہ لکھو وہ خط ہی نہیں ہے
چاہ بے آب ہے ابر بے باراں ہے نخل بے میوہ ہے خانہ بے چراغ ہے چراغ
بے نور ہے ہم جانتے ہیں کہ تم زندہ ہو تم جانتے ہو کہ ہم زندہ ہیں امر ضروری کو

لکھ لیا زوائد کو اور وقت پر موقوف رکھا اگر تمھاری خوشنودی اس طرح کی نگارش پر منحصر ہے تو بھائی ساڑھے تین سطریں ویسی بھی میں نے لکھ دیں کیا نماز قضا نہیں پڑھتے اور وہ مقبول نہیں ہوتی خیر ہم نے بھی وہ عبارت جو مسودہ کے ساتھ لکھتے تھے اب لکھ بھیجی قصور معاف کرو خفا نہ ہو میر نصیر الدین ایکبار آئے تھے پھر نہ آئے فارسی نئی میں نے کہاں لکھی کہ تمھارے چچا کو یا تم کو بھیجدوں نواب فیض محمد خاں کے بھائی حسن علی خاں مرگئے حامد علی خاں کی ایک لاکھ تیس ہزار کئی سو روپے کی ڈگری بادشاہ پر ہو گئی کلو داروغہ بیمار ہو گیا تھا آج اس نے غسل صحت کیا باقر علی خاں کو مہینے بھر سے تپ آتی ہے حسین علی خاں کے گلے میں دو غدود ہو گئے ہیں شہر چپ چاپ نہ کہیں پھاوڑا بجتا ہے نہ سرنگ لگا کر کوئی مکان اڑایا جاتا ہے نہ آہنی سڑک آتی ہے نہ کہیں دمدمہ[۱] بنتا ہے دلی شہر خموشاں[۲] ہے کاغذ بڑا گیا ورنہ تمھاری دل کی خوشی کے واسطے ابھی اور لکھتا

میر مہدی کے نام

سید صاحب کل بھر دن رہے تمھارا خط پہونچا یقین ہے کہ اسی وقت یا شام کو میر سرفراز حسین تمھارے پاس پہونچ گئے ہوں حال سفر کا جو کچھ ہو اُن کی زبانی سن لوگے میں کیا لکھوں میں نے بھی جو کچھ سُنا ہے انھیں سے سنا ہے انکا اس طرح ناکام پھر آنا میری تمنا اور میرے مقصود کے خلاف ہے لیکن میرے عقیدہ اور میرے تصور کے مطابق ہے میں جانتا تھا کہ وہاں

---

[۱] دمدمہ۔ دھس ۱۲ [۲] شہر خموشاں۔ قبرستان ۱۲

کچھ نہ ہوگا سو روپے کی ناحق زیر باری ہوئی چونکہ یہ زیر باری میرے بھروسے
پر ہوئی تو مجھے شرمساری ہوئی میں نے اس چھیاسٹھ برس میں اس طرح کی
شرمساریاں اور روسیاہیاں بہت اٹھائی ہیں جہاں ہزار داغ ہیں ایک ہزار
ایک سہی میر سرفراز حسین کی زیر باری سے دل کڑھتا ہے وبا کو کیا پوچھتے
ہو قدر انداز قضا کے ترکش میں یہی ایک تیر باقی تھا قتل ایسا عام لوٹ ایسی
سخت کال ایسا پڑا وبا کیوں نہ ہو لسان الغیب نے دس برس پہلے فرمایا
ہے شعر ہو چکیں غالب بلائیں سب تمام + ایک مرگ ناگہانی اور ہے +
میاں ۱۲۷۷ھ کی بات غلط نہ تھی مگر میں نے وبائے عام میں مرنا اپنے
لائق نہ سمجھا واقعی اس میں میری کسر شان تھی بعد رفع فساد ہوا سمجھ لیا جائے گا
کلیات اردو کا چھاپہ تمام ہوا اغلب کہ اسی ہفتہ میں غایت اس مہینے میں
ایک نسخہ بسبیل ڈاک تم کو پہنچ جائے کلیات نظم فارسی کے چھاپنے کی
بھی تدبیر ہو رہی ہے اگر ڈول بن گیا تو وہ بھی چھاپا جائے گا قاطع برہان
کے خاتمہ میں کچھ فوائد بڑھائے گئے ہیں اگر مقدور مساعدت کرے گا تو میں
بے شرکت غیر اس کو چھپواؤں گا مگر یہ خیال محال ہے میرے مقدور کی
تیاری کا حال مجتہد العصر کو معلوم ہے واللہ علی کل شئ قدیر[1] خدا کا بندہ ہوں
علی کا غلام میرا خدا کریم میرا آقا ونجفی علی دارم چہ غم دارم وبا کی آنچ مدھم ہو گئی
ہے پانچ سات روز بڑا زور و شور رہا پرسوں خواجہ مرزا ولد خواجہ امان
مع اپنی بی بی بچوں کے دلی میں آیا کل رات کو اس کا نو برس کا بیٹا ہیضہ

۱؎ خدا ہر شے پر قدرت رکھنے والا ہے ۱۲—

کر کے مر گیا انا للہ و انا الیہ راجعون الور میں بھی وبا ہے الگزنڈر ہیڈرلی مشتہر بہ الکہ صاحب مر گیا واقعی بے تکلف وہ میرا عزیز اور ترقی خواہ اور مزاج میں اور مجھ میں متوسط تھا اسی جرم میں ماخوذ ہو کر مرا خیر یہ عالم اسباب ہے اس کے حالات سے ہم کو کیا

میر مہدی کے نام

جان غالب ابکی ایسا بیمار ہو گیا تھا کہ مجھ کو خود افسوس تھا پانچویں دن غذا کھائی اب اچھا ہوں تندرست ہوں ذی الحجہ ۱۲۷۶ھ تک کچھ کھٹکا نہیں ہے محرم کی پہلی تاریخ سے اللہ مالک ہے میر نصیر الدین آئے کئی بار میں نے ان کو دیکھا نہیں ابکی بار درد میں مجھ کو غفلت بہت رہی اکثر احباب کے آنے کی خبر نہیں ہوئی جب سے اچھا ہوا ہوں سید صاحب نہیں آئے تمہارے آنکھوں کے غبار کی وجہ یہ ہے کہ جو مکان دلی میں ڈھائے گئے اور جہاں جہاں سڑکیں نکلیں جتنی گرد اڑی اُس کو آپ نے از راہ محبت اپنی آنکھوں میں جگہ دی بہر حال اچھے ہو جاؤ اور جلد آؤ مجتہد العصر میر سرفراز حسین کا خط آیا تھا میں نے میرن صاحب کی آزردگی کے خوف سے اُسکا جواب نہیں لکھا یہ رقعہ اُن دونوں صاحبوں کو پڑھا دینا کہ میر سرفراز حسین صاحب اپنے خط کی رسید سے مطلع ہو جائیں اور میرن صاحب میرے پاس آنے پر اطلاع پائیں

میر مہدی کے نام

جان غالب تمہارا خط پہونچا غزل اصلاح کے بعد پہونچتی ہے مصرعہ
ہر کسی سے پوچھتا ہوں وہ کہاں ہیں + مصرعہ بدل دینے سے یہ شعر کس رتبہ کا ہوگیا
اے میر مہدی تجھے شرم نہیں آتی مصرعہ میاں یہ اہل دہلی کی زبان ہے +
ارے اب اہل دہلی یا اہل ہند ہیں یا اہل حرفہ ہیں یا خاکی ہیں یا پنجابی ہیں یا
گورے ہیں ان میں سے تو کس کی زبان کی تعریف کرتا ہے لکھنؤ کی آبادی
میں کچھ فرق نہیں آیا ریاست تو جاتی رہی باقی ہر فن کے کامل لوگ موجود
ہیں خس کی ٹٹی پروا ہوا اب کہاں لطف وہ تو اُسی مکان میں تھا اب میر
خیراتی کی حویلی میں وہ جہت و سمت بدلی ہوئی ہے بہر حال میگذرد مصیبت
عظیم یہ ہے کہ قاری کا کنواں بند ہوگیا لال ڈگی کے کنویں یک قلم کھاری
ہو گئے خیر کھاری ہی پانی پیتے گرم پانی نکلتا ہے پرسوں میں سوار ہو کر کنوؤں
کا حال معلوم کرنے گیا تھا مسجد جامع ہوتا ہوا راج گھاٹ دروازہ کو چلا
مسجد جامع سے راج گھاٹ دروازے تک بے مبالغہ ایک صحرا لق و دق
ہے اینٹوں کے ڈھیر جو پڑے ہیں وہ اگر اٹھ جائیں تو ہو کا مکان ہو جائے
یاد کرو مرزا گوہر کے باغیچہ کی اس جانب کو کئی بانس نشیب تھا اب وہ
باغیچہ کے صحن کے برابر ہوگیا یہاں تک کہ راج گھاٹ کا دروازہ بند ہوگیا
فصیل کے کنگورے کھلے رہے ہیں باقی سب اٹ گیا کشمیری دروازے
حال تم دیکھ گئے ہو اب آہنی سڑک کے واسطے کلکتہ دروازے سے

کابلی دروازہ تک میدان ہوگیا پنجابی کٹرہ دھوبی واس کا واڑہ راجی گنج سعادت خاں کا کٹرہ جرنیل کی بی بی کی حویلی رام جی داس گودام والے کے مکانات صاحب رام کا باغ حویلی ان میں سے کسی کا پتہ نہیں ملتا قصہ مختصر شہر صحرا ہوگیا تھا اب جو کنویں جاتے رہے اور پانی گوہر نایاب ہوگیا تو یہ صحرا صحرائے کربلا ہوجائے گا اللہ اللہ دلی نہ رہی اور دلی والے اب تک یہاں کی زبان کو اچھا کہے جاتے ہیں واہ رے حسن اعتقاد ارے بندۂ خدا اُردو بازار نہ رہا اردو کہاں دلی اب شہر نہیں ہے کیمپ چھاؤنی ہے نہ قلعہ نہ شہر نہ بازار نہ نہر الور کا حال کچھ اور ہے مجھے اور انقلاب سے کیا کام الگزنڈر ہدرنی کا کوئی خط نہیں آیا ظاہرا ان کے مصاحب نہیں ورنہ مجھ کو ضرور خط لکھتا رہتا میر سرفراز حسین اور میرن صاحب اور نصیر الدین کو دعا کہنا

۸۲ میر مہدی کے نام

بھائی کیا پوچھتے ہو کیا لکھوں دلی کی ہستی منحصر کئی ہنگاموں پر ہے قلعہ چاندنی چوک ہر روز مجمع بازار مسجد جامع کا ہر ہفتہ سیر جمنا کے پل کی ہر سال میلہ پھول والوں کا یہ پانچوں باتیں اب نہیں پھر کہو دلی کہاں ہاں کوئی شہر قلمرو ہند میں اس نام کا تھا نواب گورنر جنرل بہادر ۱۵- دسمبر کو یہاں داخل ہوں گے دیکھیے کہاں اُترتے ہیں اور کیونکر دربار کرتے ہیں آگے کے درباروں میں سات جاگیردار تھے کہ اُن کا الگ الگ دربار ہوتا تھا

جھجر بہادر گڑھ بلب گڑھ فرخ نگر دوجانہ پاٹودی لوہارو چار معدوم محض ہیں جو باقی رہے اسمیں سے دوجانہ و لوہارو تحت حکومت ہانسی حصار پاٹودی حاضر اگر ہانسی حصار کے صاحب کلکٹر بہادر اُن دونوں کو یہاں لے آئے تو تین رئیس ورنہ ایک رئیس دربار عام والے مہاجن لوگ سب موجود اہل اسلام میں سے صرف تین آدمی باقی ہیں میرٹھ میں مصطفےٰ خاں سلطان جی میں مولوی صدرالدین بلی ماروں میں سگ دنیا موسوم بہ اسد تینوں مردود و مطرود محروم و مغموم شعر توڑ بیٹھے جبکہ ہم جام و سبو بہم کو کیا + آسماں سے بادۂ گلفام گر برسا کرے + تم آتے ہو چلے آؤ جان نثار کے پھاٹک کی سڑک خان چند کے کوچے کی سڑک دیکھ جاؤ بلاقی بیگم کے کوچے کا ڈھینا جامع مسجد کے گردستر ستر گز گول میدان نکلنا سن جاؤ غالب افسردہ دل کو دیکھ جاؤ چلے جاؤ مجتہد العصر میر سرفراز حسین کو دعا حکیم الملک حکیم میر اشرف علی کو دعا قطب الملک میر نصیر الدین کو دعا یوسف ہند میر افضل علی کو دعا۔

۷ میر مہدی کے نام

میاں کیوں ناسپاسی و حق ناشناسی کرتے ہو چشم بیمار ایسی چیز ہے کہ جس کی کوئی شکایت کرے تمھارا منہ چشم بیمار کے لائق کہاں چشم بیمار میرن صاحب قبلہ کی آنکھ کو کہتے ہیں جسکو اچھے اچھے عارف دیکھتے رہتے ہیں تم گنوار چشم بیمار کو کیا جانو خیر ہنسی ہو چکی اب حقیقت مفصل لکھو تم تو زجر کی عادت رکھتے ہو عوارض چشم سے ہم کو کیا علاقہ میرے نور چشم کی آنکھ کیوں

دکھی اور یہ بال بال بچ گیا جو اس کے خلاف کیے اُسکو غلط جاننا میں نے خط تھیں جان کر نہیں لکھا تم نے لکھا تھا کہ بعد عید میں وہاں آوں گا مجھ کو بھیجنے میں تامل ہوا لکھتے کچھ ہو کرتے کچھ ہو تنخواہ کی سنو تین برس کے روپے دو ہزار دو سو پچاس ہوئے سو مد خرچ کے جو پائے تھے وہ کٹ گئے ڈیڑھ سو عملہ فعلہ کی نذر ہوئے مختار کار دو ہزار لایا چونکہ میں اُسکا قرضدار ہوں روپے اُسنے اپنے گھر میں رکھے اور مجھ سے کہا کہ میرا حساب کیجیے حساب کیا سود مول سات کم پندرہ سو ہوئے میں نے کہا میرے قرض متفرق کا حساب کر کچھ اوپر گیارہ سو نکلے میں کہتا ہوں یہ گیارہ سو بانٹ دے نو سو بچے آدھے تو لے آدھے مجھے دے وہ کہتا ہے پندرہ سو مجھ کو دو پانچ سو سات تم لو یہ جھگڑا مٹ جائے گا تب کچھ ہاتھ آئے گا خزانہ سے روپیہ آگیا ہے میں نے آنکھ سے دیکھا ہو تو آنکھیں پھوٹیں بات رہگئی ہیت رہ گئی حاسدونکو موت آگئی دوست شاد ہو گئے میں جیسا ننگا بھوکا ہوں جب تک جیوں گا ایسا ہی رہوں گا میرا دارو گیر سے بچنا معجزہ اسد اللٰہی ہے ان پیسوں کا ہاتھ آنا عطیۂ ید اللٰہی ہے حاکم شہر لکھدے کہ یہ شخص ہرگز پنشن پانے کا مستحق نہیں حاکم صدر مجھ کو پنشن دلوائے اور پورا دلوائے میرن صاحب کو دعا کہتا ہوں اور مزاج کی خبر پوچھتا ہوں جواب ترکی ترکی جواب عربی عربی جو انھوں نے لکھا وہ میں نے بھی لکھا مجتہد العصر کو بندگی لکھوں دعا لکھوں کیا لکھوں نہیں بھئی وہ مجتہد ہوں ہوا کریں میرے تو فرزند ہیں میں دعا ہی لکھوں گا اور اسی طرح میر نصیر الدین کو بھی دعا ۔

نۂ میر مہدی کے نام

میری جان تم کو تو بیکاری میں خط لکھنے کا ایک شغل ہے قلم دوات لے بیٹھے اگر خط پہونچا ہے تو جواب ورنہ شکوہ و شکایت و عتاب و خطاب لکھنے لگے کل حکیم میر اشرف علی آئے تھے سر منڈوا ڈالا ہے محلقین رؤسکم پر عمل کیا ہے میں نے کہا کہ سر منڈوایا ہے تو داڑھی رکھو کہنے لگے دامن از کجا آرم کہ جامہ ندارم واللہ اُن کی صورت قابل دیکھنے کے ہے کہتے تھے کہ میر احمد علی صاحب آئے اور بحال و برقرار رہے خدا کا شکر بجا لایا کبھی تو ایسا بھی ہو کہ کسی عزیز کی اچھی خبر سنی جائے میر اسلام کہنا اور مبارکباد دینا خبردار بھول نہ جائیو تمھاری شکایت بیجا کا جواب یہ ہے کہ تم نے جو خط مجھکو پانی پت سے بھیجا تھا اور کرنال کی روانگی کی اطلاع دی تھی میں نے تجویز کر لیا تھا کہ جب کرنال سے خط آئے گا تو میں جواب لکھوں گا آج شنبہ ۱۵ اکتوبر صبح کا وقت ابھی کھانا پکا بھی نہیں تبرید پی کر بیٹھا تھا کہ تمھارا خط آیا اور پڑھا اور یہ جواب لکھا کلیان بیمار ہے ایاز کو خط دیکر ڈاک گھر روانہ کیا ہو تو تمھارا گلہ بیجا یا بجا بھائی گلہ کرو تو اپنے سے کرو کہ تم نے کرنال پہونچکر خط لکھنے میں کیوں دیر کی اور ہاں یہ کیا ہے کہ بہت دن سے میر نصیر الدین کا نام تمھارے قلم سے نہیں نکلتا نہ اُنکی خیر و عافیت نہ انکی بندگی اگر وہ مجھ سے خفا ہیں تو ان کی بندگی نہ لکھتے خیر و عافیت تو لکھتے یہ باتیں اچھی نہیں میرن صاحب کے باب میں حیران ہوں تنہا تمھارے

ساتھ گئے ہیں والدہ اُنکی پانی پت میں ہیں وہاں کوئی مکان لے کر والدہ کو وہیں بلائیں گے یا خود بعد چند روز کے یہاں آجائیں گے یہ دو باتیں جواب طلب ہیں میر نصیر الدین کی بندگی نہ لکھنے کا سبب اور میرن صاحب کی بود و باش کی حقیقت لکھو رہا میرا اپنشن[1] اسکا ذکر نہ کرو اگر ملے گی تو تمکو دی جائے گی شہر کی آبادی کا چرچا ہوا کرایہ کو مکان ملنے لگے چار پانسو گھر آباد ہوے تھے کہ پھر وہ قاعدہ مٹ گیا اب خدا جانے کیا دستور جاری ہوا ہے آیندہ کیا ہوگا سلطان العلما مجتہد العصر مولوی سید سرفراز حسین کو اگرچہ نظر اُن کے مدارج علم و عمل پر بندگی چاہیے مگر خیر میں عزیزداری و یگانگی[2] کی راہ سے دعا لکھتا ہوں میرن صاحب کو دعا اور بعد دعا کے بہت سا پیار میر نصیر الدین کو زیادہ کیا لکھوں

۱۸ میر مہدی کے نام

واہ حضرت کیا خط لکھا ہے اس خرافات[3] کے لکھنے کا فائدہ بات اتنی ہی ہے کہ میرا پلنگ مجھ کو ملا میرا بچھونا مجھ کو ملا میرا حجام مجھ کو ملا میری بیت الخلا مجھ کو ملا رات وہ شور کوئی آئیو کوئی آئیو فرو ہو گیا میری جان بچی میرے آدمیوں کی جان بچی مصرعہ اکنوں شب من شب ست و روزم روز است[4] + ہاں جی تم نے یہ نہ لکھا کہ میرن صاحب کو میرا خط پہونچا یا نہ پہونچا

---

[1] پنشن اسوقت بالاتفاق مؤنث لیتے ہیں ۱۲ [2] یگانگی - اپنایت ۱۲ ۱۲
[3] فضول باتیں ۱۲ [4] اب میری رات رات اور میرا دن دن ہے ۱۲—

میں گمان کرتا ہوں کہ نہیں پہونچا اگر پہونچتا تو بیشک وہ خط تمھاری نظر
سے گزرتا اور میرن صاحب اس کی اصل حقیقت تم سے پوچھتے اور
اس صورت میں یہ بھی ضرور تھا کہ تم اس واہیات کے بدلے مجھ کو وہ ارادات
لکھتے جو میرن صاحب میں اور تم میں پیش آئی پس اگر جیسا کہ میرا گمان
ہے خط نہیں پہونچا تو خیر جانے دو اگر خط پہونچا ہے تو میرن صاحب
کے خط کے جواب لکھوانے میں تم نے میرا دم ناک میں کر دیا تھا اب
اُن سے میرے خط کے جواب کا تقاضا کیوں نہیں کرتے حسن بھی کیا چیز
ہے نادر[۱] کا اتنا خوف نہیں جتنا حسین آدمی کا ڈر ہوتا ہے تم اُن سے
خواہش وصال کرتے ہوے ڈرو میرے خط کے جواب کے باب میں
کیوں نہیں لکھتے نہ صاحب یہ کچھ بات نہیں میرے خط کا جواب اُنسے
لکھ کر بھجواؤ یہاں کا حال وہ ہے جو دیکھ گئے ہو پانی گرم ہوا گرم مے مستولی[۲]
اناج مہنگا بیچارہ منشی میر احمد حسین کا بھتیجا یعنے میر امداد علی آشوب
کا بیٹا محمد میر شب گذشتہ کو گزر گیا آج صبح کو اسکو دفن کر آئے جوان
صالح پرہیزگار مومنین پیش نماز تھا انا للہ وانا الیہ راجعون مجتہد العصر
کا حکم بجا لاؤں گا اور نہ رئیس کو بلکہ مدار المہام ریاست کو لکھوں گا
رئیس میرے سوال کا جواب قلم انداز کر جائے گا اور مدار المہام امر
واقعی لکھ بھیجے گا مجتہد العصر کو دعا اور یہ خط پڑھا دینا میرن صاحب
کو دعا اور کہنا کہ بھلا صاحب تم نے ہمارے خط کا جواب نہیں لکھا

---

[۱] مراد نادر شاہ درانی ۱۲ [۲] مستولی غالب ۱۲

ہم بھی تمھارے طرز کا تتبع کریں گے حکیم میر اشرف علی کو دعا کہنا اور کہنا کہ اگر تم میں اور اُن میں راہ و رسم تعزیت و تہنیت ہو تو میر احمد حسین کو خط لکھو اور یہ بھی اُن کو معلوم ہو کہ حفیظ یہاں آیا ہوا ہے قبائل تمھارے نہیں ہیں اگر وہاں کچھ حاصل ہو رسائی تو خیر ورنہ یہاں کیوں نہ چلے آؤ شعر میں بھولا نہیں تجھ کو اے میری جان + کروں کیا کہ یاں گر رہے ہیں مکان + برسات کا حال نہ پوچھو خدا کا قہر ہے قاسم جان کی گلی سعادت خاں کی نہر ہے میں جس مکان میں رہتا ہوں عالم بیگ خاں کے کٹرہ کی طرف کا دروازہ گر گیا مسجد کی طرف کے دالان کو جاتے ہوئے جو دروازہ تھا گر گیا سیڑھیاں گرا چاہتی ہیں صبح سے بیٹھنے کا حجرہ جھک رہا ہے چھتیں چھلنی ہو گئی ہیں مینھ گھڑی بھر برسے تو چھت گھنٹہ بھر برسے + کتابیں قلمدان سب توشہ خانہ پر فرش پر کہیں لگن رکھا ہوا کہیں چلمچی دھری ہوئی خط کہاں بیٹھ کر لکھوں پانچ چار دن سے فرصت ہے مالک مکان کو فکر مرمت آج ایک امن کی صورت نظر آئی کہا کہ آؤ میر مہدی کے خط کا جواب لکھوں الور کی ناخوشی راہ کی محنت کشی تپ کی حرارت گرمی کی شرارت یاس کا عالم کثرت اندوہ و غم حال کی فکر مستقبل کا خیال تباہی کا رنج آوارگی کا ملال جو کچھ کہو وہ کم ہے بالفعل تمام عالم کا ایک سا عالم ہے سنتے ہیں کہ نومبر میں مہاراجہ کو اختیار ملے گا مگر وہ اختیار ایسا ہو گا جیسا خدا نے خلق کو دیا ہے سب کچھ اپنے قبضۂ قدرت میں رکھا آدمی کو بدنام کیا ہے بارے رفع مرض کا حال لکھو خدا کرے تپ جاتی رہی ہو تندرستی حاصل ہو گئی ہو میر صاحب کہتے ہیں مصرعہ تندرستی ہزار نعمت ہے + ہائے پیش مصرعہ مرزا قربان علی بیگ سالک نے کیا خوب بہم پہونچایا ہے مجھ کو پسند آیا ہے شعر تنگدستی اگر نہ ہو سالک +

تندرستی ہزار نعمت ہے + مجتہد العصر میر سرافراز حسین صاحب کو دعا ہاہاہا میر افضل حسین صاحب کہاں ہیں حضرت یہاں تو اس نام کا کوئی نہیں ہے لکھنؤ کے مجتہد العصر کے بھائی کا نام میرن صاحب تھا جے پور کے مجتہد العصر کے بھائی میرن صاحب کیوں نہ کہلائیں ہاں بھائی میرن صاحب بھلا اُنکو ہماری دعا کہنا

[۵۰] میر مہدی کے نام

شعر [۵۱] مے نکند در کف من خامہ روانی + سرد ست ہوا آتش بے دود کجائی + میر مہدی صبح کا وقت ہے جاڑا خوب پڑ رہا ہے انگیٹھی سامنے رکھی ہوئی ہے دو حرف لکھتا ہوں آگ تاپتا جاتا ہوں آگ میں گرمی نہیں مگر ہائے آتش سیال [۵۲] کہاں کہ جب دو جرعے [۵۳] پی لیے فوراً رگ و پے میں دوڑ گئی دل توانا ہو گیا دماغ روشن ہو گیا نفس ناطقہ کو تواجد [۵۴] بہم پہونچا ساقی کوثر کا بندہ اور تشنہ لب ہائے غضب میاں تم پنشن پنشن کیا کر رہے ہو گورنر جنرل کہاں اور پنشن کہاں صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر صاحب کمشنر بہادر نواب لفٹنٹ گورنر بہادر جب ان تینوں نے جواب دیا ہو تو اُس کا مرافعہ [۵۵] گورنمنٹ میں کروں مجھے تو دربار و خلعت کے لالے پڑے ہیں تم کو پنشن کی فکر ہے یہاں کے حاکم نے میرا نام فرد میں نہیں لکھا میں نے اس کا اپیل نواب لفٹنٹ گورنر بہادر کے یہاں

---

[۵۱] بغیر شراب کے قلم میرے ہاتھ میں نہیں چلتا ٹھنڈی ہوا چل رہی ہے اسے بے دھوئیں والی آگ (شراب) تو کہاں ہے ۱۲ [۵۲] آتش سیال ۔ شراب ۱۲ [۵۳] جرعہ ۔ گھونٹ ۱۲ [۵۴] تواجد ۔ وجد ۔ ڈھونڈھنا ۔ پانا ۱۲ [۵۵] مرافعہ ۔ اپیل ۱۲ ۔

کیا ہے مصرعہ دیکھیے کیا جواب آفتاب ہے + بہر حال جو کچھ ہو گا تم کو لکھا جائیگا اچھی وہ یوسف ہند نہ سہی یوسف دہر سہی یوسف عصر سہی یوسف کشور سہی اُن کی زلیخا نے ستم برپا کر رکھا ہے مجھے تو خبر نہیں کہیں حضرت کہہ گئے ہیں کہ میں ساڑھے سات روپیہ مہینہ بھیجے جاؤں گا اب ان کا تقاضا ہے رحیم بخش روز آتا ہے اور کہتا ہے کہ پھوپھا جان کو لکھو کہ پھوپھی جان بھوکی مرتی ہیں خرچ جلد بھیجو ورنہ نالش کی جائے گی اور تم کو گواہ قرار دیا جائیگا بہر حال میرن صاحب کو یہ عبارت پڑھوا دینا میر سرفراز حسین کو دعا میر نصیر الدین کو دعا حکیم میر اشرف علی کو دعا یوسف ہفت کشور کو دعا

میر مہدی کے نام

سید صاحب اچھا ڈھکوسلا نکالا ہے بعد القاب کے شکوہ شروع کر دینا اور میرن صاحب کو اپنا ہمزبان کر لینا میں میر مہدی نہیں کہ میرن صاحب پر مرتا ہوں میر سرفراز حسین نہیں کہ اُن کو پیار کرتا ہوں علی کا غلام اور سادات کا معتقد ہوں اُس میں تم بھی آ گئے کمال سے ہے کہ میرن صاحب سے محبت قدیم ہے دوست ہوں عاشق زار نہیں بندۂ مہر و وفا ہوں گرفتار نہیں تمہارے بھائی نے سخت مشوش بلکہ نعل[۱] در آتش کر رکھا ہے ایک سلام اصلاح کے واسطے بھیجا اور لکھا کہ بعد محرم کے میں بھی آؤں گا میں نے سلام رہنے دیا اور منتظر رہا کہ ڈاک میں کیوں بھیجوں وہ آئیں گے تو میں اُن کو دونگا محرم تمام ہوا

---

[۱] نعل در آتش مراد بے قراری ۱۲۔

آج سہ شنبہ غرۂ صفر ہے حضرت کا پتا نہیں ظاہر ابر سات نے آنے نہ دیا برسات کا نام آگیا سو پہلے مجملاً سنو ایک غدر کالوں کا ایک ہنگامہ گوروں کا ایک فتنہ انہدام مکانات کا ایک آفت وبا کی ایک مصیبت کال کی اب یہ برسات جمیع حالات کی جامع ہے آج اکیسواں دن ہے آفتاب اس طرح نظر آجاتا ہے جس طرح بجلی چمک جاتی ہے رات کو کبھی کبھی اگر تارے دکھائی دیتے ہیں تو لوگ اُنکو جگنو سمجھ لیتے ہیں اندھیری راتوں میں چوروں کی بن آئی ہے کوئی دن نہیں کہ دو چار گھر کی چوری کا حال نہ سنا جائے مبالغہ نہ سمجھنا ہزارہا مکان گر گئے سیکڑوں آدمی جا بجا دب کر مر گئے گلی گلی ندی بہہ رہی ہے قصہ مختصر وہ اَنّ کال تھا کہ مینھ نہ برسا اناج نہ پیدا ہوا یہ پن کال ہے پانی ایسا برسا کہ بوئے ہوئے دانے بہہ گئے جنھوں نے ابھی نہیں بویا تھا وہ بونے سے رہ گئے سن لیا دلی کا حال اسکے سوا کوئی نئی بات نہیں ہے جناب میرن صاحب کو دعا زیادہ کیا لکھوں

سنہ میر مہدی کے نام

میری جان تو کیا کہہ رہا ہے نیچے سے سیانہ سو دیوانہ صبر و تسلیم و توکل و رضا شیوہ صوفیہ کا ہے مجھ سے زیادہ اسکو کون سمجھے گا جو تم مجھ کو سمجھاتے ہو کیا میں یہ جانتا ہوں کہ ان لڑکوں کی پرورش میں کرتا ہوں استغفر اللہ لا موثر فی الوجود الا اللہ یا تم یہ سمجھے ہو کہ میں شیخ چلی کی طرح سے خیال باندھتا ہوں کہ مرغی مول لوں گا اور اُسکے انڈے بچے بیچ کر بکری خریدوں گا اور پھر کیا کروں گا

سنہ غرۂ چاندرات ۱۲

اور آخر کیا ہوگا بھائی یہ تو میں نے اپنا راز دل تم سے کہا تھا کہ آرزو یوں تھی اور
اب وہ نقش باطل ہو گیا ایک حسرت کا بیان تھا نہ خواہش کا دیکھا اس پنشن قدیم
کا حال میں تو اس سے ہاتھ دھوئے بیٹھا ہوں لیکن جب تک جواب نہ پاؤں
کہیں اور کیونکر چلا جاؤں حاکم اکبر کے آنے کی خبر گرم ہے دیکھیے کب آئے آئے
تو مجھے بھی دربار میں بلائے یا نہ بلائے خلعت ملے یا نہ ملے اس پیچ میں ایک اور
پیچ آپڑا ہے اُسکو دیکھ لوں اور پھر صرف اسی کا انتظار نہیں اس مرحلے کے طے
ہونے کے بعد پنشن کے ملنے نہ ملنے کا تردد بدستور رہے گا بےسر کیونکر نجاؤں
کہ یہ سب امور ملتوی چھوڑ کر نکل جاؤں پنشن جاری ہونے پر بھی تو سوا رام پور
کے کہیں ٹھکانا نہیں ہے وہاں تو جاؤں اور ضرور جاؤں تین برس ثبات قدم
اختیار کیا اب انجام کار میں اضطراب کی کیا وجہ چپکے ہو رہو اور مجھ کو کسی عالم
میں غمگین اور مضطر گمان نہ کرو ہر وقت میں جیسا مناسب ہوتا ہے ویسا دل
میں آتا ہے صاحب یہ میرن صاحب نے جو دو سطریں دستخط خاص سے لکھی
تھیں واللہ میں کچھ نہیں سمجھا کہ یہ کس مقدمہ کا ذکر ہے

۵ منشی ہرگوپال تفتہ تخلص کے نام

شعر رکھیو غالب مجھے اس تلخ نوائی میں معاف + آج کچھ درد مرے دل میں
سوا ہوتا ہے + بندہ پرور تم کو پہلے یہ لکھا جاتا ہے کہ میرے دوست قدیم میر کرم حسین
صاحب کی خدمت میں میرا سلام کہنا اور یہ کہنا کہ اب تک جیتا ہوں اور اس سے
زیادہ میرا حال مجھ کو بھی معلوم نہیں مرزا حاتم علی صاحب مہر کی جناب میں میرا

سلام کہنا اور یہ میرا شعر میری زبان سے پڑھ دینا شعر شرطؔ اسلام بود ورزش ایمان بالغیب + اے تو غائب زنظر مہر تو ایمان من ست + تمہارے پہلے خط کا جواب بھیج چکا تھا کہ اُسکے دو دن یا تین دن کے بعد دوسرا خط پہونچا سنو صاحب جس شخص کو جس شغل کا ذوق ہو اور وہ اُس میں بے تکلف عمر بسر کرے اس کا نام عیش ہے تمہاری توجہ مفرطؔ بطرف شعر و سخن کے تمہاری شرافت نفس اور حسن طبع کی دلیل ہے اور بھائی یہ جو تمہاری سخن گستری ہے اس کی شہرت میں میری بھی تو نام آوری ہے میرا حال اس فن میں اب یہ ہے کہ شعر کہنے کی روش اور اگلے کہے ہوے اشعار سب بھول گیا مگر ہاں اپنے ہندی کلام میں سے ڈیڑھ شعر یعنی ایک مقطع اور ایک مصرعہ یاد رہگیا ہے سو گاہ گاہ جب دل اُلٹنے لگتا ہے تب دس پانچ بار یہ مقطع زبان پر آجاتا ہے شعر زندگی اپنی اسی ڈھب سے جو گذری غالب + ہم بھی کیا یاد کریں گے کہ خدا رکھتے تھے + پھر جب سخت گھبراتا ہوں اور تنگ آتا ہوں تو یہ مصرعہ پڑھ کر چپ ہو جاتا ہوں مصرعہ اے مرگ ناگہاں تجھے کیا انتظار ہے + یہ کوئی نہ سمجھے کہ میں اپنی بے رونقی اور تباہی کے غم میں مرتا ہوں جو دکھ مجھ کو ہے اُس کا بیان تو معلوم مگر اُس بیان کی طرف اشارہ کرتا ہوں انگریز کی قوم میں سے جو ان روسیاہ کالوں کے ہاتھ سے قتل ہوے اُس میں کوئی میرا امید گاہ تھا اور کوئی میرا شفیق تھا اور کوئی میرا دوست اور کوئی میرا یار اور کوئی میرا شاگرد ہندوستانیوں میں کچھ

لہ ایمان کی شرط قبول کرنا غیب کو ہے ۔ اے وہ کہ تو میری نظر سے غائب ہے تیری محبت میرا ایمان ہے ۱۲ ۔ ع۲ ہ زیادہ ۱۲ ۔

عزیز کچھ دوست کچھ شاگرد کچھ معشوق سو وہ سب کے سب خاک میں مل گئے ایک عزیز کا ماتم کتنا سخت ہوتا ہے جو اتنے عزیزوں کا ماتم دار ہو اس کو زیست کیونکر نہ دشوار ہو ہائے اتنے یار مرے کہ جو اب میں مروں گا تو میرا کوئی رونیوالا بھی نہ ہوگا انا للہ وانا الیہ راجعون

۸۶ مرزا حاتم علی مہر تخلص کے نام

نظم بہت سے غم گیتی شراب کم کیا ہے ۔ غلام ساقی کوثر ہوں مجھ کو غم کیا ہے ۔ سخن میں خامہ غالب کی آتش افشانی ۔ یقین ہے ہم کو بھی لیکن اب اسمیں دم کیا ہے ۔ علاقہ محبت ازلی کو رحق مان کر اور حقوق غلامی جناب مرتضیٰ علی کو سچ جان کر ایک بات اور کہتا ہوں کہ بینائی اگرچہ سب کو عزیز ہے مگر شنوائی بھی تو آخر ایک چیز ہے مانا کہ روشناسی اس کے اجارے میں آئی ہے یہ بھی دلیل آشنائی ہے کیا فرض ہے کہ جب تک دید وادید[1] نہو لے اپنے کو بیگانہ ایکدگر سمجھیں البتہ ہم تم دوست دیرینہ ہیں اگر سمجھیں سلام کے جواب میں خط بہت بڑا احسان ہے خدا کرے وہ خط جس میں میں نے آپکو سلام لکھا تھا آپ کی نظر سے گذر گیا ہو احیاناً اگر نہ دیکھا ہو تو اب مرزا تفتہ سے لیکر پڑھ لیجیے گا اور خط کے لکھنے کے احسان کو اس خط کے پڑھ لینے سے دوبالا کیجیے گا ہائے سچ جان جاکوب کیا جوان مارا گیا ہے سچ ہے اسکا یہ شیوہ تھا کہ اردو کی فکر کو مانع آتا اور فارسی زبان میں شعر کہنے کی رغبت دلواتا

---

[1] دید وادید ۔ ملاقات باہمی ۱۲ ۔

بندہ پرور یہ بھی انھیں میں ہے کہ جن کا میں ماتمی ہوں ہزارہا دوست مر گئے کس کو یاد کروں اور کس سے فریاد کروں جیوں تو کوئی غمخوار نہیں اور مروں تو کوئی عزا دار نہیں غزلیں آپ کی دیکھیں سبحان اللہ چشم بد دور اردو کی راہ کے تو سالک ہو گویا اس زبان کے مالک ہو فارسی بھی خوبی میں کم نہیں مشق شرط ہے اگر کہے جاؤ گے لطف پاؤ گے میرا تو بقول طالب آملی اب یہ حال ہے بیت لب[1] از گفتن چناں بستم کہ گوئی ۔ دہن بر چہرہ زخمی بود و بہ شد ۔ جب آپ نے بغیر خط کے بھیجے مجھ کو خط لکھا ہو تو کیونکر مجھ کو اپنے خط کے جواب کی نہ تمنا ہو پہلے تو اپنا حال لکھیے کہ میں نے سنا تھا آپ کہیں کے صدر اعلیٰ ہیں پھر آپ اکبر آباد میں کیوں خانہ نشین ہیں اس ہنگامہ میں آپ کی صحبت حکام سے کیسی رہی

مرزا حاتم علی مہر تخلص کے نام

راجہ بلوان سنگھ کا حال بھی لکھنا ضرور ہے کہ کہاں ہیں اور وہ دو ہزار مہینا جو اُن کو سرکار انگریزی سے ملتا تھا اب بھی ملتا ہے یا نہیں ہائے لکھنؤ کا حال کچھ کھلتا کہ اُس بہارستان پر کیا گذری اموال کیا ہوئے اشخاص کہاں گئے خاندان شجاع الدولہ کے زن و مرد کا انجام کیا ہوا قبلہ و کعبہ حضرت مجتہد العصر کی سرگذشت کیا ہے گمان کرتا ہوں کہ بہ نسبت میرے تم کو کچھ زیادہ آگہی ہو گی امیدوار ہوں کہ جو آپ پر معلوم ہے وہ مجھ پر مجہول نہ رہے پتہ مسکن مبارک

---

[1] میں نے بات کرنے سے ایسی لب بندی کرلی ہے کہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ منھ چہرے پر اک زخم تھا جو اب بھر گیا ۱۲ ۔

کشمیری بازار سے زیادہ نہیں معلوم ہوا ظاہرا اسی قدر کافی ہوگا ورنہ آپ زیادہ لکھتے مرزا تفتہ کو دعا کہیے گا اور اُن کے اُس خط کے پہونچنے کی اطلاع دیجیے گا جس میں آپ کے خط کی انھوں نے نوید لکھی تھی۔

مرزا حاتم علی مہر تخلص کے نام

بندہ پرور آپ کا مہربانی نامہ آیا آپ کی مہرانگیز اور محبت آمیز باتوں نے غم بیکسی بھلایا کہاں دھیان لڑا ہے کہاں سے دستنبو کی مناسبت کے واسطے ید بیضا ڈھونڈھ نکالا ہے آفریں صد ہزار آفریں تیسرا مصرعہ اگر یوں ہو تو فقیر کے نزدیک بہت مناسب ہے مصرعہ نامہ[1] خود سال خویش داد نشاں + مرزا تفتہ کا خط ہاترس سے آیا اُن کے لڑکے بالے اچھے ہیں آپ گھبرائیں نہیں وہ آئینی کے آئینی ہیں اگر تمھیں بغیر اُن کے آرام نہیں تو ان کو بغیر تمھارے چین کہاں ۱۲ صاحب اثنا عشری ہوں ہر مطلب کے خاتمہ پر بارہ کا ہندسہ کرتا ہوں خدا کرے میرا بھی خاتمہ اسی عقیدہ پر ہو ہم تم ایک آقا کے غلام ہیں تم جو مجھ سے محبت کروگے یا میری غمگساری میں محنت کروگے کیا تم کو غیر جانوں جو تمھارا احسان مانوں تم سراپا مہر و وفا ہو واللہ اسم بامسمیٰ ہو ۱۲ مبالغہ اس کتاب کی تصحیح میں اس واسطے کرتا ہوں کہ عبارت کا ڈھنگ نیا ہے صحیح کا درست پڑھنا بڑی بات ہے اگر غلط ہو جائے تو پھر وہ عبارت نری خرافات ہے بارے بسبب التفات بھائی منشی نبی بخش صاحب کی صحت الفاظ سے خاطر جمع ہے

---

[1] کتاب نے خود اپنی تاریخ بتادی ۱۲۔

متوقع ہوں کہ وہ تکلیف سہیں اور ختم کتاب تک متوجہ رہیں منشی شیو نراین صاحب نے کاپی میرے دیکھنے کو بھیجی تھی سب طرح میرے پسند آئی چنانچہ اُن کو لکھ بھیجا ہر اگر ہو سکے تو سیاہی ذرا اور بھی رنگت کی اچھی ہو ۲ اجضرت چار جلدیں یہاں کے حکام کو دوں گا اور دو جلدیں ولایت کو بھیجوں گا اللہ اللہ کیا غفلت ہے اور کیا اعتماد ہے زندگی پر بہر حال یہ ہوس تھی اور شاید اب بھی ہو کہ ان چھ جلدوں کی کچھ تزئین اور آرایش کی جاوے آپ اور بھائی صاحب اور اُن کا فرزند رشید منشی عبد اللطیف اور منشی شیو نراین یہ چاروں صاحب فراہم ہوں اور باجلاس کونسل یہ امر تجویز کیا جاوے کیا کیا جاوے معہذا دو دو روپیہ کتاب سے زیادہ کا مقدور بھی نہیں ہاں یہ ممکن ہے کہ چار جلدیں چھ روپے میں اور دو جلدیں چھ روپے میں تیار ہوں پھر سوچتا ہوں کہ یارب آرائش کی گنجایش کہاں ناچار چار کتابوں کی جلد ڈیڑھ روپیہ کی اور دو کتابوں کی جلد تین تین روپے کی بنائی جائے قصہ مختصر کچھ کیا جائے یا یہی کہہ دیا جائے کہ تیری رائے کونسل میں مقبول اور صرف جلدوں کی تیاری منظور ہوئی بارہ روپیہ بھیجدے ۱۲۔ مطالب اور مقاصد تمام ہوئے اور ہم تم بزبان قلم ہمدگر ہم کلام ہوئے ۱۲۔

۹۔ مرزا حاتم علی مہر تخلص کے نام

بھائی صاحب از روے تحریر مرزا تفتہ آپ کا چھ کتابوں کی تزئین کی طرف متوجہ ہونا معلوم ہوا پھر بھائی منشی نبی بخش صاحب نے دو بار لکھا کہ میں باجمال لکھتا ہوں مفصل مرزا حاتم علی صاحب نے لکھا ہوگا یارب اُن کے دو خط آ گئے

مرزا صاحب نے اگر لکھا ہوتا تو ان کا خط کیوں نہ آتا آپ نے حسن اعتقاد سے یوں سمجھا کہ نہ لکھنا بمقتضائے یکدلی ہے جب اپنا کام سمجھ لیے تو مجھ کو لکھنا کیا ضرور ہے مگر اس کو کیا کروں کہ جواب طلب باتوں کا جواب نہیں مطلع اخبار آفتاب عالمتاب میں یکم ستمبر ۱۸۵۸ء حال سے حکیم احسن اللہ خاں کا نام لکھوا دینا اور دو نمبروں کا ایک بار بھجوا دینا اور آئندہ ہر ہفتہ اس کے ارسال کا طور ٹھہرا دینا کیوں صاحب یہ امر ایسا کیا دشوار تھا کہ آپ نے نہ کیا اور اگر دشوار تھا تو اس کی اطلاع دینی کیا دشوار تھی ابھی شکایت نہیں کرتا پوچھتا ہوں کہ آیا یہ اُمور مقتضی شکایت ہیں یا نہیں مرزا تفتہ کے ایک خط میں یہ قصہ لکھ چکا ہوں کیا اُنھوں نے بھی وہ خط تم کو نہیں پڑھایا ہر چند عقل دوڑائی کوئی درنگ کی وجہ خیال میں نہ آئی اب حصول مدعا سے قطع نظر ہیں یہ سوچ رہا ہوں کہ دیکھوں چھ مہینے بعد برس دن بعد اگر مرزا صاحب خط لکھتے ہیں تو اس امر خاص کا جواب کیا لکھتے ہیں میں بھی شاعر ہوں اگر کوئی مضمون ہوتا تو میرے بھی خیال میں آجاتا کوئی عذر ایسا میرے ذہن میں نہیں آتا کہ قابل سماعت کے ہو میں بھی تو دیکھوں تم کیا لکھتے ہو ۱۲۔

بنام مرزا حاتم علی مہر تخلص کے نام

مرا بسادہ دلیہائے من تواں بخشید ؎ خطا نمودہ ام و چشم آفریں دارم ؎ کل

۱؎ ویر ۱۲ ۲؎ مجھ کو میری اس سادہ دلی کی وجہ بخش دینا چاہیے کہ میں نے خطا کی ہے اور آفریں کی امید رکھتا ہوں ۱۲۔

دوشنبہ کا دن ۲۰۔ ستمبر کی تھی صبح کو میں نے آپ کو شکایت نامہ لکھا اور بیرنگ ڈاک میں بھیجدیا دوپہر کو ڈاک کا ہرکارہ آیا تمھارا خط اور ایک مرزا تفتہ کا خط لایا معلوم ہوا کہ جس خط کا جواب میں آپ سے مانگتا ہوں وہ نہیں پہونچا کچھ شکوہ سے شرمندگی اور کچھ خط کے نہ پہونچنے سے حیرت ہوئی دوپہر ڈھلے مرزا تفتہ کے خط کا جواب لکھ کر ٹکٹ نکالنے لگا بکس میں سے وہ تمھارے نام کا خط نکل آیا اب میں سمجھا کہ خط لکھ کر بھول گیا ہوں اور ڈاک میں نہیں بھیجا اپنے نسیان کو لعنت کی اور چپ ہو رہا متوقع ہوں کہ میرا قصور معاف ہو بعد چاہنے عفو جرم کے آپ کے کل کے خط کا جواب لکھتا ہوں ۱۲۔ سبحان اللہ جلدوں کی آرائش کی فن میں کیا اچھی فکر کی ہے میرے دل میں بھی ایسی ہی ایسی باتیں تھیں یقین ہے کہ متاع شاہوار ہو جائیں گی ابار مہرہ اگر ہو جائے گا تو حرف خوب چمک جائینگے اس کا خیال اُن چار جلدوں میں بھی رہے بارہ روپے کی ہنڈوی پہونچتی ہے روپیہ وصول کر کر مجھ کو اطلاع دیجیے گا ورنہ میں مشوش[1] رہوں گا ۱۲

حضرت یہاں دو خبریں مشہور ہیں ان کے باب میں آپ سے تصدیق چاہتا ہوں ایک تو یہ کہ لوگ کہتے ہیں کہ آگرہ میں اشتہار جاری ہو گیا ہے اور ڈھنڈورا پٹ گیا ہے کہ کمپنی کا ٹھیکہ ٹوٹ گیا اور بادشاہی عمل ہندوستان میں ہو گیا دوسری خبر یہ ہے کہ جناب اڈمنسٹن صاحب بہادر گورنمنٹ کلکتہ کے چیف سکتر اکبر آباد کے لفٹنٹ گورنر بہادر ہو گئے خبریں دونوں اچھی ہیں خدا کرے سچ ہوں اور سچ ہونا ان کا آپ کے لکھنے پر منحصر ہے ۱۲ ہاں صاحب

---

[1] پریشان ۱۲۔

ایک بات اور ہے اور وہ محل غور ہے میں نے حضرت ملکہ معظمہ انگلستان کی مدح میں ایک قصیدہ ان دنوں میں لکھا ہے تہنیت فتح ہند اور عملداری شاہی ساٹھ بیت ہے منظور یہ تھا کہ کتاب کے ساتھ قصیدہ ایک اور کاغذ مہذب پر لکھ کر بھیجوں پھر یہ خیال آیا کہ دس سطر کے مسطر پر کتاب لکھی گئی ہے یعنی چھاپہ ہوئی ہر اگر یہ چھ صفحے یعنی تین ورق اور چھپ کر اس کتاب کے آغاز میں شامل جلد ہو جائیں تو بات اچھی ہے آپ اور منشی نبی بخش صاحب اور مرزا تفتہ منشی شیو نرائن صاحب سے کہکر اسکا طور درست کریں اور پھر مجھکو اطلاع دیں تو میں مسودہ آپ کے پاس بھیجدوں جب کتاب سب چھپ چکے تو یہ چھپ جائے دو باتیں ہیں ایک تو یہ کہ چھپے بعد کتاب کے اور لگایا جائے پہلے کتاب سے دوسرے یہ کہ اسکی سیاہ قلم کی لوح الگ ہو اور پہلے صفحہ پر جس طرح کتاب کا نام چھاپتے ہیں اس طرح یہ بھی چھاپا جاے کہ (قصیدہ در مدح جناب ملکۂ انگلستان خلد اللہ ملکھا) میرا نام کچھ ضرور نہیں کتاب کے پہلے صفحہ پر تو ہوگا ۲؍ ہنڈوی کی رسید اور اس مطلب خاص کا جواب باصواب یعنی نوید قبول جلد لکھیے ۱۲

(۱۰) مرزا حاتم علی تخلص کے نام

بھائی صاحب خدا تم کو دولت و اقبال روز افزوں عطا کرے اور ہم تم ایک جگہ رہا کریں خدا کرے قصیدے کے چھاپے کی منظوری اور ہنڈوی کی رسید آئے گویا صفر کے مہینے میں عید آئے ہنڈوی کا روپیہ جب چاہو تب منگواؤ اور کتابوں کی لوحیں اور جلدیں موافق اپنی راے کے بنوالو ۱۲ اب آپ دو ورقہ کا

ڈاک میں بھیجنا موقوف رکھیں اور کتابوں کی درستی پر ہمت مصروف رکھیں قصیدے
کے مسودے کا ورق مرزا تفتہ کے خط میں پہونچ گیا ہوگا آپ نے اور مرزا تفتہ
نے اور بھائی منشی نبی بخش صاحب نے قصیدے کو دیکھا ہوگا قصیدے کا
شامل کتاب ہونا بہت ضرور ہے پر دیکھا چاہیے صاحب مطبع کو کیا منظور
ہے اگر وہ کاغذ کی قیمت کا عذر کریں گے تو ہم پانچ سات روپے سے اور بھی
انکا بھرنا بھریں گے ۱۲ جناب لفٹنٹ صاحب بہادر سے میں صورت آشنا نہیں
کبھی میں نے ان کو کہیں دیکھا نہیں خطوں کی میرے اُن کے ملاقات ہے اور
نامہ و پیام کی یوں بات ہے کہ جب کوئی نواب گورنر جنرل بہادر دہلی آتے
ہیں تو میری طرف سے ایک قصیدہ بطریق نذر جاتا ہے بذریعہ جناب صاحب
بہادر ایجنٹ دہلی اور نواب لفٹنٹ گورنر بہادر آگرہ بھجواتا ہوں اور صاحب
سکرتر بہادر گورنمنٹ کا خط اُس کی رسید میں بسبیل ڈاک پاتا ہوں جب جناب
لارڈ کیننگ بہادر نے کرسی گورنری پر اجلاس فرمایا تو میں نے موافق دستور
کے قصیدہ ڈاک میں بھجوایا لفٹنٹ صاحب بہادر چیف سکرتر کا جو مجھ کو خط
آیا تو انھوں نے باوجود عدم سابقہ معرفت میرا القاب بڑھایا قبل ازیں
خان صاحب بسیار مہربان دوستان میرا القاب تھا اس قدر شناس نے
ازراہ قدر افزائی صاحب مشفق بسیار مہربان مخلصان لکھا اب فرمائیے انکو
کیونکر اپنا محسن اور مربی نہ جانوں کیا کافر ہوں جو احسان نہ مانوں ۱۲ برخوردار
مرزا تفتہ کو دعا کہتا ہوں بھائی اب میں اسکا منتظر رہتا ہوں کہ تم اور مرزا
صاحب مجھ کو لکھو کہ لو صاحب دستنبو کا چھاپہ تمام کیا گیا اور قصیدہ چھاپ کر

اہنداہیں لگادیا گیا مادہ تاریخ میں کیا برائی ہے جو تمہارے جی میں یہ بات آئی ہر کہ مجھ سے بار بار پوچھتے ہو مادہ اچھا ہے قطعہ لکھو اور خاتمہ کتاب پر لگا دو ایک قطعہ مرزا صاحب کا ایک قطعہ تمہارا یہ دونوں قطعے رہیں اگر وہاں کوئی اور صاحب شاعر ہوں تو وہ بھی کہیں اس عبارت سے یہ نہ سمجھنا کہ روے سخن ساری خدائی کی طرف ہے بلکہ خاص یہ اشارہ بھائی کی طرف ہے مولانا حقیر کو توجہ اس باب میں چاہیے اور ان کا نام بھی اس کتاب میں چاہیے ۱۲ اس خط کو لکھ کر بند کر چکا تھا کہ ڈاک کا ہرکارہ میرے شفیق منشی شیو نراین صاحب کا خط لایا بارے قصیدہ کا مسودہ پہونچ گیا اور منشی صاحب نے اسکا چھاپنا قبول کیا یہ تشویش رفع ہوگئی آپ ان سے میرا سلام کہیے گا اور یہ کہیے گا مصرعہ شکر را[1]فتہاے تو چندانکہ رافتہاے تو + اور یہ ان کو اطلاع دیجیے گا کہ اخبار کا لفافہ ہرگز مجھ کو نہیں پہونچا ورنہ کیا امکان تھا کہ میں اسکی رسید نہ لکھتا ۱۲ -

۹۲ مرزا حاتم علی مہر تخلص کے نام

بھائی صاحب آپ کے خامۂ مشکبار کی صریر[2] نے کتابوں کی لوح طلائی کا آوازہ یہاں تک پہونچایا بلکہ مجھ کو ان کی لوحوں کا ہر خط طلائی مانند شعاع آفتاب نظر آیا کیا پوچھنا ہے اور کیا کہنا ہے مجھ کو تو بموجب اس مصرعہ کے مصرعہ خاموشی[3] از ثناے تو حد ثناے تست + دل میں خوش ہو کر چپ رہنا ہے

---

[1] آپکی مہربانیوں کا اتنا شکریہ ادا کرتا ہوں جتنی آپکی مہربانیاں ہیں ۱۲ [2] قلم کی آواز جو لکھتے وقت نکلتی ہے ۱۲

[3] تیری تعریف کرنے میں خاموشی اختیار کرنا ہی تیری تعریف کی حد ہے ۱۲ -

حضرت مدح کو ایک موقع ضرور ہے مجھ کو آپ کے حکم کا بجالانا منظور ہے اس نذر بھیجنے
کے بعد جب کوئی ان کا عنایت نامہ آئے گا تو بندۂ درگاہ مدح گستری کا جوہر دکھائیگا
اُس نظم میں آپ کا ذکر خیر بھی آجائے گا اب یہ تو فرمائیے کہ مدت انتظار کب
انجام پائے گی اور کتابوں کی روانگی کی خبر مجھ کو کب آئے گی آپ کی فرط توجہ کا
سب طرح یقین ہے سیاہ قلم کی پانچوں لوحیں بھی اگر بن گئی ہوں تو کچھ عجب نہیں ہے
جلدوں کا بنانا البتہ چھاپے کے اختتام پر موقوف ہے معلوم تو ہوتا ہے کہ بھائی
نبی بخش صاحب اور ہمارے شفیق منشی شیو نرائن صاحب کی ہمت اُسکے انجام
ہونے پر مصروف ہے یارب اسی اکتوبر کے مہینے میں یہ کام انجام پاجائے اور
چالیس جلدوں کا پشتارہ میرے پاس آجائے ۱۲ مرزا تفتہ کو کیا دوں اور کیا لکھوں
مگر دعا دوں اور دعا لکھوں صاحب اب ڈھیل نہ کرو کام میں تعجیل کرو مصرعہ
لے[51] فرصت بیخبر در ہر چہ باشی زود باش خدا کرے نثر کی تحریر انجام پاگئی ہو
اور قصیدہ کے چھاپنے کی نوبت آگئی ہو قصیدہ کا نثر سے پہلے لگانا از راہ کرم و
اعزاز ہے ورنہ نثر میں صنعت اور نظم کا اور انداز ہے یہ اس کا دیباچہ کیوں ہو
بلکہ صورت ان دونوں کے اجتماع کی یوں ہو کہ سر رشتہ آمیزش توڑ دیا جائے
اور قصیدے کے اور دستنبو کے بیچ میں ایک ورق سادہ چھوڑ دیا جائے ۱۲
راے امید سنگھ کا اگر کوئی خط اندور سے آیا ہو تو مجھ کو بھی آگہی دو چاہو تمھیں ابتدا
کرو اور ایک خط ان کو لکھو اور اُس کا پرداز[53] اس بات پر رکھو کہ اب وہ کتابیں
تیار ہونے کو آئی ہیں آپ کی خدمت میں کہاں بھیجی جائیں اور کیا پتہ لکھا جائے

---

۵۱ اے فرصت سے بیخبر جو کچھ کرنا ہے جلدی کر ۱۲ ۵۲ جمع کر دینا ۱۲ ۵۳ شروع ۔ اٹھان ۱۲ ۔

یہ خط جواب طلب ہو جائے گا اور ان کو جواب لکھنا پڑے گا۔

۹۳ مرزا حاتم علی مہر تخلص کے نام

مرزا صاحب میں نے وہ انداز تحریر ایجاد کیا ہے کہ مراسلہ کو مکالمہ بنا دیا ہے ہزار کوس سے بزبان قلم باتیں کیا کرو ہجر میں وصال کے مزے لیا کرو کیا تم نے مجھ سے بات کرنے کی قسم کھائی ہے اتنا تو کہو کہ یہ کیا بات تمہارے جی میں آئی برسوں ہو گئے کہ تمہارا خط نہیں آیا نہ اپنی خیر و عافیت لکھی نہ کتابوں کا بیورا بھجوایا ہاں مرزا تفتہ نے ہاترس سے یہ خبر دی ہے کہ پانچ ورق یا پانچ کتابوں کے آغاز کے ان کو دے آیا ہوں اور انھوں نے سیاہ قلم کی لوحوں کی تیاری کی ہے یہ تو بہت دن ہوئے جو تم نے خبر دی ہے کہ دو کتابوں کی طلائی لوح مرتب ہو گئی ہے پھر اب ان دو کتابوں کی جلدیں بن جانے کی کیا خبر ہے اور ان پانچ کتابوں کے تیار ہونے میں درنگ کس قدر رہے مہتمم مطبع کا خط پرسوں آیا تھا وہ لکھتے ہیں کہ تمہاری چالیس کتابیں بعد منہائی اپنے سات جلدوں کے اسی ہفتہ میں تمہارے پاس پہنچ جائیں گی اب حضرت ارشاد کریں کہ یہ سات جلدیں کب آئیں گی ہر چند کاریگروں کے دیر لگانے سے تم بھی مجبور ہو مگر ایسا کچھ لکھو کہ آنکھوں کی نگرانی اور دل کی پریشانی دور ہو خدا کرے اُن تینتیس جلدوں کے ساتھ یا دو تین روز آگے پیچھے یہ سات جلدیں آپ کی عنایتی بھی آئیں تا خاص و عام جابجا بھیجی جائیں میرا کلام میرے پاس کبھی کچھ نہیں رہا ضیاء الدین خاں اور حسین مرزا جمع کر لیتے تھے جو میں نے کہا

انھوں نے لکھ دیا اُن دونوں کے گھر لٹ گئے ہزاروں روپے کے کتاب خانے برباد ہوئے اب میں اپنے کلام کے دیکھنے کو ترستا ہوں کئی دن ہوئے کہ ایک فقیر کہ وہ خوش آواز بھی ہے اور زمزمہ پرداز بھی ہے ایک غزل میری کہیں سے لکھوا لیا اُس نے وہ کاغذ جو مجھ کو دکھایا یقین سمجھنا کہ مجھ کو رونا آیا غزل تم کو بھیجتا ہوں اور صلہ میں اس کے اس خط کا جواب چاہتا ہوں غزل درد منت کش دوا نہ ہوا + میں نہ اچھا ہوا بُرا نہ ہوا + جمع کرتے ہو کیوں رقیبوں کو + اک تماشا ہوا گلہ نہ ہوا + رہزنی ہے کہ دلستانی ہے + لے کے دل دلستاں روانہ ہوا + ہے خبر گرم اُن کے آنے کی + آج ہی گھر میں بوریا نہ ہوا + زخم گر دب گیا لہو نہ تھما + کام گر رک گیا روانہ ہوا + کتنے شیریں ہیں تیرے لب کہ رقیب + گالیاں کھا کے بے مزا نہ ہوا + کیا وہ نمرود کی خدائی تھی + بندگی میں مرا بھلا نہ ہوا + جان دی دی ہوئی اُسی کی تھی + حق تو یوں ہے کہ حق ادا نہ ہوا + کچھ تو پڑھیے کہ لوگ کہتے ہیں آج غالبؔ غزل سرا نہ ہوا +

۹۴ مرزا حاتم علی مہر تخلص کے نام

بھائی صاحب مطبع میں سے سادہ کتابیں یقین ہے کہ آج کل بھیجی جائیں اور پس و پیش سات جلدیں آپ کی بنوائی ہوئی بھی آئیں بالفعل ایک اور عقدہ سررشتہ خیال میں پڑا ہے یعنی از روئے اخبار مفید خلائق ذہن یوں لڑا ہے کہ اس ہفتہ میں جناب اومنسٹن صاحب بہادر آگرہ آئیں گے اور وہ سادہ لفٹنٹ گورنری پر اجلاس فرمائیں گے اس صورت میں اغلب ہے کہ ولیم میور

صاحب بہادر اُن کی جگہ چیف سکر ترہنجائیں گے پھر دیکھیے کہ یہ محکمہ لفٹنٹ گورنری میں اپنا سکر ترکسکو بنائیں گے میر منشی اس محکمہ کے تو وہی منشی غلام غوث خاں رہینگے دیکھیے ہمارے منشی مولوی قمر الدین خاں کہاں رہیں گے بہر حال آپ سے یہ استدعا ہے کہ پہلے کتابوں کا حال لکھیے اور پھر جدا جدا جواب ہر سوال کا لکھیے جب تک اومنشٹن صاحب بہادر چیف سکر تر تھے تو یہ خیال میں تھا کہ انکی نذر اور نواب گورنر جنرل بہادر کی نذر یعنی دو کتابیں مع اپنے خط کے اُنکے پاس بھیجونگا اب حیران ہوں کہ کیا کروں آیا اُن کی جگہ سکر تر کون ہوا اور یہ جو لفٹنٹ گورنر ہوئے تو انھوں نے سکر ترکسکو کیا میر منشی لفٹنٹ گورنر کا کون رہا اور گورنر جنرل کا میر منشی کون ہے جو آپ کو معلوم ہو وہ اور جو نہ معلوم ہو وہ دریافت کر کر لکھیے قمر الدین خاں کا حال ضرور میر منشی غلام غوث خاں کا حال یہ ضرور لکھنا بھائی میرے سر کی قسم اس خط کا جواب ضرور لکھنا اور مفصل لکھنا اور ایسا واضح لکھنا کہ مجھ سا کندذہن اچھی طرح اسکو سمجھ لے زیادہ کیا لکھوں۔

۹۵ مرزا حاتم علی مہر تخلص کے نام

بھائی جان کل جو جمعہ روز مبارک سعید تھا گویا میرے حق میں روز عید تھا چار گھڑی دن رہے نامہ فرحت فرجام اور چار گھڑی کے بعد وقت شام بلیت سات جلدوں کا پارسل پہونچا ۔ واہ کیا خوب برمحل پہونچا آدمی کو موافق اس کی تمنا کے آرزو بر آنی بہت محال ہے میری آرزو ایسی بر آئی کہ برتر از وہم و خیال ہے بتاؤ تو میرے تصور میں بھی نہیں گذرتا تھا ہیں تو صرف

اسی قدر خیال کرتا تھا کہ جلدیں بندھی ہوئی دو کی لوحیں زرین اور پانچ کی لوحیں سیاہ قلم کی ہوں گی واللہ اگر تصور میں بھی گذرتا ہو کہ کتابیں اس رقم کی ہونگی جب تک جہان ہے تم جہاں میں رہو ائمہ اطہار علیہم السلام کی امان میں ہو میرا مقصود یہ تھا کہ ایک کتاب مثل اُن چار کے بن جائے نہ یہ کہ دو کتابوں کا سارنگ دکھلائے اب میں حیران ہوں کہ آیا شمار ائمہ نے اُن بارہ روپے میں برکت دی یا کچھ تمہارا روپیہ صرف ہوا دو پارسلوں کا محصول دور جسٹری کا معمول تین کتابوں کی لوحیں طلائی یہ ساری بات اُس روپے میں کس طرح بن آئی اور کیونکر معلوم کروں کس سے پوچھوں خدا کرے تم تکلف نہ کرو اور اس امر کے اظہار میں توقف نہ کرو حقانی آدمی کو بغیر حال معلوم ہوئے آرام نہیں آتا جہاں محبتیں دینی اور روحانی ہوں وہاں تکلف کا کام نہیں آتا زیادہ اس سے کہ شکر گزار ہوں اور شرمسار رہوں کیا لکھوں مصرعہ چارہ[۱۵] خاموشیست

چیزے را کہ از تحسین گذشت +

۹۷ مرزا حاتم علی مہر تخلص کے نام

بندہ پرور آپ کا خط کل پہونچا آج جواب لکھتا ہوں داد دینا کتنا شتاب لکھتا ہوں مطالب مندرجہ کے جواب کا بھی وقت آتا ہے پہلے تم سے یہ پوچھا جاتا ہے کہ برابر کئی خطوں میں تم کو غم واندوہ کا شکوہ گزار پایا ہے پس اگر کسی بے درد پر دل آیا ہے تو شکایت کی کیا گنجایش ہے بلکہ یہ غم تو

---

۱۵ جو چیز کہ حد تحسین سے باہر ہو اس کا علاج یہ ہے کہ اسکی تعریف میں خاموشی اختیار کرے ۱۲ –

نصیب دوستاں در خور افزایش ہے بقول غالب علیہ الرحمۃ بیت کسی کو دیکے
دل کوئی نواسنج فغاں کیوں ہو + نہ ہو جب دل ہی پہلو میں تو پھر منھ میں زباں کیوں ہو +
رہے ہے حسن مطلع یہ فتنہ آدمی کی خانہ ویرانی کو کیا کم ہے مصرعہ ہوا تو دوست جسکا
دشمن اُسکا آسماں کیوں ہو + افسوس ہے کہ اس غزل کے اور اشعار یاد نہ آئے ۱۲
اور اگر خدانخواستہ باشد غم دنیا ہے تو بھائی ہمارے ہمدرد ہو ہم اس بوجھ کو
مردانہ اُٹھا رہے ہیں تم بھی اُٹھاؤ اگر مرد ہو بقول غالب مرحوم شعر دلا یہ درد و الم بھی
تو مغتنم ہے کہ آخر + نہ گریۂ سحری ہے نہ آہ نیم شبی ہے + سحر ہوگی خیر ہوگی اس زمین
میں یعنی وہ شعر شعر تمہارے واسطے دل سے مکان کوئی نہیں بہتر + جو آنکھوں
میں تمہیں رکھوں تو ڈرتا ہوں نظر ہوگی کتنا خوب ہے اُردو کا کیا اچھا اسلوب
ہے قصیدے کا مشتاق ہوں خدا کرے جلد چھپا جائے تو ہمارے دیکھنے میں
بھی آئے کیا کہیے بھلا کہیے یہ زمین ایک بار یہاں طرح ہوئی تھی مگر بحر اور رہی تھی غالب
اشعار کہوں جو حال تو کہتے ہو مدعا کہیے + تمہیں کہو کہ جو تم یوں کہو تو کیا کہیے +
رہے نہ جان تو قاتل کو خوں بہا دیجیے + کٹے زباں تو خنجر کو مرحبا کہیے + سفینہ جبکہ
کنارے پر آ لگا غالب + خدا سے کیا ستم و جور ناخدا کہیے اور وہ جو فعلاتن فعلاتن
فعلاتن فعلن یہ بحر ہے اس میں ایک میرا قطعہ ہے کہ وہ میں نے کلکتہ میں کہا
تھا تقریب یہ کہ مولوی کرم حسین صاحب ایک میرے دوست تھے انھوں
نے ایک مجلس میں چکنی ڈلی بہت پاکیزہ اور بے ریشہ اپنے کف دست پر رکھ کر
مجھ سے کہا کہ اسکی کچھ تشبیہات نظم کیجیے میں نے وہاں بیٹھے بیٹھے نو دس شعر کا قطعہ کہہ کر
ان کو دیا اور صلہ میں وہ ڈلی اُن سے لی اب سوچ رہا ہوں جو شعر یاد آتے جاتے ہیں

لکھتا جاتا ہوں قطعہ ہے جو صاحب کے کف دست پہ یہ چکنی ڈلی + زیب دیتا ہے اسے جسقدر اچھا کہیے + خامہ انگشت بدنداں کہ اسے کیا لکھیے + ناطقہ سر بگریباں کہ اسے کیا کہیے + اختر سوختۂ قیس سے نسبت دیجے + خال مشکین رخ دل کش لیلے کہیے + حجر الاسود دیوار حرم کیجیے فرض + نافہ آہوے بیابان ختن کا کہیے + صومعہ میں اسے ٹھہرائیے گر مہر نماز + میکدے میں اسے خشت خم صہبا کہیے + مسی آلودہ سر انگشت حسیناں لکھیے + سر پستان پریزادسے ماناکہیے + غرض کہ ہیں بائیس پھبتیاں ہیں اشعار سب کب یاد آتے ہیں اخیر کی بیت یہ ہے بیت اپنے حضرت کے کف دست کو دل کیجیے فرض + اور اس چکنی سپاری کو سویدا کہیے + تو حضرت آپ کے خط کے جواب نے انجام پایا اب میرا دردِ دل سنو برخوردار منشی شیو نراین نے میرے دو خطوں کا جواب نہیں لکھا اور وہ خطوط جواب طلب تھے تم اُن کو میری دعا کہیو اور کہیو کہ میاں میرا کام بند ہے اُس مطلب خاص کا جواب جلد لکھو یعنے اگر وہ کتاب بن چکی ہے تو جلد بھیجو اور اگر اُسکے بھیجنے میں دیر ہی ہو تو یہ لکھ بھیجو کہ وہ سیاہ قلم کی لوح کی ہے یا طلائی ۱۲ -

مرزا حاتم علی مہر تخلص کے نام

خدا کا شکر بجالاتا ہوں کہ آپ کو اپنی طرف متوجہ پاتا ہوں مرزا تفتہ کا خط جو آپ نے نقل کرکر بھیجدیا ہے میں نے منشی شیو نراین کا بھیجا ہوا اصل خط دیکھ لیا ہے

---

۱ حجر اسود وہ سیاہ پتھر جو خانۂ کعبہ میں نصب ہے ۱۲ ۲ عبادت خانۂ نصاریٰ ۱۲ ۳ مہر نماز سجدہ گاہ ۱۲ ۴ مشابہ ۱۲

اگر تم مناسب جانو تو ایک بات میری مانو رقعات عالمگیری یا انشاء خلیفہ اپنے سامنے رکھ لیا کرو جو عبارت اُس سے پسند آیا کرے وہ خط میں لکھدیا کرو خط مفت میں تمام ہوجایا کرے گا اور تمہارے خط کے آنے کا نام ہوجایا کریگا اگر کبھی کوئی قصیدہ کہا اُسکا دیکھنا مشاہدۂ اخبار پر موقوف رہا مصرعہ برات عاشقاں بر شاخ آہو + واقعی جو اخبار آگرہ سے دلی آتے ہیں وہ میرے سامنے پڑھے جاتے ہیں صاحب ہوش میں آؤ اور مجھ کو بتاؤ کہ یہاں جو پارسیوں کی دکانوں میں فریخ اور شامپین کے درجن دھرے ہوئے ہیں یا ساہوکاروں کے اور جوہریوں کے گھر روپے اور جواہر سے بھرے ہوئے ہیں میں کہاں وہ شراب پینے جاؤں گا اور وہ مال کیونکر اُٹھاؤں گا بس اب زیادہ باتیں نہ بنایئے اور وہ قصیدہ مجھ کو بھجوایئے میں نے کتابیں جا بجا بسبیل پارسل ارسال کی ہیں اگرچہ پہونچنے کی خبر پائی ہے مگر نوید قبول ابھی کہیں سے نہیں آئی ہے شعر رات دن گردش میں ہیں سات آسماں + ہو رہے گا کچھ نہ کچھ گھبرائیں کیا + دیکھنا بھائی اس غزل کا مطلع کیا ہے غزل جو رسے باز آئیں پر باز آئیں کیا + کہتے ہیں ہم تجھ کو منھ دکھلائیں کیا + موج خوں سر سے گذر ہی کیوں نہ جائے + آستان یار سے اُٹھ جائیں کیا + لاگ ہو تو اُسکو ہم سمجھیں لگاؤ + جب نہ ہو کچھ بھی تو دھوکا کھائیں کیا + پوچھتے ہیں وہ کہ غالب کون ہے + کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا + غزل ناتمام غزل ہے بسکہ ہر اک اُن کے اشارے میں نشان اور + کرتے ہیں محبت تو گذرتا ہے گمان اور + تم شہر میں ہو تو ہمیں کیا غم جب اُٹھیں گے + لے آئیں گے بازار سے جاکر دل و جان اور + لوگوں کو ہے خورشید جہانتاب کا دھوکا + ہر روز دکھاتا ہوں میں اک

داغ نہاں اور + ابرو سے ہو گیا اس نگہ ناز کو پیوند + ہے تیر مقرر مگر اس کی ہو کمان اور + یارب وہ نہ سمجھے ہیں نہ سمجھیں گے مری بات + دے اور دل ان کو جو نہ دے مجھ کو زباں اور + ہرچند سبکدست ہوئے بت شکنی میں + ہم ہیں تو ابھی راہ میں ہیں سنگ گراں اور + پاتے نہیں جب راہ تو چڑھ جاتے ہیں نالے + رکتی ہے مری طبع تو ہوتی ہے رواں اور + مرتا ہوں اس آواز پہ ہرچند سر اڑ جائے + جلاد کو لیکن وہ کہے جائیں کہ ہاں اور + ہیں اور بھی دنیا میں سخنور بہت اچھے + کہتے ہیں کہ غالب کا ہے انداز بیاں اور + دوشنبہ کا دن ۲۰ دسمبر کی صبح کا وقت ہے انگیٹھی رکھی ہوئی ہے آگ تاپ رہا ہوں اور خط لکھ رہا ہوں یہ اشعار یاد آ گئے تم کو لکھ بھیجے والسلام۔

۹۰ مرزا حاتم علی مہر تخلص کے نام

بھائی صاحب تمہارا خط اور قصیدہ پہونچا اصل خط تمہارا لفافہ میں لپیٹ کر مرزا تفتہ کو بھیجدیا تاکہ حال اُن کو مفصل معلوم ہو جائے بعد اس رپورٹ کے تم کو تہنیت دیتا ہوں پروردگار بتصدق ائمہ اطہار یہ پیش آمد اقبال تم کو مبارک کرے اور منصبہائے خطیر اور مدارج عظیم کو پہونچا دے واقعی تم نے بڑی جرأت کی فی الحقیقت اپنی جان پر کھیلے تھے بات پیدا کی مگر اپنی مردی و مردانگی سے دولت کا ہاتھ آنا مع نیکنامی اس سے بہتر کوئی بات نہیں اب یقین ہے کہ خدمت منصفی ملے اور جلد ترقی کرو ایسا کہ سال آیندہ تک چشم بددور صدر الصدور ہو جاؤ واللہ اللہ ایک وہ زمانہ تھا کہ مغل نے تمہارا ذکر مجھ سے کیا تھا اور وہ اشعار جو تم نے اُسکے حسن کے وصف میں لکھے تھے تمہارے ہاتھ کے لکھے ہوئے مجھکو دکھلائے تھے

اب ایک یہ زمانہ ہے کہ طرفین سے نامہ و پیام آتے جاتے ہیں انشاءاللہ تعالے وہ دن بھی آجائیگا کہ ہم تم باہم بیٹھیں اور باتیں کریں قلم بیکار ہوجائے زبان برسر گفتار آئے ۔ ۱۲ انشاء اللہ خاں کا بھی قصیدہ میں نے دیکھا ہے تم نے بہت بڑھ کر لکھا ہے اور اچھا سماں باندھا ہے زبان پاکیزہ مضامین اچھوتے معانی نازک مطالب کا بیان دلنشین ہے زیادہ کیا لکھوں۔

۹۹ مرزا حاتم علی مہر تخلص کے نام

شعر[۱] خود شکوہ دلیل رفع آزار بس است + آید بزبان ہر آنچہ از دل برود + بندہ پرور فقیر شکوہ سے برا نہیں مانتا مگر شکوہ کے فن کو سوا میرے کوئی نہیں جانتا شکوہ کی خوبی یہ ہے کہ راہ راست سے منھ نہ موڑے اور معہذا دوسرے کے واسطے جواب کی گنجایش نہ چھوڑے کیا میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ مجھ کو آپ کا فرخ آباد جانا معلوم ہوگیا تھا اسواسطے آپ کو خط نہیں لکھا تھا کیا میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں نے اس عرصہ میں کئی خط بھجوائے اور وہ الٹے پھر آئے آپ شکوہ کاہے کو کرتے ہیں اپنا گناہ میرے ذمہ دھرتے ہیں نہ جاتے وقت لکھا کہ میں کہاں جاتا ہوں نہ وہاں جاکر لکھا کہ میں کہاں رہتا ہوں کل آپ کا مہربانی نامہ آیا آج میں نے اس کا جواب بھجوایا کہیے اپنے دعوے میں صادق ہوں یا نہیں پس دردمندوں کو زیادہ ستانا اچھا نہیں مرزا تفتہ سے آپ فقط ان کے خط نہ لکھنے کے سبب سرگراں ہیں میں یہ بھی نہیں جانتا کہ ان دنوں ہیں وہ کہاں ہیں

---

[۱] خود شکایت آزار کے رفع کرنیکا کافی دلیل ہے کیونکہ جو بات دل سے نکلتی ہے وہ زبان پر آتی ہے ۱۲۔

آج توکلت علی اللہ سکندر آباد خط بھیجتا ہوں دیکھوں کیا دیکھتا ہوں ۔

مرزا حاتم علی مہر تخلص کے نام

شعر شرط اسلام بود ورزش ایمان بالغیب + اے تو غائب زنظر مہر تو ایمان من ست + حلیۂ مبارک نظر افروز ہوا جانتے ہو کہ مرزا یوسف علیخاں عزیز نے جو کچھ تم سے کہا اُس کا منشا کیا ہے کبھی میں نے بزم احباب میں کہا ہوگا کہ مرزا حاتم علی کے دیکھنے کو جی چاہتا ہے سنتا ہوں کہ وہ طرحدار آدمی ہیں اور بھائی تمھاری طرحداری کا ذکر میں نے مغل جان سے سنا تھا جس زمانے میں کہ وہ نواب حامد علی خاں کی نوکر تھی اور ان میں مجھ میں بے تکلفانہ ربط تھا تو اکثر مغل سے پہروں اختلاط ہوا کرتے تھے اُس نے تمھارے شعر اپنی تعریف کے بھی مجھ کو دکھائے ہیں بہر حال تمھارا حلیہ دیکھ کر تمھارے کشیدہ قامت ہونے پر مجھ کو رشک نہ آیا کس واسطے کہ میرا قد بھی درازی میں انگشت نما ہے تمھارے گندمی رنگ پر رشک نہ آیا کس واسطے کہ جب میں جیتا تھا تو میرا رنگ چمپئی تھا اور دیدہ ور لوگ اس کی ستایش کیا کرتے تھے اب جو کبھی مجھ کو وہ اپنا رنگ یاد آتا ہے تو چھاتی پر سانپ سا پھر جاتا ہے ہاں مجھ کو رشک آیا اور میں نے خون جگر کھایا تو اس کلمہ پر کہ (ڈاڑھی خوب گھٹی ہوئی ہے) وہ مزے یاد آگئے کیا کہوں جی پر کیا گذری بقول شیخ علی حزیں شعر تا دسترسم بود زدم چاک گریباں + شرمندگی از خرقۂ پشمینہ ندارم + جب ڈاڑھی مونچھ میں سفید بال آگئے تیسرے دن چیونٹی کے انڈے گالوں پر نظر آنے لگے اس سے

سلہ جیب تنگ میرے بس کی بات تھی میں نے گریبان چاک کیا + اب مجھے کمبل کی گدڑی سے کہ اکو میں پھاڑ نہیں سکتا کوئی شرمندگی نہیں ہے ۱۲

بڑھ کر یہ ہوا کہ آگے کے دو دانت ٹوٹ گئے ناچار مسی بھی چھوڑ دی اور ڈاڑھی بھی مگر یہ یاد رکھیے کہ اس بھونڈے شہر میں ایک عام وردی ہے ملا حافظ بساطی نیچہ بند۔ دھوبی۔ سقہ۔ بھٹیارہ۔ جولاہہ۔ کنجڑا منھ پر ڈاڑھی سر پر بال فقیر نے جس دن ڈاڑھی رکھی اسی دن سر منڈایا لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم کیا بک رہا ہوں ۱۲ بندہ نے دستنبو جناب اشرف الامرا جارج فریڈرک اڈمنسٹن صاحب لفٹننٹ گورنر بہادر غرب و شمال کی نذر بھیجی تھی سو اُن کا فارسی خط محررہ دہم مارچ مشتمل بر تحسین و آفرین و اظہار خوشنودی بطریق ڈاک آگیا پھر میں نے تہنیت میں لفٹننٹ گورنری کے قصیدہ فارسی بھیجا اُس کی رسید میں نظم کی تعریف اور اپنی رضامندی پر متضمن خط فارسی بسبیل ڈاک مرقومہ چہاردہم آگیا پھر ایک قصیدہ فارسی مدح اور تہنیت میں جناب رابرٹ منٹگمری صاحب لفٹنٹ گورنر بہادر پنجاب کی خدمت میں بواسطہ صاحب کمشنر بہادر دہلی بھیجا تھا کل اُن کا مہری خط بذریعہ صاحب کمشنر بہادر دہلی آگیا پنشن کے باب میں ابھی کچھ حکم نہیں اسباب توقع کے فراہم ہوتے جاتے ہیں دیر آید درست آید اناج کھاتا ہی نہیں ہوں آدھ سیر گوشت دن کو اور پاؤ بھر شراب رات کو ملے جاتی ہے

شعر ہر ایک بات پہ کہتے ہو تم کہ تو کیا ہے + تمھیں کہو کہ یہ انداز گفتگو کیا ہے +

اگر ہم فقیر سچے ہیں اور اس غزل کے طالب کا ذوق پکا ہے تو یہ غزل اس خط سے پہلے پہونچ گئی ہوگی رہا سلام وہ اب پہونچا دیں گے

۱۱ مرزا حاتم علی مہر تخلص کے نام

جناب مرزا صاحب آپ کا غم افزا نامہ پہونچا میں نے پڑھا یوسف علیخاں عزیز کو پڑھوا دیا اُنھوں نے جو میرے سامنے اُس مرحومہ کا اور آپ کا معاملہ بیان کیا یعنی اُس کی اطاعت اور تمھاری اُس سے محبت سخت ملال ہوا اور رنج کمال ہوا سنو صاحب شعرا میں فردوسی اور فقرا میں حسن بصری اور عشاق میں مجنون یہ تین آدمی تین فن میں سر دفتر اور پیشوا ہیں شاعر کا کمال یہ ہے کہ فردوسی ہو جاوے فقیر کی انتہا یہ ہے کہ حسن بصری سے ٹکر کھاوے عاشق کی نمود یہ ہے کہ مجنوں کی ہم طرحی نصیب ہوے لیلیٰ اُس کے سامنے مری تھی تمھاری محبوبہ تمھارے سامنے مری بلکہ تم اُس سے بڑھ کر ہوے کہ لیلیٰ اپنے گھر میں اور تمھاری معشوقہ تمھارے گھر میں مری بھئی مغل بچے بھی غضب ہوتے ہیں جس پر مرتے ہیں اُسکو مار رکھتے ہیں میں بھی مغل بچہ ہوں عمر بھر میں ایک بڑی ستم پیشہ ڈومنی کو میں نے بھی مار رکھا ہے خدا اُن دونوں کو بخشے اور ہم تم دونوں کو بھی کہ زخم مرگ دوست کھائے ہوے ہیں مغفرت کرے چالیس بیالیس برس کا یہ واقعہ ہے باآنکہ یہ کوچہ چھٹ گیا اس فن میں بیگانہ محض ہو گیا لیکن اب بھی کبھی کبھی وہ ادائیں یاد آتی ہیں اُس کا مرنا زندگی بھر نہ بھولوں گا جانتا ہوں کہ تمھارے دل پر کیا گذرتی ہوگی صبر کرو اور اب ہنگامہ سازی عشق مجازی چھوڑو بیت سعدی اگر عاشقی کنی و جوانی + عشق محمد بس است و آل محمد۔ اللہ بس ماسوا ہے ہوس

---

۱ سعدی اگر تو جوان ہے اور عاشقی کرتا ہے + تو محمد اور آل محمد کا عشق کافی ہے ۱۲ –

۱۰۲ مرزا حاتم علی مہر تخلص کے نام

مرزا صاحب ہم کو یہ باتیں پسند نہیں پینسٹھ برس کی عمر ہے پچاس برس عالم رنگ و بو کی سیر کی ہے ابتدائے شباب میں ایک مرشد کامل نے یہ نصیحت کی ہے کہ ہم کو زہد و ورع منظور نہیں ہم مانع فسق و فجور نہیں پیو کھاؤ مزے اڑاؤ مگر یہ یاد رہے کہ مصری کی مکھی بنو شہد کی مکھی نہ بنو سو میرا اس نصیحت پر عمل رہا ہے کسی کے مرنے کا وہ غم کرے جو آپ نہ مرے کیسی اشک فشانی کہاں کی مرثیہ خوانی آزادی کا شکر بجالاؤ غم نہ کھاؤ اور اگر ایسے ہی اپنی گرفتاری سے خوش ہو تو چنا جان نہ سہی منا جان سہی میں جب بہشت کا تصور کرتا ہوں، اور سوچتا ہوں کہ اگر مغفرت ہو گئی اور ایک قصر ملا اور ایک حور ملی اقامت جاودانی ہے اور اسی ایک نیکبخت کے ساتھ زندگانی ہے اس تصور سے جی گھبراتا ہے اور کلیجہ منھ کو آتا ہے ہے ہے وہ حور اجیرن ہو جائے گی طبیعت کیوں نہ گھبرائیگی وہی زمردین کاخ اور وہی طوبیٰ کی ایک شاخ چشم بد دور وہی ایک حور بھائی ہوش میں آؤ کہیں اور دل لگاؤ بیت زن نو کن[1] اے دوست در ہر بہار + کہ تقویم پارینہ ناید بکار + مرزا مظہر کے اشعار کی تضمین کا مسدس دیکھ کر شکر سراپا پسند ذکر ہمہ جہت ناپسند اپنے نام کا خط مع اُن اشعار کے مرزا یوسف علی خاں عزیز کے حوالہ کیا ۱۲ اکرمی نواب محمد علی خاں صاحب کی خدمت میں سلام عرض کرتا ہوں پروردگار ان کو سلامت رکھے ۱۲ مولوی

---

[1] اے دوست ہر بہار میں نئی شادی کر کیونکہ پرانی جنتری کام میں نہیں آتی ہے ۱۲۔

عبدالوہاب صاحب کو میر اسلام دم دے کے مجھ سے فارسی عبارت میں خط لکھوا یا میں منتظر رہا کہ آپ لکھنؤ جائیں گے وہ عبارت جناب قبلہ وکعبہ کو دکھائیں گے اُن کے مزاج اقدس کی خیر و عافیت مجھ کو رقم فرمائیں گے میں کیا جانوں کہ حضرت میرے وطن میں جلوہ افروز ہیں مصرعہ یار[1] در خانہ وما گرد جہاں می گردیم + اب مجھے ان سے یہ استدعا ہے کہ دستخط خاص سے مجھ کو خط لکھیں اور لکھنؤ نہ جانے کا سبب اور جناب قبلہ وکعبہ کا حال جو کچھ حال معلوم ہوا اس خط میں درج کریں۔

۱۰۳۔ مرزا حاتم علی مہر تخلص کے نام

صاحب میرے عہدۂ وکالت مبارک ہو موکلوں سے کام لیا کیجیے پریوں کو تسخیر کیا کیجیے مثنوی پہونچی جھوٹ بولنا میر اشعار نہیں کیا خوب بول چال ہے انداز اچھا بیان اچھا روزمرہ صاف حبشیوں کا استغاثہ کیا کہوں کیا مزہ دے رہا ہے ٥ بیگم صاحب بھوڑے میں پھنسایا + چھٹا بیگم نے بے حرمت کرایا + اس مثنوی نے اگلی مثنویوں کو تقویم پارینہ بنا دیا ۱۲۔ بیان بخشایش ہم گنہگاروں تک کیوں پہونچے گا مگر ہاں اس راہ سے مصرعہ کہ مستحق[2] کرامت گناہگار انند + بخشش کا متوقع ہوں میں ابھی تک یہ بھی نہیں سمجھا کہ وہ نسخہ نظم ہے یا نثر ہے اور مضمون اس کا کیا ہے مرزا

---

[1] یار گھر میں موجود ہے اور ہم ساری دنیا میں مارے مارے ڈھونڈھتے پھرتے ہیں ۱۲

[2] بخشش کے حقدار گنہگار ہیں ۱۲۔

یوسف علی خاں آٹھ دس مہینے سے مع عیال و اطفال اسی شہر میں مقیم ہیں ایک ہندو امیر کے گھر پر مکتب کا سا طور کر لیا ہے میرے مسکن کے پاس ایک مکان کرایہ کو لے لیا ہے اُس میں رہتے ہیں اگر ان کو خط بھیجو تو میرے مکان کا پتہ لکھدینا اور یہ بھی آپ کو معلوم رہے کہ میرے خط کے سرنامہ پر محلہ کا نام لکھنا ضرور نہیں شہر کا نام اور میرا نام قصہ تمام ہاں یار عزیز کے خط پر میرے مکان کے قریب کا پتہ ضرور ہے دور دور سے شجاع مہر کو دیکھ رہے ہیں اکثر تمھارا ذکر خیر رہتا ہے وہ نواب ہر وقت نہیں تشریف رکھتے ہیں رات کو تو پہر چھ گھڑی کی نشست روز رہتی ہے ابھی یہیں سے اُٹھ کر مکتب کو گئے ہیں تم کو سلام کہتے ہیں اور شجاع مہر کے مداح اور بیان بخشایش کے مشتاق ہیں

۱۴۲ نواب نور الدولہ بہادر شفق کے نام

شعر ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بہ عشق + ثبت ست بر جریدۂ عالم دوام ما[1] + خداوند نعمت آج دوشنبہ ۶۔ رمضان کی اور ۱۵۔ فروری کی ہے اس وقت کہ بارہ پر تین بجے ہیں عطوفت نامہ پہونچا ادھر پڑھا اُدھر جواب لکھا ڈاک کا وقت نہ رہا خط کو معنون کر رکھتا ہوں کل سہ شنبہ ۱۶۔ فروری کو ڈاک میں بھجوا دوں گا سال گذشتہ مجھ پر بہت سخت گذرا ۱۲-۱۳ مہینے صاحب فراش رہا اُٹھنا دشوار تھا چلنا پھرنا کیسا نہ تپ نہ کھانسی نہ اسہال نہ فالج نہ لقوہ ان سب سے بدتر ایک صورت پر کدورت یعنی احتراق کا مرض

---

[1] جس کا دل عشق میں زندہ ہو گیا وہ مرتا نہیں۔ ہمارا ذکر دفتر عالم میں لکھا ہوا ہے ۱۲

مختصر یہ کہ سر سے پاؤں تک بارہ پھوڑے ہر پھوڑا ایک زخم اور ہر زخم ایک غار ہر روز بے مبالغہ ۱۲-۱۳ پھائے اور پاؤ بھر مرہم درکار تو دس مہینے بے خور و خواب رہا ہوں اور شب و روز بیتاب راتیں یوں گذری ہیں کہ اگر کبھی آنکھ لگ گئی دو گھڑی غافل رہا ہوں گا کہ ایک آدھ پھوڑے میں ٹیس اٹھی جاگ اٹھا تڑپا کیا پھر سو گیا پھر ہوشیار ہو گیا سال بھر میں تین حصے دن یوں گذرے پھر تخفیف ہونے لگی دو تین مہینے میں لوٹ پوٹ کر اچھا ہو گیا نئے سر سے روح قالب میں آئی اجل نے میری سخت جانی کی قسم کھائی اب اگرچہ تندرست ہوں لیکن ناتوان اور سست ہوں حواس کھو بیٹھا حافظہ کو رو بیٹھا اگر اٹھتا ہوں تو اتنی دیر میں اٹھتا ہوں کہ جتنی دیر میں ایک قد آدم دیوار اٹھے آپ کی پرسش کے کیوں نہ قربان جاؤں کہ جب تک میرا مرنا نہ سنا میری خبر نہ لی میری مرگ کے مخبر کی تقریر اور نہ میری یہ تحریر آدھی سچ اور آدھی جھوٹ ہے صورت مرگ نیم مردہ اور در حالت حیات نیم زندہ ہوں

شعر

در کشاکش ضعفم نگسلد رواں از تن

اینکہ من نمیرم ہم ز ناتوانیہاست

اگر ان سطور کی نقل میرے مخدوم مولوی غلام غوث خاں بہادر میر منشی لفٹنٹ گورنری غرب و شمال کے پاس بھیج دیجیے تو انکو خوش اور مجھ کو ممنون کیجیے گا۔

۱۰۵ خواجہ غلام غوث بیخبر کے نام

قبلہ کبھی آپ کو یہ بھی خیال آتا ہے کہ کوئی ہمارا دوست جو غالب کہلاتا ہے وہ کیا کھاتا پیتا ہے اور کیونکر جیتا ہے پنشن قدیم اکیس مہینے سے

بند اور ہیں سادہ دل فتوح جدید کا آرزومند اُس پنشن کا احاطۂ پنجاب کے حکام
پر مدار ہے سوان کا یہ شیوہ اور یہ شعار ہے کہ نہ روپے دیتے ہیں نہ جواب
نہ مہربانی کرتے ہیں نہ عتاب خیر اُس سے قطع نظر کی اب سنیے ادھر کی سنہ ۱۸۵۶ء
سے بموجب تحریر وزیر عطیۂ شاہی کا امیدوار ہوں تقاضا کرتے ہوئے شرماؤں
اگر گنہگار ہوں گنہگار ٹھہرتا تو گولی یا پھانسی سے مرتا اس بات پر کہ میں بےگناہ
ہوں مقید اور مقتول نہ ہونے سے آپ اپنا گواہ ہوں پیشگاہ گورنمنٹ کلکتہ
میں جب کوئی کاغذ بھیجا ہے بقلم چیف سکرتر بہادر اس کا جواب پایا ہے
ایکبار دو کتابیں بھیجیں ایک پیشکش گورنمنٹ اور ایک نذر شاہی ہے نہ
اُسکے قبول کی اطلاع نہ اُس کے ارسال سے آگاہی ہے جناب ولیم میور صاحب
بہادر نے بھی عنایت نہ فرمائی اُن کی بھی کوئی تحریر مجھ کو نہ آئی یہ سب ایک طرف
اب خبریں ہیں مختلف کہتے ہیں کہ چیف سکرٹر بہادر لفٹنٹ گورنر ہوے یہ کوئی
نہیں کہتا کہ ان کی جگہ کون سے صاحب عالیشان چیف سکرٹر ہوے مشہور
ہے کہ جناب ولیم میور صاحب بہادر صدر بورڈ میں تشریف لے گئے یہ کوئی نہیں
بتاتا کہ لفٹنٹ گورنری کی سکرٹری کا کام کسکو دے گئے آپ کا حال کوئی
نہیں کہتا کہ آپ کہاں ہیں ہاں از روے قیاس جانتا ہوں کہ آپ اُسی منصب
اور اسی دفتر میں شاد و شادماں ہیں جواب لفٹنٹی کے سکرتر ہوے ہوں گے
اُن سے علاقہ رہتا ہوگا میور صاحب بہادر سے کاہے کو ملنا ہوتا ہوگا
لفٹنٹ گورنری اور صدر بورڈ یہ دونوں محکمے الہ آباد آگئے یا آئیں گے
بہرحال آپ اب کیوں آگرہ کو جائیں گے نواب گورنر جنرل بہادر کی روانگی کی

بھی خبر میں اختلاف ہے کوئی کہتا ہے کہ ۲۰۔جنوری کو گئے کوئی کہتا ہے فروری میں کوچ فرمائیں گے ہیں تو اُدھر سے بھی ہاتھ دھو بیٹھا ہر طرح اپنی قسمت کو رو بیٹھا مگر یہ چاہتا ہوں کہ حقیقت واقعی پر کماحقہ اطلاع حاصل ہو تاکہ تسلی خاطر اور تسکین دل ہو اگر ان مطالب کا جواب نہ مجمل بلکہ مفصل نہ دیر بلکہ جلد مرحمت کیجیے گا تو گویا مجھ کو مول لے لیجیے گا زیادہ اس سے کیا لکھوں۔

۱۰۔ خواجہ غلام غوث بیخبر کے نام

پیر و مرشد یہ خط ہے یا کرامت ہے صاف صفائے ضمیر و کشف حجاب کی علامت ہے مدعا ضروری التحریر اور اندیشہ نشان مسکن دامنگیر اگر یہ خط کل نہ آجاتا تو آج کیونکر لکھا جاتا سبحان اللہ جس دن یہاں مجھ کو وہ مطلب خطیر[1] در پیش آیا ہے اسی دن آپ نے وہاں خط لکھنے کو قلم اُٹھایا ہے آپ کو عارف کامل کیونکر نہ کہوں اور کیا کہوں ولی اگر نہ کہوں مدعا بیان کرتا ہوں مگر یہ گمان کرتا ہوں کہ یہ خط پہونچنے نہ پائے گا کہ وہ راز سربستہ آپ پر کھل جائیگا یعنے یکشنبہ ۲۸۔ نومبر کو دو خط اور دو پارسل ایک میں دستنبو کا ایک مجلد اور ایک میں تین معًا ببیل ڈاک روانہ کرچکا ہوں خطوں کا چوتھے پانچویں دن اور پارسل کا چھٹویں ساتویں دن پہونچنا خیال کررہا ہوں پارسلوں کے عنوان پر خطوں کی معیت رقم کی ہے اور خطوں کے سرنامے پر پارسلوں کے ارسال کی اطلاع دی ہے تین کتاب والی پارسل اور ایک خط بہ جناب سکرٹر بہادر

---

[1] بزرگ رہبر عظیم ۱۲

اول کا نام نامی ہے اور ایک کتاب والی پارسل اور ایک خط پر جناب چیف سکرٹر بہادر دوم کا اسم سامی ہے آج پانچواں دن ہے خط اگر دونوں پہونچ گئے ہوں تو کیا عجب ہے بلکہ سچ تو یوں ہے کہ اگر نہ پہونچے ہوں تو بڑا غضب ہے اگلے عرائض کے نہ پہونچنے میں کچھ شک نہیں جواب امر آخری دفتر میں اُس کا پتا آج تک نہیں یارب کار پردازان ڈاک ڈاکو نہ بن جائیں اور میرے اِن دونوں خطوں اور پارسلوں کو باحتیاط پہونچائیں صرف عنایت کی گنجایش تو آپ جب پائیں گے کہ وہ خط اور پارسل پہونچ جائیں گے ابھی تو آپ سے مجھ کو اُن کے نہ پہونچنے کا سوال ہے کس واسطے کہ جب تک آپ اطلاع نہ دینگے ان کے نہ پہونچنے کی بھی خبر مجھ تک پہونچنی محال ہے بہر حال یہ نیاز نامہ جس دن پہونچے اُس کے دوسرے دن جواب لکھیے جیسا میں نے جلد لکھا ایسا ہی آپ بھی شتاب لکھیے آپ کے عنایت نامہ میں کوئی امر ایسا نہ تھا کہ جس کا جواب لکھا جائے یا اُس باب میں کچھ اور عرض کیا جائے لوہارو کی روانگی کا خط جب آئے گا لوہارو کو بھیجدیا جائے گا جناب منشی نواب جان صاحب اور جناب منشی اظہار حسین صاحب میں اور آپ میں اگر ربط بے تکلف ہو تو اُن دونوں صاحبوں کی خدمت میں میرا سلام نیاز پہونچانے میں نہ توقف ہو مصرع ؎ تم سلامت رہو قیامت تک ۱۲

۱۰۷۔ خواجہ غلام غوث بیخبر کے نام

قبلہ اس نامہ مختصر نے وہ کیا جو پارہ ابر کشت خشک سے کرے یعنی خط اور پارسل کا پہونچ جانا ایسا نہیں کہ اُسکی خبر پاکر بخت کی رسائی کا پاس گزار

نہ ہوں یہ تو حضرت کو لکھ چکا ہوں کہ دوسرا پارسل اور خط معاً اس پارسل اور اس خط کے ساتھ بھیجا گیا ہے او رہر گونہ توقع کا خیال اُسی پارسل پر ہے کس واسطے کہ اُس خط میں حاکم اعظم کے نام کی عرضی ملفوف ہے جانتا ہوں کہ محکمہ ایک ڈاک ایک دونوں پارسل اور دونوں لفافے ایک دن پہونچے ہوں گے مگر دل نہیں مانتا اور کہتا ہے کہ نہ مانوں گا جب تک کہ حضرت اُس سرشتہ سے معلوم کر کر نہ لکھیں گے اب آپ جانیے اور یہ دل سودا زدہ میں اسکی سپارش کرنے والا اور اُس کے مدعا کا گزارش کرنے والا کون ہاں اتنی بات ہے کہ آپ لکھ سکتے ہیں بلکہ یہ بھی آپ مجھ پر حالی کر سکتے ہیں کہ نذر ولایت کی ولایت کو روانہ ہوئی یا نہیں میری جگر کاوی کی قدر دانی ہوئی یا نہیں پیشگاہ حکام سے موافق دستور قدیم کے خط کا امیدوار ہوں یا نہیں اپنے حسن طبع کا شکر گزار ہوں یا نہیں اس خط کا جواب جتنا جلد عنایت کیجیے گا مجھ کو جلا لیجیے گا لوہارو کا خط ایک معتمد کے ہاتھ بھیجدیا گیا ۱۲

بنام خواجہ غلام غوث بیخبر کے نام

قبلۂ حاجات عطوفت نامہ کے آنے سے آپ کا بھی شکر گزار ہوا اور اپنے بخت اور قسمت کو بھی آفرین کہی اور ڈاک کے کارپردازوں کا بھی احسان مانا بارے دونوں پارسل اور دونوں لفافے پہونچ گئے **شعر** تانہال دوستی کے برد ہد حالیا رفتیم و تخمے کاشتیم + یہ کتاب جو مرسل الیہ کے مطالعہ میں ہے پھر بہ نسبت

---

۱ دیکھیے دوستی کے درخت پر کب پھل آتا ہے ہم نے ابھی بھی جا کر بیج بو یا ہے ۱۲

اُس دوسری کتاب کے قسمت کی اچھی ہے یعنی خود ملاحظہ فرمارہے ہیں اور اگر کہیں کچھ پوچھنا ہوگا تو یقین ہے کہ آپ سے پوچھیں گے دوسری کتاب دیکھیے مجھ کو کیا دکھائے جن کو اُس کے دیکھنے کا حکم ہوا ہے وہ اہل علم و فضل میں سے ہیں لیکن یہ طرز تحریر یہ میں نہیں کہتا کہ یہ نادر ہے مگر بیگانہ و ناآشنا ہے خدا کرے وہ جو اُس کے سر پہ مامور ہیں ان اوراق کو بمشورت آپ کے دیکھا کریں اور کہیں کہیں آپ سے پوچھ لیا کریں کیونکر لکھوں نہیں لکھ سکتا تم سب کچھ جانتے ہو جہاں گنجائش پاؤ گے جیسا مناسب جانو گے جو کچھ کرسکو گے وہ کرو گے بوہارد کو خط بکمال احتیاط روانہ ہو گیا خاطر اقدس جمع رہے

جواب طلب زیادہ حد ادب

۱۹ خواجہ غلام غوث بیخبر کے نام

جناب عالی آج دوشنبہ ۳- جنوری ۱۸۵۹ء کی ہے پہر دن چڑھا ہوگا ابر گھر رہا ہے ترشح ہو رہا ہے ہوا سرد چل رہی ہے پینے کو کچھ میسر نہیں ناچار روٹی کھائی ہے بیت افتادہ کنار از ابر بہمن مہی + سفالینہ جام من از مے تہی۔ غمزدہ دردمند بیٹھا تھا کہ ڈاک کا ہرکارہ تمہارا خط لایا سرنامہ کو دیکھکر اس راہ سے کہ دستخط خاص کا لکھا ہوا ہے بہت خوش ہوا خط کو پڑھ کر اس رو سے کہ حصول مدعا کے ذکر سے حاوی نہ تھا افسردگی حاصل ہوئی شعر

لہ کنارے آسمان کے ماہ بہمن کی گھٹا سے بھرے ہیں اور میرا مٹی کا پیالہ شراب سے خالی ہے ۱۲-

ما ھٰٓانہ رسیدگان ظلیم + پیغام خوش از دیارِ ما نیست + اسی افسردگی میں جی چاہا کہ حضرت سے باتیں کروں با آنکہ خط جواب طلب نہ تھا جواب لکھنے لگا پہلے تو یہ سنیئے کہ آپ کے دوست کو آپ کا خط پہونچ گیا مگر وہ دو بار مجھ کو لکھ چکا ہے کہ میں جواب اُس کا نشان مرقومۂ لفافہ کے مطابق ڈاک میں بھیج چکا ہوں جواب الجواب کا منتظر ہوں ۱۲ آپ جانتے ہیں کہ کمال یاس مقتضیِ استغنا ہے بس اب اُس سے زیادہ یاس کیا ہوگی کہ بامید مرگ جیتا ہوں اس راہ سے کچھ مستغنی ہوتا چلا ہوں دو ڈھائی برس کی زندگی اور ہے ہر طرح گذر جائیگی جانتا ہوں کہ تم کو ہنسی آئے گی کہ یہ کیا بکتا ہے مرنے کا زمانہ کون بتا سکتا ہے چاہے الہام سمجھیے چاہے اوہام سمجھیے بیس تیس برس سے یہ قطعہ لکھا رکھا ہے قطعہ[۲] من کہ باشم کہ جاوداں باشم + چوں نظیری نماند و طالب مرد + در بگویند درکدامیں سال + مردِ غالب بگو کہ غالب مرد + اب بارہ سو چھپتر ہیں اور غالب مرد کے بارہ سو ستتر[۱۲۷۷] ہیں اس عرصہ میں جو کچھ مسرت پہنچنی ہو پہونچ لے ورنہ پھر ہم کہاں ۱۲

خواجہ غلام غوث بیخبر کے نام[۱۱]

قبلۂ حاجات قطعہ میں جو حضرت نے الہام درج کیا ہے وہ تو ایک

---

[۱] ہم وہ لوگ ہیں کہ جو ظلم کے گھر سے بھاگے ہیں ہمارے دیار سے کوئی خوشی کا پیغام نہیں آسکتا ۱۲

[۲] میں کون ہوں جو ہمیشہ زندہ رہوں گا جبکہ نظیری بھی نہیں رہا اور طالب ایسا شاعر بھی مرگیا۔ اور اگر پوچھیں کہ غالب کس سال میں مرا تو اس سے کہدینا کہ "غالب مرد" یہی مادہ تاریخ ہے ۱۲۔

لطیفہ نسبیل دعا ہے مگر ہاں یہ کشف یقینی ہے اور مخدوم کی روشندلی اور دوربینی ہے کہ جو سوالات میں نے ۳۰- جنوری کو کیے ان کے جواب تم نے ۲۷-۲- کو لکھ کر بھیجدیے کیونکر نہ کہوں کہ روشن ضمیر ہو اگرچہ جوان ہو مگر میرے پیر ہو خلاصہ تقریر یہ کہ تیسویں کو آخر روز میں نے خط ڈاک میں بھجوایا اور اکتیسویں کو ڈاک کا ہرکارہ پہر دن چڑھے تمہارا خط لایا سوالات میں ایک سوال کا جواب باقی رہا ہے یعنی جناب ادمنسٹن صاحب بہادر کی جگہ چیف سکرٹر گورنمنٹ کلکتہ کون ہوا یہ دل میں پیچ وتاب باقی رہا کتاب کے باب میں جو کچھ لکھا ہے واقعی کہ یہ درست اور بجا ہے جو کچھ واقع ہوا اس کو مفید مطلب فرض کروں لیکن اگر اجازت پاؤں تو اسی باب میں یہ عرض کروں کہ پیشگاہ گورنمنٹ میں بتوسط چیف سکرتر بہادر سابق اور لفٹنٹ گورنر بہادر حال دو مجلد پیش کی ہیں ایک نذر گورنمنٹ اور دوسری کے واسطے یہ سوال کہ میری عزت بڑھائی جاوے اور یہ مجلد حضور حضرت شاہنشاہی میں بھجوائی جاوے اچھا نذر گورنمنٹ میں تو مولوی اظہار حسین صاحب کا وہ اظہار ہے نذر سلطانی کے ارسال وعدم ارسال میں کیا دارومدار ہے دو نسخے جو ان دونوں صاحبوں کے پیشکش مقرر ہوے ان میں سے ایک صدر بورڈ کے حاکم اور لفٹنٹ گورنر ہوے رد و قبول و نفرین و آفریں کچھ بھی نہیں قیاس جو چاہوں سو کروں یقین کچھ بھی نہیں ۱۷- دسمبر ۱۸۵۶ء کا لکھا ہوا حکم وزیر اعظم کا ولایت کی ڈاک میں مجھ کو آیا ہے کہ اس قصیدہ کے صلہ و جائزہ کے واسطے کہ جو بتوسط لارڈ الن برا سائل نے بھجوایا ہے خطاب و خلعت و پنشن کی تجویز ضرور رہے جو حکم صادر ہوگا سائل کو بتوسط گورنمنٹ

اس کی اطلاع دینی ضرور ہے یہ حکم مورخہ ۱۷- دسمبر ۱۸۵۶ء آخر جنوری ۱۸۵۷ء میں میں نے پایا فروری مارچ اپریل مئی خوشی اور توقع میں گذری مئی ۱۸۵۷ء میں فلک نے یہ فتنہ اٹھایا اب اس کتاب اور دوسرے قصیدے کی جابجا نذر کرنے کا یہ سبب ہے کہ سائل محکمۂ ولایت کو یاد دہی کرتا اور گورنمنٹ سے تحسین طلب ہے جب یہاں سے تو یہ تحسین نہیں تو ولایت کو نذر کے ارسال کا بھی یقین نہیں تحسین وآفرین سے گزرا نذر کے ولایت جانے کا یقین کیونکر حاصل ہو جہاں یہ تفرقہ اور بے التفاتی اور یہ دشواری اور یہ مشکل ہو جی میں آتا ہے کہ نواب گورنر جنرل بہادر اور نواب لفٹننٹ گورنر بہادر اور حاکم صدر بورڈ کو ایک ایک عریضہ جدا لکھوں پھر یہ سوچتا ہوں کہ انگریزی لکھواؤں فارسی لکھوں اور دونوں صورت میں کیا لکھوں کل کا بھیجا ہوا خط اور یہ آج کا خط یقین ہے یہ دونوں معاً ایک وقت میں پہونچیں وہ تو جواب طلب نہیں اس کا جواب لکھیے اور بہت شتاب لکھیے۔ ۱۱۲

۱۱۱ خواجہ غلام غوث بیخبر کے نام

جناب عالی ایک شعر استاد کا مدت سے تحویل حافظہ چلا آتا ہے شعر ظالم تو میری سادہ دلی پر تو رحم کر + روٹھا تھا تجھ سے آپ ہی اور آپ من گیا + میں نے از راہ تصرف اس شعر کی صورت بدل ڈالی شعر ان دلفریبیوں سے نہ کیوں اس پہ پیار آئے + روٹھا جو بیگناہ تو بے عذر من گیا + تم اخوان الصفا میں سے ہو تمہاری آزردگی اور دل کی مہربانی سے خوشتر ہے ہاں حضرت کہیے ممتاز علیخاں

کی سعی بھی مشکور ہوگی وہ مجموعہ اُردو چھپا یا چھپا ہی رہے گا احباب اس کے طالب ہیں بلکہ بعض نے طلب کو بسر حد تقاضا پہونچا دیا ہے میرا حال سُنیے لارڈ کیننگ صاحب نے بعد فتح دہلی میرا قصیدہ مجھ کو واپس بھیجدیا صاحب سکرٹر نے مجھ سے کہدیا کہ تم ایام غدر میں بادشاہ باغی کے مصاحب رہے اب گورنمنٹ کو تم سے راہ و رسم آمیزش منظور نہیں ناچار چپ ہو رہا بے حیلہ ہوں لارڈ الجن صاحب بہادر کے وقت میں پھر موافق معمول قصیدہ شملہ کے مقامات پر بھیجدیا خلاف تصور حسب دستور قدیم چیف سکرٹر بہادر کا خط آگیا وہی افشانی کا غذ وہی القاب وہی تحسین کلام وہی اظہار خوشنودی اب جو یہ امیر کبیر ایسرائے قلمرو ہند ہوئے ہیں خدمت دیرینہ بجا لایا ۱۳ - فروری ۱۸۶۴ء حال کو قصیدہ مع عرضداشت ارسال کیا آج تک کہ ۷ - مارچ کی ہے جواب نہیں پایا باوجود سوابق معرفت رسم قدیم کا عمل میں نہ آنا خاطر آشوب کیوں نہ ہو مصرعہ

بیدل نیم ہنوز بہ بینیم چہ می شود ــــ

۱۱۲ خواجہ غلام غوث بیخبر کے نام

پیر و مرشد کوئی صاحب ڈپٹی کلکٹر ہیں کلکتہ میں مولوی عبد الغفور خاں ان کا نام اور نساخ ان کا تخلص ہے میری ان کی ملاقات نہیں اُنھوں نے اپنا دیوان چھاپے کا موسوم بہ دفتر بے مثال مجھ کو بھیجا اُس کی رسید میں یہ خط میں نے ان کو لکھا چونکہ یہ خط مجموعہ نثر اُردو کے لائق ہے آپ کے پاس ارسال کرتا ہوں

لے میں ابھی بیدل نہیں ہوں دیکھوں کیا ہوتا ہے ۱۲ -

اور ہاں حضرت وہ مجموعہ چھپے گا بالفتح یا چھپے گا بالضم چھپ چکا ہو تو حق تصنیف کی جتنی جلدیں منشی ممتاز علی خاں صاحب کی ہمت اقتضا کرے فقیر کو بھیجیے۔ والسلام ۱۲

۱۱۲ مولوی عبد الغفور خاں نساخ کے نام

جناب مولوی صاحب قبلہ یہ درویش گوشہ نشین جو موسوم باسد اللہ اور متخلص غالب ہے مکرمت حال کا شاکر اور آئندہ افزایش عنایت کا طالب ہے دفتر بے مثال کو عطیۂ کبریٰ اور موہبت عظمیٰ سمجھ کر یاد آوری کا احسان مانا پہلے اس قدر افزائی کا شکر کرتا ہوں کہ حضرت نے اس ہیچمیرز ہیچداں کو قابل خطاب و لائق عطائے کتاب جانا میں دروغ گو نہیں خوشامد میری خو نہیں دیوان فیض عنوان اسم بامسمےٰ ہے دفتر بے مثال اس کا نام بجا ہے الفاظ متین معانی بلند مضمون عمدہ بندش دلپسند ہم فقیر لوگ اعلان کلمۃ الحق میں بیباک و گستاخ ہیں شیخ امام بخش طرز جدید کے موجد اور پرانی ناہموار روشوں کے ناسخ تھے آپ اُن سے بڑھ کر بصیغۂ مبالغہ بے مبالغہ نساخ ہیں تم دانائے رموز اردو زبان ہو سرمایۂ نازش قلمرو ہندستان ہو خاکسار نے ابتدائے سن تمیز میں اُردو زبان میں سخن سرائی کی ہے پھر اوسط عمر میں بادشاہ دہلی کا نوکر ہو کر چند روز اُسی روش پر خامہ فرسائی کی ہے نظم و نثر فارسی کا عاشق اور مائل ہوں ہندوستان میں رہتا ہوں مگر تیغ اصفہانی کا گھائل ہوں جہانتک زور چل سکا فارسی زبان میں بہت کچھ بکا اب نہ فارسی کی فکر نہ اُردو کا ذکر نہ دنیا میں توقع نہ عقبےٰ کی امید ہیں ہوں اور اندوہ ناکامی جاوید جیسا کہ خود ایک قصیدہ نعت کی تشبیب میں کہتا ہوں **شعر** چشم کشودہ اند بکردار ہائے من +

۱۱۲ [illegible]

ز آئندہ نا امیدم و از رفتہ شرمسار + ایک کم ستر برس دنیا میں رہا اب اور کہاں تک رہوں گا ایک اُردو کا دیوان ہزار بارہ سو بیت کا ایک فارسی کا دیوان دس ہزار کئی سو بیت کا تین رسالہ نثر کے یہ پانچ نسخے مرتب ہو گئے اب اور کیا کہوں گا مدح کا صلہ نہ ملا غزل کی داد نہ پائی ہرزہ گوئی میں ساری عمر گنوائی بقول طالب آملی علیہ الرحمۃ شعر لب از گفتن چناں بستم کہ گوئی + دہن بر چہرہ زخمی بود بہ شد + سچ تو یوں ہے کہ قوت ناطقہ پر وہ تصرف اور قلم میں وہ زور نہ رہا طبیعت میں وہ مزہ سر میں وہ شور نہ رہا پچاس پچپن برس کی مشق کا ملکہ کچھ باقی رہ گیا ہے اس سبب سے فن کلام میں گفتگو کر لیتا ہوں جو اس کا بھی بقیہ اس قدر ہے کہ معرض گفتار میں مطابق سوال جواب دیتا ہوں روز و شب یہ فکر رہتی ہے کہ دیکھیے وہاں کیا پیش آتا ہے اور یہ بال بال گنہگار بندہ کیونکر بخشا جاتا ہے حضرت سے یہ التماس ہے کہ آپ جو ابتداؔ کے بادیؔ اور مجھ کو ارسال نامہ کی سبیل کے ہادی ہوئے ہیں جب تک میں جیتا رہوں نامۂ و پیام سے شاد اور بعد میرے مرنے کے دعائے مغفرت سے یاد فرماتے رہیے گا والسلام بالوفؔ الاحترام ۔

ظہیر الدین کی طرف سے ان کے چچا کے نام

جناب فیض مآب چچا صاحب قبلہ و کعبہ دو جہاں کے حضور میں کورنش و

---

۵۱ اب میں عمر گذشتہ سے شرمندہ اور آئندہ سے نا امید ہوں ۱۲ ۵۲ ابدا۔ ہدیہ بھیجنا ۱۲ ۵۳ بادی۔ شروع کرنے والا ۱۲ ۵۴ سلام ہزاروں عزت کے ساتھ ۱۲ ۔

تسلیم بہو نچاتا ہوں اور سو ہزار زبان سے اس توپ کے مرحمت فرمانے کا شکر بجا لاتا ہوں سبحان اللہ کیا توپ ہے جس کی آواز سے رعد[1] کا دم بند اور رنجک کے رشک سے بجلی کو رنج گولہ اُس کا خدا کا قہر دھواں اُس کا دریائے آتش کی لہر استغفر اللہ کیا باتیں کرتا ہوں جھوٹ سے دفتر بھرتا ہوں کیسی رنجک[2] کیسا دھواں کیسا گولہ کیسا چھرہ کیسا اگر آپ[3] یہ وہ توپ ہے کہ بغیر ان عوارض کے صرف اُس کی آواز سے رستم کا زہرہ[4] آب ہو جائے بارود ہو تو رنجک اُڑے آگ دکھائیں تو دھواں ہو گولہ چھرہ کچھ اس میں بھریں تو ظاہر میں کہیں نشان ہو صرف آواز پر مدار ہے نئی ترکیب اور نیا کاروبار ہے ایک آواز اور اُس میں یہ اعجاز کہ دوست کو فتح کے شکست کی صدا سنائے دشمن سنے تو ہیبت سے اُس کا کلیجا پھٹ جائے آواز کا صدمہ اگرچہ صدائے صور سے دونا ہے مگر یہیں یہی کہتے بن آتی ہے کہ صور کا نمونہ ہے کیا خدا کی قدرت ہے دیکھو تو یہ کیسی ندرت ہے توپ کا گولہ توپ ہی میں رہجائے اور جو قلعہ اوپر آئے وہ ڈھے جائے دانا آدمی زنجیری گولہ اُس کو کہتا ہے کہ توپ میں سے نکل کر پھر دہیں اُلجھ رہتا ہے اچھے میرے چچا جان یہ توپ کس نے بنائی ہے اور تمھارے ہاتھ کہاں سے آئی ہے جو دیکھتا ہے وہ حیران ہوتا ہے اب شہر میں ہر جگہ اسی کا بیان ہوتا ہے حق تعالیٰ شانہ آپ کو ہمارے

---

[1] گرج کی آواز۔ ایک فرشتہ جو ابر پر موکل ہے اور آواز کرتا ہے ۱۲ [2] بندوق یا توپ کے پیالے میں آگ دینے کے واسطے جو بارود رکھی جاتی ہے ۱۲ [3] وہ توپ کا گولہ جس میں بہت سی گولیاں رال بھرا وغیرہ بھرا ہوتا ہے ۱۲ [4] زہرہ پتہ ۱۲ ا سی

سر پر سلامت رکھے اور ہمیشہ بدولت واقبال و عزّ و کرامت رکھے۔

۱۱۵ خواجہ غلام غوث بیخبر کے نام

بندہ پرور اگر ایک بندۂ قدیم کہ عمر بھر فرمان پذیر رہا ہو بڑھاپے میں ایک حکم بجا نہ لاوے تو مجرم نہیں ہو جاتا مجموعۂ نثر اُردو کا انطباع اگر میرے لکھے ہوئے دیباچہ پر موقوف ہے تو اُس مجموعہ کا چھپ جانا بالفتح میں نہیں چاہتا بلکہ چھپ جانا بالضم چاہتا ہوں سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں بیت رسم ست[1] کہ مالکان تحریر + آزاد کنند بندۂ پیر + آپ بھی اسی گروہ یعنی مالکان تحریر میں سے ہیں پھر اس شعر پر عمل کیوں نہیں کرتے حضرت وہ شعر بیگانی زبان کا لو سنہ ۱۸۲۹ء میں ضیافت طبع احباب کے واسطے کلکتہ سے ارمغاں لایا ہوں صحیح یوں ہے سو تم کہے تھے رات میں آئیں گے سو آئے نہیں + قبلہ بندہ رات بھر اس غم سے کچھ کھائے نہیں + والسلام[2]

بالوف الاحترام - ۱۲

۱۱۶ خواجہ غلام غوث بیخبر کے نام

قبلہ میرا ایک شعر ہے شعر خود بیش[1] خود کفیل گرفتاری من ست + ہر دم بہ پرسش دل

---

[1] قاعدہ کو گرانا کاتبین بڈھے آدمی کے عمل نہیں لکھتے اور اسکو آزاد کر دیتے ہیں ۱۲ [2] اور سلام ہزاروں تعظیم کے ساتھ ۱۲ [3] اپنے سامنے آپ میری گرفتاری کا کفیل ہے۔ ہر وقت پابوس دل کی پرسش کے لیے جاتا ہے ۱۲ -

مایوس میرسد + یہ معاملہ میرا اور آپ کا ہے خارج سے مسموع ہوا کہ میں نے جو اغلاط
برہان قاطع کے نکال کر ایک نسخہ موسوم بہ قاطع برہان لکھا ہے اور ایک مجلد اُسکا
آپ کو بھی بھیجدیا ہے آپ اُس کی تردید میں کوئی رسالہ لکھ رہے ہیں اگرچہ باور
نہیں آیا لیکن عجب آیا ایک مولوی نجف علی صاحب ہیں باوجود فضیلت
علم عربی فارسی دانی میں اُن کا نظیر نہیں وہ جو ایک شخص مجہول الحال نے
اہل دہلی میں سے میرے کلام کی تردید میں کتاب تصنیف کی ہے مسمّیٰ بہ محرق
قاطع برہان انھوں نے اُس کی توہین اور مسودے کی تفضیح میں دو جزو کا ایک
نسخہ مختصر لکھا ہے اور ایک طالب علم مسمّیٰ بہ عبدالکریم نے سعادت علی مؤلف
محرق قاطع سے سوالات کیے ہیں اور ایک محضر اُس نے بفتوائے علمائے شہر
مرتب کیا ہے ایک میرے دوست نے بصرف زر اُس کو چھپوایا ہے ایک
نسخہ اُسکا آج اسی خط کے ساتھ بسبیل پارسل ارسال کیا ہے اس شہر میں ایک
میلہ ہوتا ہے پھول والوں کا میلہ کہلاتا ہے بھادوں کے مہینے میں ہوا کرتا ہے
امرائے شہر سے لے کر اہل حرفہ تک قطب صاحب جاتے ہیں دو تین ہفتہ تک
وہیں رہتے ہیں مسلمین و ہنود دونوں فرقے شہر کی دکانیں بند پڑی رہتی ہیں بھائی
ضیاء الدین خاں اور شہاب الدین خاں اور میرے دونوں لڑکے سب قطب گئے
ہوئے ہیں اب دیوان خانے میں ایک میں ہوں اور ایک داروغہ اور ایک بیمار
خدمتگار بھائی صاحب جب وہاں سے آئیں گے تو مقرر آپ کو خط لکھیں گے
بڑے پہاڑ سے اُترے چھوٹے پہاڑ پر چڑھ گئے عدم تحریر کی وجہ یہ ہے -

خواجہ غلام غوث بیخبر کے نام

میں سادہ دل آزردگی یار سے خوش ہوں یعنی سبق شوق مکرر نہ ہوا تھا + پیر و مرشد خفا نہیں ہوا کرتے یوں سنا مجھے باور نہ آیا یہانتک تو میں مورد عتاب نہیں ہو سکتا جھگڑا استعجاب یہ ہے محل استعجاب وہ ہے کہ آپ کا دوست کہتا ہے کہ میر منشی نواب لفٹنٹ گورنر بہادر میرے شاگرد ہیں اور وہ قاطع برہان کا جواب لکھ رہے ہیں اولیا کا یہ حال ہے وائے بر حال ہم اشقیا کے یہ حکایت ہے شکایت نہیں ہے میں دنیا داری کے لباس میں فقیری کر رہا ہوں لیکن فقیر آزاد نہ شیاد[1] عیار ستر برس کی عمر ہے بے مبالغہ کہتا ہوں ستر ہزار آدمی نظر سے گذرے ہوں گے زمرہ خواص میں سے عوام کا شمار نہیں دو مخلص صادق الولاء دیکھے ایک مولوی سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ دوسرا منشی غلام غوث سلمہ اللہ العلی العظیم لیکن وہ مرحوم حسن صورت نہیں رکھتا تھا اور غلو میں اخلاص اسکا خاص میرے ساتھ تھا اللہ اللہ دوسرا دوست خیر خواہ خلق حسن و جمال چشم بد دور کمال مہر و وفا صدق و صفا نور علی نور میں آدمی نہیں ہوں آدم شناس ہوں شعر[2] نگہم نقب ہمیزد بہ نہانخانہ دل + مژدہ باد اہل ریا را کہ زمیدان رفتم + غایت مہر و محبت جسکے ملکے کا تم کو مالک سمجھتا ہوں وہ بہ نسبت اپنے اس قدر یقین کرتا ہوں کہ پہلے آدمیوں کو لیئے بعد اپنا ماتم دار سمجھا ہوا تھا ایک تم میں رو لیا اب

---

۱ شیاد - مکار - فریبی ۱۲ ۲ میری نگاہ نہانخانہ دل میں نقب لگاتی (یعنی حال معلوم کرتی تھی) اہل ریا کو مژدہ ہو کہ میں میدان سے گیا ۱۲

اللہ آمین کا ایک دوست رہ گیا دعائیں مانگتا ہوں کہ خدا یا اُسکا داغ نہ مجھے دکھائیو اُسکے سامنے مروں میاں تمھارا عاشق صادق ہوں بھائی ابھی قطب سے نہیں آئے دافع ہذیان[۱] کی دو مجلد اور بھیجدوں گا —

۱۱۸ مرزا غلام غوث بیخبر کے نام

قبلہ میں نہیں جانتا کہ ان روزوں میں بقول ہندی اختر شناسوں کے کون سی کوئی گرہ آئی ہوئی ہے کہ ہر طرف سے رنج و زحمت کا ہجوم ہے مولوی صاحب نے سے میری ایک ملاقات ہوئی تھی جب وہ دلی آئے تھے اور سیر خیراتی کے گھر میں اُترے تھے شرفا میں تعارف بناے محبت اور مودت ہے چہ جائے آنکہ معانقہ[۲] اور مکالمہ[۳] اور مشاعرہ واقع ہوا ہو روز ملاقات سے اُس دن تک کہ حضرت دکن کو روانہ ہوں کوئی امر ایسا باعث ناخوشی کا ہو درمیان[۴] نہیں آیا اور میرے اس قول کے اس راہ سے کہ مولوی صاحب آپ کے ہمنشین و ہمدم تھے اور مجھ میں آپ میں پیوند ولا ے روحانی متحقق ہے آپ بھی گواہ ہو سکتے ہیں اگر خدا نخواستہ مجھ میں ان میں رنج پیدا ہوتا تو آپ بہت جلد اصلاح بین[۵] الذآمین کی طرف متوجہ ہوتے اب سنیے حال منشی حبیب اللہ کا میں نے اُن کو دیکھا ہو تو آنکھیں پھوٹیں تین چار برس ہوے کہ ناگاہ ایک خط حیدر آباد سے آیا اُس میں دو غزلیں خط کا مضمون یہ کہ میں مختار الملک

---

[۱] ایک کتاب جو برہان قاطع کے جھگڑے میں مرزا صاحب کی موافقت میں لکھی گئی تھی ۱۲ —

[۲] معانقہ - گلے ملنا ۱۲ [۳] مکالمہ - باہم کلام کرنا ۱۲ [۴][۵] دونوں آدمیوں کے درمیان ۱۲ —

کے دفتر میں نوکر ہوں آپ کا تلمذ اختیار کرتا ہوں ان دونوں غزلوں کو اصلاح دیجیے اس امر کے وہ بادی نہیں بریلی اور لکھنؤ اور کلکتہ اور بمبئی اور سورت سے اکثر حضرات نظم و نثر فارسی و ہندی بھیجتے رہتے ہیں میں خدمت بجالاتا ہوں اور وہ صاحب میری محک واصلاح کو مانتے ہیں کلام کا حسن و قبح میری نظر میں رہتا ہے اور ہر ایک کا پایہ اور دستگاہ فن شعر میں معلوم ہو جاتا ہے عادات و عندیاؔ عدم ملاقات ظاہری کے سبب میں کیا جانوں آدم پر سر بد عا منشی حبیب اللہ ذکا کے اشعار آتے رہے اور میں اصلاح دیکر بھیجتا رہا بعد وارد ہونے مولوی صاحب کے ایک غزل اُن کی آئی اور انھوں نے یہ لکھا کہ مولوی غلام امام شہید اکبر آبادی کی غزل پر یہ غزل لکھ کر بھیجتا ہوں میں نے حسب معمول غزل کو اصلاح دے کر بھیجا اور یہ لکھا کہ مولانا شہید اکبر آباد کے نہیں لکھنؤ اور الٰہ آباد کے ہیں اس کلمہ سے زیادہ کوئی بات میں نے نہیں لکھی اسمیں سے توہین کے معنی مستنبط^ہوں تو میں انکا ستھن^شہی اب میں نہیں جانتا کہ منشی صاحب نے مولوی صاحب سے کیا کہا اور مولوی صاحب نے آپ کو کیا لکھا ۔

۱۱۹ خواجہ غلام غوث بیخبر کے نام

قبلہ کل خط آیا آج جواب لکھتا ہوں پہلے آپ کا ایک فقرہ لکھ کر اتنا ہنسوں کہ پیٹ میں بل پڑ جائیں اور آنکھ سے آنسو نکل آئیں فقرہ بڑھاپے میں کیا جانیے کہاں کی حرارت مزاج میں آگئی ہے فقط کیوں صاحب تم نے

ؔ استنباط کیے گئے۔ یعنے حاصل کیے گئے۔ نکالے گئے ۱۲ ؔ توہین چاہنے والا ۱۲۔

ڈھوں میں اپنا نام لکھوایا تو مجھ کو لازم ہے میں اپنے کو اموات میں گنوں تمھاری عمر میرے نزدیک پچاس سے متجاوز نہ ہوگی اگر تجاوز کیا ہوگا تو دو تین برس سے وہ تجاوز زیادہ نہ ہوگا بھائی ضیاء الدین خان اور تم ہم عمر ہو وہ کچھ کم پچاس تم کچھ اوپر پچاس ابھی تم دونوں صاحبوں کو ایک سو بیس برس میں سے ستر برس یا کچھ کم ستر برس باقی ہیں ۲، بنا بہ آب رسیدن لازمی اور بنا بہ آب رسانیدن متعدی باجماع جمہور اضداد میں سے ہے ہم بمعنی استحکام وہم بمعنی انہدام درصورت استحکام نیو کا گھر کھودنا ملحوظ ہے اور درصورت انہدام لطمۂ امواج سیلاب مدنظر ہے آپ کے لکھے ہوئے دونوں شعر مفید معنی خرابی ہیں صائب مصرعہ بنائے عمر مسیح وخضر بآب رسید ۔ یعنی ویران ہوگئی ڈھے گئی حالانکہ وہ یقیناً جاودانی تھی مصرعہ ہنوز تشنۂ خونست تیغ مژگانش ۔ باآنکہ تیغ مژہ نے دو زندہ جاوید کو مار اگر اب تک تشنۂ خون ہے تشنہ بمعنی مشتاق اور خون بمعنی قتل اور بنائے عمر بآب رسیدن استعارہ اہلاک شعر ہزار[1] میکدہ را محتسب بآب رساند ۔ بنائے صومعۂ شیخ ہمچناں برپاست ۔ بنائے میکدہ غلط ہزار میکدہ صحیح ہے کلیم کے دیوان میں موجود یعنی محتسب نے ہزار میکدہ ڈھادیے دریابرد کردیے صومعۂ زرق وریا اب تک معمور اور موجود ہے بمعنی استحکام نعمت خاں علی کہتا ہے شعر نیست[2] محکم گر رسد بنیاد دنیا تا بآب ۔ چوں حباب

---

[1] ہزاروں میکدوں کو محتسب نے ڈھادیا ۔ مگر حجرۂ مکر کی نیو ابھی ویسی ہی مضبوط اور قائم ہے ۱۲

[2] اگر دنیا کی بنیاد پانی تک پہونچ جائے تو بھی مضبوط نہیں ہے ہم حباب کی طرح اس گھر کو بے بنیاد سمجھتے ہیں ۱۲ —

ایں خانہ بے بنیاد مید انیم ما + صائب کہتا ہے شعر چگونہ شمع تجلی ز رشک نگدازد + رُخ تو خانۂ آئینہ را بآب رساند + بنون موقوف ۱۲ غالب کہتا ہے کہ اساتذہ کے کلام کے مشاہدہ میں اگر توغل رہے تو ہزار ہا بات نئی معلوم ہوتی ہے میں نے سات شعر امیر خسرو کی غزل پر لکھ کر ایک مطرب کو دیے وہ مجلسوں میں گانے لگا اکبر آباد و لکھنؤ تک مشہور ہوے وہ غزل جس کا مطلع یہ ہے مطلع از جسم بجان نقاب تا کے + ایں گنج دریں خراب تا کے + ایک صاحب آگرہ میں اور ایک صاحب لکھنؤ میں معترض ہوے کہ گنج در خرابہ باید نہ در خراب ہر چند کہا کہ خرابہ مزید علیہ اور اصل لغت خراب عربی الاصل بمعنی ویران و ویرانہ ہے جس کی ہندی اوجڑ معترض مصر رہا صائب کے دیوان میں سے یہ مطلع نکلا مطلع بہ فکر دل نفتادی بہیچ باب دریغ + بگنج راہ نبردی دریں خراب دریغ +

۱۲۰ نواب مصطفیٰ خان بہادر شیفتہ کے نام

جناب بھائی صاحب قبلہ یقین ہے کہ آپ مع الخیر اپنی دار الریاست میں پہونچ گئے ہوں اور جمعیت خاطر روزہ رکھتے ہوں سو اپان کے اور خیال مولوی الطاف حسین کے فراق کے سوا کوئی وجہ ملال نہ ہو خدا کرے تم کو یاد آجائے کہ مفتی جی شگفتی کو شگفت کا مزید علیہ مسلم نہیں جانتے تھے سکندر نامہ میں دیکھا

لہ شمع تجلی رشک سے کیوں نہ پگھل جائے۔ تیرے رخسار نے آئینہ خانہ کی بنیاد برباد کر دی ۱۲ ٢ ٥ مجاز اً مشغولیت ۱۲ ٣ ٥ جسم سے جان کا نقاب کب تک۔ یہ خزانہ اس ویرانہ میں کہاں تک ۱۲ ٤ ٥ ہے تو نے کسی باب میں افسوس کہ دل کی فکر نہ کی اس ویرانے میں تو افسوس ہے کہ خرابے تک نہ پہونچ سکا ۱۲ ۔

بیت بسے در شگفتی نمودن طواف + عنان سخن را کشد در گزاف + صہبائی شفق صبح کو غلط اور اس رنگ کو مخصوص بشام جانتا تھا محمد سعید اشرف ماژندرانی کے کلام میں نظر پڑا مصرعہ ہیچو صبح شفق آلودہ رخش سرخ و سفید + اب جو فقیر کا یہ مطلع مشہور ہوا اشعر از جسم بجان نقاب تا کے + این گنج دریں خراب تا کے حضرات کو اس میں تامل ہے خرابہ کی جگہ خراب کو نہیں مانتے آیا یہ نہیں جانتے کہ لغت عربی اصل خراب اور خرابہ مزید علیہ ویران لغت فارسی اصل اور ویرانہ مزید علیہ موج لغت عربی اصل اور موجہ مزید علیہ ہے مزید علیہ جائز اور لغت اصلی ناجائز کیوں ہو یہ ایک مصرعہ قدما میں سے کسی کا ہے مگر پیش مصرعہ مجھے یاد نہیں اور یہ بھی نہیں معلوم کہ کس کا ہے مصرعہ چوں مہر در کسوف دچوں گنج در خراب + میں خود کہتا ہوں کہ اس کو نہ مانو اس راہ سے کہ میں قائل کا نام نہیں بتا سکتا یہ مطلع مرزا محمد علی صائب علیہ الرحمۃ کا ہے اور اُس کے دیوان میں موجود ہے شعر

بہ فکر دل نفتادی بہیچ باب دریغ + بگنج راہ نبردی دریں خراب دریغ +

گنج و خراب گنج و خرابہ گنج و ویران گنج و ویرانہ مستعمل اہل ایران ہے اس بات میں متردد ہونا محض عدم اعتنا ہے والسلام صبح سہ شنبہ دہم ماہ صیام سال غافر بے اہل اسلام - ۱۲

۱۲۱ خواجہ غلام غوث بیخبر کے نام

قبلہ آج تیسرا دن ہے کہ میں بنا بہ آب رسیدن و بآب رساندن کی حقیقت باستناد اشعار اساتذہ لکھ کر بسبیل ڈاک بھیج چکا ہوں آج اس وقت بھائی

ضیاء الدین خاں صاحب آئے اور اس امر خاص میں کلام کے بادی ہوئے میری تقریر سُن کر کہنے لگے کہ آب در بنا رسیدن و آب در بنا رساندن کے باب میں متردد ہیں کہ آیا یہ ترکیب جائز ہے یا نہیں اب میں متنبہ ہوا کہ واقعی جو میں نے لکھا وہ سوال دیگر جواب دیگر تھا ستر برس کا پیر خرف جو اس معرض تلف اگرچہ سوال کو غلط سمجھا لیکن جواب غلط نہیں لکھا رسیدن بنا آب ہم بمعنی استحکام بنا و ہم بمعنی انہدام بنا درست فقط اب آب در بنا رسیدن و رساندن کی کیفیت سنیے فقیر نے اساتذہ کے کلام میں کہیں یہ ترکیب نہیں دیکھی پس میں اس کی صحت اور غلطی میں کلام نہیں کر سکتا جانب غلطی میرے نزدیک راجح ہے آپ جب تک کلام اہل زبان میں نہ دیکھ لیں اُسکو جائز نہ جانیے گا مگر کلام سعدی و نظامی و حزین اور ان کے امثال و نظائر کا معتمد علیہ ہے نہ آرزو اور واقف اور قتیل وغیرہم کا میرا ایک مطلع ہے شعر از جسم بجاں نقاب تا کے + ایں گنج دریں خراب تا کے + ایک گروہ معارض[۱] ہوا کہ گنج کو خرابہ کہو نہ خراب میں متحیر کہ یارب کس سے کہوں خرابہ مزید علیہ خراب ہے مثل ویران و ویرانہ و موج و موجہ الحاق ہائے ہوز نے لغت دوسرا نہیں پیدا ہوا بارے صائب کے دیوان میں ایک مطلع نظر آیا بیت بفکر دل نہ فتادی بہیچ باب دریغ + بگنج راہ نبردی دریں خراب دریغ + یہ مطلع لکھ کر معترض صاحبوں کو بھیجد یا کہ غالب کو درد سر نہ دیجیے جو پوچھنا ہو وہ صائب سے پوچھ لیجیے عارف علی شاہ خراسانی نے اسی مطلع پر شعر از جسم بجاں نقاب تا کے + ایں گنج دریں

---

[۱] معارض۔ معترض ۱۲۔

خراب تا کے + تین اعتراض کیے تھے پہلا نقاب کے ساتھ عارض و رخ کا ذکر بھی ضرور تھا وہ نہیں ہے دوسرا گنج تو ویرانے ہی میں ہو تکلف پھر اُس پہ تاسف کیا جو کہتے ہیں تا کے تیسرا ویرانہ کو خرابہ کہتے ہیں خراب ۔ ان اعتراضوں کے بعد اُنھوں نے دخل کیا تھا ۔ از جسم بجاں حجاب تا کے + گل بر رخ آفتاب تا کے + خراب اور خرابہ کا جواب تو صاحب مطلع اوپر کے خطوں میں لکھ چکے یہ خط بقیہ اعتراضوں کے جواب اور دخل کے بیجا ہونے کے اظہار میں ہے

۱۲۱ خواجہ غلام غوث بیخبر کے نام

قبلہ دیکھیے ہم عارف ہیں ورود نامہ سے پہلے جواب نامہ لکھتے ہیں دن بھول گیا ہوں غالب ہے کہ آج تیسرا دن ہو صبح کو میں نے آپ در بنارسیدن کی بحث میں خلاصہ تحقیق لکھ کر ارسال کیا اُسی دن شام کو آپ کا خط آیا بقیہ جواب اب لکھتا ہوں نقاب اُس شعر میں بمعنی حائل ہے حول کو وجہ و رخ کی خصوصیت نہیں دو چیزوں کے بیچ میں جو شے آجائے بلکہ اُس سے بڑھ کر یہ بات ہے کہ جو چیز ایک چیز کی مانع نظارہ ہو وہ نقاب ہے اُس شے نامرئی[۵] کی رخ کا رخ بمناسب نقاب مقدر ہے اور یہ تقدیر جائز اور بلیغ ہے حجاب کا یہاں اوپری یعنی بے محل اور ناملائم ہونا با بشرط عقل سلیم و طبع لطیف ظاہر ہے گل خاک بآب آمیختہ کو کہتے ہیں وہ رخ آفتاب تک کہاں پہونچے ہاں گرد و غبار میں آفتاب چھپ جاتا ہے اُسکا استعمال ازروے مجاز جائز ہے گنج در ویرانہ کے

---

[۵] شے نامرئی وہ چیز جو دکھائی نہ دے ۱۲

یہ بہت لطیف بات ہے یعنی افسوس کیا جاتا ہے اُس گنج کے بیکار ہونے کا گنج سے غرض یہی تو نہیں کہ جنگل میں مدفون رہے وہ تو یہ چاہتا ہے کہ مدفن سے نکلے اور صرف ہو اور لوگ اُسکے وجود سے تمتع پائیں یہاں ایک اور دقیقہ ہے کہ اس شعر میں گنج مشبہ بہ اور روح انسانی مشبہ ہے اور یہ سب جانتے ہیں کہ روح کا تعلق جسم سے جاودانی نہیں پس کیا قباحت ہے اگر ایک غمزدہ ستم زدہ قطع تعلق روح کا منتظر اور مشتاق ہو مثلاً ایک میعادی محبوس حسرت مند اُٹھ کہے کہ الٰہی وہ دن کب آئے گا کہ میں قید سے نجات پاؤں کب تک سڑک کاٹوں کب تک رنج اُٹھاؤں فاخر مکین ایک شاعر تھا شجاع الدولہ و آصف الدولہ کے عہد میں اُس نے سعدی و نظامی و حزیں کے اشعار کو اصلاحیں دی ہیں جب ایک ہندوستانی بے علم تنک مایہ اساتذہ نامی عجم کے کلام کو اصلاح دے اگر ایک عالم خراسانی نے ایک ہندی کے مطلع میں تصرف کیا تو کیا قباحت لازم آئی خدا کا شکر کہ مجھ کو ستر برس کی عمر میں پچاس برس کی مشق کے بعد

اُستاد میسر آیا - ۱۲

۱۲۳ مرزا حاتم علی مہر کے نام

جناب مرزا صاحب دلّی کا حال تو یہ ہے شعر گھر میں تھا کیا جو ترا غم اُسے غارت کرتا + وہ جو رکھتے تھے ہم اک حسرت تعمیر سو ہے + یہاں دھرا کیا ہے جو کوئی لوٹے گا وہ خبر محض غلط ہے اگر کچھ ہے تو بدیں نمط ہے کہ چند روز چند گوروں نے اہل بازار کو ستایا تھا اہل قلم اور اہل فوج نے

بانصاف راے ہمدگر ایسا بندوبست کیا کہ وہ فساد مٹ گیا اب امن وامان ہے۔ ناسخ مرحوم جو تمھارے استاد تھے میرے بھی دوست صادق الوداد تھے مگر یک فنے تھے صرف غزل کہتے تھے قصیدہ اور مثنوی سے اُن کو کچھ علاقہ نہ تھا سبحان اللہ تم نے قصیدہ میں وہ رنگ دکھایا کہ انشا کو رشک آیا مثنوی کے اشعار جو میں نے دیکھے کیا کہوں کیا حظ اُٹھایا بیت خدا سے میں بھی چاہوں از رہ مہر + فروغ میرزا حاتم علی مہر + اگر اسی انداز پر انجام پائے گی تو یہ مثنوی کارنامۂ اُردو کہلائے گی خدا تم کو جیتا رکھے تمھارا دم غنیمت ہے صاحب میں تم سے پوچھتا ہوں کہ معیار الشعرا میں تم نے اپنا خط کیوں چھپوایا تمھارے ہاتھ کیا آیا سُنو تو سہی اگر سب کا کلام اچھا ہو تو امتیاز کیا رہے

۱۲۴ خواجہ غلام غوث بیخبر کے نام

جناب عالی کل میرے شفیق مکرم منشی نواب جان کلبۂ احزان میں تشریف لائے آپ کا سلام کہا معلوم ہوا کہ خواجہ صدرالدین صاحب لشکر کے ساتھ گئے ہیں اور آپ یہیں ہیں اس فصل میں کہ ابھی سے رات و دن آگ برستی ہے اچھا ہوا کہ زحمت سفر نہ کھینچی اجی حضرت یہ منشی ممتاز علی خاں کیا کر رہے ہیں رقعے جمع کیے اور نہ چھپوائے فی الحال پنجاب احاطہ میں ان کی بڑی خواہش ہے جانتا ہوں کہ وہ آپ کو کہاں ملیں گے جو آپ ان سے کہیں مگر یہ تو حضرت کے اختیار میں ہے کہ جتنے میرے خطوط آپ کو پہونچے ہیں وہ سب یا اُن سب کی نقل بطریق پارسل آپ مجھ کو بھیجدیں جی یوں چاہتا ہے کہ اس خط کا جواب بھی پارسل ہو

مصرعہ تم سلامت رہو قیامت تک

۱۲۵ خواجہ غلام غوث بیخبر کے نام

حضور پہلے خدا کا شکر پھر آپ کا شکر بجا لاتا ہوں کہ آپ نے خط لکھا اور میرا حال پوچھا یہ پرسش حکم نشتر کا رکھتی ہے اب رگ قلم کی خونابہ فشانی دیکھو گورنر اعظم نے میرٹھ میں دربار کا حکم دیا صاحب کمشنر بہادر دہلی نے سات جاگیرداروں میں سے جو تین بقیۃ السیف[۱] تھے ان کو حکم دیا دربار عام سے سوا میرے کوئی باقی نہ تھا یا چند تھا جن مجھ کو حکم نہ پہونچا جب میں نے استدعا کی تو جواب ملا کہ اب نہیں ہوسکتا جب یہ سرزمین مخیم[۲] خیام گورنری ہوئی میں اپنی عادت قدیم کے موافق خیمہ گاہ میں پہونچا مولوی اظہار حسین خاں صاحب بہادر سے ملا چیف سکرتر بہادر کو اطلاع کی جواب آیا کہ فرصت نہیں ہے سمجھا کہ اس وقت فرصت نہیں دوسرے دن پھر گیا میری اطلاع کے بعد حکم ہوا کہ ایام غدر میں تم باغیوں سے اخلاص رکھتے تھے اب گورنمنٹ سے کیوں ملنا چاہتے ہو اُس دن چلا آیا دوسرے دن میں نے انگریزی خط اُن کے نام کا لکھ کر ان کو بھیجا مضمون یہ کہ باغیوں سے میرا اخلاص مظنۂ[۳] محض ہے امیدوار ہوں کہ اس کی تحقیقات ہوتا کہ میری صفائی اور بیگناہی ثابت ہو یہاں کے مقامات پر جواب نہ ہوا اب ماہ گذشتہ یعنی فروری میں پنجاب کے ملک سے جواب آیا کہ لارڈ صاحب بہادر فرماتے ہیں

---

[۱] قتل سے بچے ہوئے ۱۲ [۲] جائے خیمہ گاہ ۱۲ [۳] یعنی صرف ایک گمان یا ایک وہم ہے ۱۲

کہ ہم تحقیقات نہ کریں گے پس یہ مقدمہ طے ہوا دربار خلعت پہ موقوف ہے پنشن
مسدود وجہ لامعلوم لاموجود الا اللہ و لامؤثر فی الوجود الا اللہ۔ ۱۸۵۵ء میں
نواب یوسف علی خاں بہادر والی رامپور کہ میرے آشنائے قدیم ہیں اس سال
یعنی ۱۸۵۵ء میں میرے شاگرد ہوئے ناظم ان کو تخلص دیا گیا بیس پچیس غزلیں
اُردو کی بھیجیں میں اصلاح دے کر بھیجدیتا گاہ گاہ کچھ روپیہ اُدھر سے آتا رہتا
قلعہ کی تنخواہ جاری انگریزی پنشن کھلی ہوئی ان کی عطا یا فتوح گنی جاتی تھی جب
وہ دونوں تنخواہیں جاتی رہیں تو زندگی کا مدار ان کے عطیہ پر رہا بعد فتح دہلی وہ
ہمیشہ میرے مقدم کے خواہاں رہتے تھے اور میں عذر کرتا تھا جب جنوری ۱۸۶۰ء
میں گورنمنٹ سے وہ جواب پایا جو اوپر لکھ آیا تو میں آخر جنوری میں رامپور گیا
چھ سات ہفتہ وہاں رہ کر دلی آیا یہاں آپ کا خط محررہ ۸۔ مارچ پایا استفتا
کا جواب بھیجا جاتا ہے۔

۱۲۶ خواجہ غلام غوث بیخبر کے نام

بیت پایان شب سیہ سپید است + در نومیدی بسے امید ست[۱] قبلہ
آج آپ کی خوشی اور خوشنودی کے واسطے اپنی روداد لکھتا ہوں تو طیہ[۲] ۱۸۶۰ء
میں لارڈ صاحب بہادر نے میرٹھ میں دربار کیا صاحب کمشنر بہادر دہلی ہالی دہلی
کو ساتھ لے گئے میں نے کہا میں بھی چلوں فرمایا کہ نہیں جب لشکر میرٹھ سے دلی آیا
میں موافق اپنے دستور کے روز ورود لشکر مخیم میں گیا میر صاحب سے ملا اُن کے

---

۱ اندھیری رات کی انتہا اجالا ہے۔ نا امیدی میں بہت سی امیدیں ہیں ۱۲ ۲ گزرنا چلنا۔ بچھانا ۱۲۔

خیمے میں سے اپنے نام کا ٹکٹ صاحب سکرتر بہادر کے پاس بھیجا جواب آیا کہ تم غدر کے دنوں میں بادشاہ باغی کی خوشامد کیا کرتے تھے اب گورنمنٹ کو تم سے ملنا منظور نہیں میں گداے مبرم اس حکم پر ممنوع نہ ہوا جب لارڈ صاحب بہادر کلکتہ پہونچے میں نے قصیدہ حسب معمول قدیم بھیجا یا مع اس حکم کے واپس آیا کہ اب یہ چیزیں ہمارے پاس نہ بھیجا کرو میں مایوس مطلق ہو کر بیٹھ رہا اور حکام شہر سے ملنا ترک کیا واقع اواخر ماہ گذشتہ یعنی فروری ۱۸۶۳ء میں نواب لفٹنٹ گورنر پنجاب دلی آئے اہالی شہر صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر و صاحب کمشنر بہادر کے پاس دوڑے اور اپنے نام لکھوائے میں تو بیگانہ محض اور مطرود حکام تھا جگہ سے نہ ہلا کسی سے نہ ملا دربار ہوا ہر ایک کامگار رہا شنبہ ۸۔ فروری کو آزادانہ منشی پھول سنگھ صاحب کے خیمہ میں چلا گیا اپنے نام کا ٹکٹ صاحب سکرٹر بہادر پاس بھیجا بلا لیا مہربان پاکر نواب صاحب کی ملازمت کی استدعا کی وہ بھی حاصل ہوئی دو حاکم جلیل القدر کی وہ عنایتیں دیکھیں جو میرے تصور میں بھی نہ تھیں جملہ معترضہ میر منشی لفٹنٹ گورنری سے سابقہ معرفت نہ تھا وہ بطریق حسن طلب میرے خواہاں ہوے تو میں گیا جب حکام بمجرد استدعا مجھ سے بے تکلف ملے تو میں قیاس کر سکتا ہوں کہ میر منشی کی طرف سے حسن طلب بایماے حکام ہوگا وللہ[۵] من الطاف خفیہ بقیہ روداد یہ ہے کہ دوشنبہ مارچ کو سواد شہر مخیم خیام گورنری ہوا آخر روز میں اپنے شفیق قدیم جناب مولوی اظہار حسین خاں بہادر کے پاس گیا اثناے گفتگو میں فرمایا کہ تمھارا دربار اور خلعت بدستور بحال و برقرار ہے متحیرانہ میں نے پوچھا کہ حضرت کیونکر

---

۵ خدا کی بہت سی پوشیدہ مہربانیاں ہیں ۱۲۔

حضرت نے کہا کہ حاکم حال نے ولایت سے آکر تمہارے علاقہ کے سب کاغذ انگریزی و فارسی دیکھے اور باجلاس کونسل حکم لکھوایا کہ اسداللہ خاں کا دربار اور نمبر اور خلعت بدستور بحال و برقرار رہے میں نے پوچھا کہ حضرت یہ امر کس اصل پر متفرع ہوا فرمایا کہ ہم کو کچھ معلوم نہیں بس اتنا جانتے ہیں کہ یہ حکم دفتر میں لکھوا کر ۱۴-دن یا ۱۵-دن ادھر کو روانہ ہوے ہیں میں نے کہا سبحان اللہ شعر کارسازِ ما بفکر کار ما[1] + فکر ما در کار ما آزار ما + سہ شنبہ ۳-مارچ کو ۱۲ بجے نواب لفٹنٹ گورنر بہادر نے مجھ کو بلایا خلعت عطا کیا اور فرمایا کہ لارڈ صاحب بہادر کے یہاں کا دربار اور خلعت بھی بحال ہے انبالے جاؤگے تو دربار اور خلعت پاؤگے عرض کیا گیا کہ حضور کے قدم دیکھے خلعت پایا لارڈ صاحب بہادر کا حکم سن لیا میں نہال ہوگیا اب انبالے کہاں جاؤں جیتا رہا تو اور دربار میں کامیاب ہو رہوں گا شعر کار[2] دنیا کسے تمام نکرد + ہر چہ گیرید مختصر گیرید +

۱۲۷ خواجہ غلام غوث بیخبر کے نام

حضرت پیر و مرشد اس سے آگے آپ کو لکھ چکا ہوں کہ منشی ممتاز علیخاں صاحب سے میری ملاقات ہے اور وہ میرے دوست ہیں یہ بھی لکھ چکا ہوں کہ میں صاحب فراش ہوں اُٹھنا بیٹھنا ناممکن ہے خطوط لیٹے لیٹے لکھتا ہوں اس حال میں دیباچہ کیا لکھوں یہ بھی لکھ چکا ہوں کہ تفتہ کو میں نے خط نہیں لکھا

---

[1] ہمارے کارساز ہمارے کام کی فکر میں ہیں اور ہمارے کام میں ہماری فکر ہمارا آزار ہے ۱۲

[2] دنیا کا کام کسی نے تمام نہیں کیا۔تم جو کچھ لو وہ مختصر لو ۱۲۔

اشعار ان کے آئے اصلاح دے دی حسب منشا اصلاح جابجا حاشیہ پر لکھ دیا کل
جو عنایت نامہ آیا اُس میں بھی دیباچہ کا اشارہ اور تفتہ کے خطوط کا حکم مندرج پایا
ناچار تحریر سابق کا اعادہ کرکے حکم بجالایا ناظرین قاطع برہان پر روشن ہوگا کہ
نامراد اور بے مراد کا ذکر مبنی اس پر ہے کہ عبدالواسع ہانسوی بے مراد کو صحیح اور
نامراد کو غلط لکھتا ہے میں لکھتا ہوں کہ ترکیبیں دونوں صحیح لیکن بے مراد غنی
کو کہتے ہیں اور نامراد محتاج کو اب آپ کے نزدیک اگر ان دونوں کا محل استعمال
ایک ہی ہو تو میرا مدعاے اصلی یعنی نامراد کی ترکیب کا علی الرغم عبدالواسع کے
صحیح ہونا فوت نہیں شعر میرزا صائب شعر نامرادی زندگی بر خویش آساں کردنست +
ترک جمعیت دل خود را بساماں کردنست + یہاں نامرادی بے مرادی کے
معنی کیونکر دیگی اغنیا خواہ اہل توکل خواہ اہل تمول متمولین پر کبھی کام آسان
نہیں ہوتا بلکہ مفلسوں سے زیادہ ان پر مشکلیں ہیں رہے اہل توکل ان کی صفتیں
اور ہیں وہ اہل اللہ ہیں مقربان بارگاہ کبریا ہیں دنیا پر پشت پا مارے ہوے
ہیں کام اُن پر کب مشکل تھا کہ انھوں نے اُس کو آسان کر دیا نامراد صیغہ مفرد
ہے مساکین کا اصناف مساکین کی شرح ضرور نہیں سختی کشی و بینوائی و تہیدستی و گدائی
یہ اوصاف ہیں مساکین کے ان صفات میں سے ایک صفت جس میں پائی جاوے
وہ مسکین و نامراد البتہ مساکین پر نہ ایک کام بلکہ سب کام آسان ہیں نہ پاس ناموس
و عزت نہ حب جاہ و مکنت نہ کسی کے مدعی نہ کسی کے مدعا علیہ دن رات میں

ك مخلات ۱۲ ط نامرادی کیا چیز ہے زندگی کو اپنے اوپر آسان کر لینا ۔ دلجمعی کی خواہش ترک کر دینا اپنی خاطر جمعی کا باعث ہے ۱۲ ۔

دو بار روٹی ملی بہت خوش ایک بار ملی بہر حال خوش خدا کے واسطے مولانا صاحب کے شعر میں سے نامراد بمعنی کسے کہ ہیچ مراد نداشتہ باشد کیونکر ثابت ہوتا ہے مساکین کی زندگی جیسا کہ میں اوپر لکھ آیا ہوں آسان گذرتی ہے یا اغنیا کی رہا مولوی معنوی علیہ الرحمۃ کا یہ شعر بیت عاقلاں از بے مرادیہائے خویش + باخبر گشتند از مولائے خویش + میں نے مثنوی کے ایک نسخہ میں عاقلان کی جگہ عاشقان دیکھا ہے بہر صورت معنی یہ ہیں کہ عشاق یا عقلا بعد ریاضت شاقہ ماسوے اللہ سے اعراض کر کے بے مراد اور بے مدعا ہوگئے یہ پایۂ تسلیم ورضا ہے البتہ اس رتبہ کے آدمی کو خدا سے لگاؤ پیدا ہوگا مصرعہ باخبر گشتند از مولائے خویش + یہاں بھی بے مرادی سے نامرادی کے معنی نہیں لیے جاتے مگر ہاں مصرعہ بے مرادی مومناں از نیک و بد + دوسرا مصرع مصرعہ در بلی بے مرادت داشتی + ان دونوں مصرعوں میں نامراد اور بے مرادی کے معنی میں خلط واقع ہوگیا ہے خیر بے مراد اور نامراد ایک سہی ہرچند دوسرے مصرع مولوی میں بے مراد کے معنی بے حاجت کے درست ہوتے ہیں مگر مصرعہ من کہ رندم شیوۂ من نیست بحث + زیادہ تکرار کیوں کروں معہذا مصرعۂ اول کی کچھ توجیہ بھی نہیں کرسکتا نامراد کی ترکیب کی صحت علی الرغم عبد الواسع ثابت ہوگئی فثبت[1] المدعا کمال یہ کہ مانند ناچار و بیچارہ اور ناانصاف اور بے انصاف کے نامراد اور بے مراد کا بھی مورد استعمال مشترک ہاں والسلام

---

[1] پس مدعا ثابت ہوا ۱۲۔

خط ۱۲۸ خواجہ غلام غوث بیخبر کے نام

پیرو مرشد سہل ممتنع میں کسرۂ لام توصیفی ہے سہل موصوف اور ممتنع صفت اگرچہ بحسب ضرورت وزن کسرۂ لام مشبع ہو سکتا ہے لیکن مخل[1] فصاحت ہے اور لام موقوف تو خود سراسر قباحت ہے سہل ممتنع اُس نظم و نثر کو کہتے ہیں کہ دیکھنے میں آسان نظر آئے اور اُسکا جواب نہ ہو سکے بالجملہ سہل ممتنع کمال حسن کلام ہے اور بلاغت کی نہایت ہے ممتنع در حقیقت ممتنع النظیر ہے شیخ سعدی کے بیشتر فقرے اس صفت پر مشتمل ہیں اور رشید وطواط وغیرہ شعرائے سلف نظم میں اس شیوہ کی رعایت منظور رکھتے ہیں خود ستائی ہوتی ہے سخن فہم اگر غور کرے گا تو فقیر کی نظم و نثر میں سہل ممتنع اکثر پائے گا سو ہے سہل ممتنع یہ کلام ادق مرا + برسوں پڑھے تو یاد نہ ہووے سبق مرا + یہ مصرعہ حیرت آور ہے کلام ادق سہل ممتنع کے منافی ہے پھر یاد نہ ہونا اور حافظہ پر نہ چڑھ جانا ہرگز سہل ممتنع کی صفت نہیں ہو سکتی کلام ادق جسکا حفظ دشوار ہو شاید کوئی قسم اقسام کلام میں سے ہو ہاں کلام ادق کلام مغلق کو کہتے ہیں سو کلام مغلق اور کلام سہل ممتنع ضد یکدیگر ہے مغلق اور ادق سہل ممتنع اور سہل ممتنع مغلق اور ادق کیونکر ہو سکے گا اور حافظہ میں محفوظ رہنا کلام مغلق اور ادق کی صفت کیونکر پڑے گی ہاں مغلق عسیر الفہم ہوگا پڑھا نہ جائے گا معنی سمجھ میں نہ آئیں گے سہل ممتنع کی صفت وہ تھی جو فقیر اوپر لکھ آیا اس شعر سے

---

[1] خلل انداز فصاحت ۱۲۔

مجھ کو کچھ علاقہ نہیں ختم۔ آب در بنا رسیدن بمعنی خراب بنیاد قیاسی ہے اساتذہ کے کلام میں میں نے نہیں دیکھا اگر آیا ہو تو درست ہے ہاں آب رسانیدن بنا کہ بظاہر آب در بنا رسیدن کا متعدی منہ ہے بلغا کے کلام میں آیا ہے لیکن اضداد میں سے ہے بمعنی ویرانی بنا مستعمل اور ہم بمعنے استحکام بنا اگر اس کا لازم ڈھونڈھیے تو رسیدن بنا بہ آب ہے نہ رسیدن آب در بنا جیسا کہ نعمت خاں عالی کہتا ہے ؎ نیست محکم گر رسد بنیاد دنیا تا باب + چون حباب این خانہ بے بنیاد میدانیم ما + اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رسیدن بنا تا باب موجب استحکام ہے اور شاعر باوجود دلیل استحکام بنا کو نا استوار جانتا ہے صائب کہتا ہے بیت چگونہ شمع تجلی زرشک نگذارد + رخ تو خانۂ آئینہ را بآب رساند + حاجی محمد جان قدسی بیت بگوش عطایش رساند این خطاب + کہ بنیاد کان را رساند باب + یہ دونوں شعر مفید معنی ویرانی ہیں قصہ مختصر باب رسیدن بنا خرابی خانہ و باب رساندن متعدی آن و رسیدن آب در بنا نا مسموع میں ابھی بیمار ہوں اور بیمار کے واسطے انجام کو غسل صحت ہے یا غسل میت والسلام

۱۲۹ مردان علی خاں رعنا کے نام

خاں صاحب عالیشان مردان علی خاں صاحب کو فقیر غالب کا سلام نظم و نثر دیکھ کر دل بہت خوش ہوا آج اس فن میں تم یکتا ہو حضرت اتم کو سلامت رکھے بھائی جفا کے مؤنث ہوتے ہیں اہل دہلی و لکھنو کو باہم اتفاق ہے کبھی کوئی نہ کہیگا کہ جفا کیا ہاں بنگالہ میں جہاں بولتے ہیں کہ ہتھنی آیا اگر جفا کو مذکر کہیں تو کہیں ورنہ

ستم وظلم و بیداد مذکر او رجفا مؤنث ہے بے شبہہ وشک والسلام والاکرام ۔

۱۳۰ نمبر امردان علی خاں رعنا کے نام

خاں صاحب مشفق عالیشان کو میرا سلام کل تمہارا عنایت نامہ پہونچا رام پور کا لفافہ آج رامپور کو روانہ ہوا کاغذ اشعار میں نے دیکھ لیا کہیں اصلاح کی حاجت نہ تھی نالہ ورالخ شعر رعنا گذرا ہے مرا نالہ ورچرخ کہن سے + تھا روح کا ہمدم نہ پھرا جا کے وطن سے + نالۂ دل بنا دیا نواب صاحب اُردو کا تذکرہ لکھتے ہیں فارسی غزل تم نے بے فائدہ لکھی دیکھو صاحب تم نے اپنے مسکن کا پتہ لکھا سو میں نے دوسرے دن تمہارے خط کا جواب روانہ کیا منشی نولکشور صاحب یہاں آئے تھے مجھ سے ملے بہت خوبصورت اور خوش سیرت سعادتمند اور معقول پسند آدمی ہیں تمہارے مداح اور میں اُن کا ثنا خواں خدا تم کو اور ان کو سلامت رکھے

۱۳۱ نمبر مرزا رحیم بیگ مصنف ساطع برہان کے نام

بخدمت مشفقی مکرمی مرزا رحیم بیگ صاحب نوراللہ قلبہ بالاسرار وعینہ بالانوار سخنے چند گفتہ میشود بیت نہ درمنطق پارسی و دری + ہمیں ہندی سادہ و سرسری + جس طرح توحید میں نفی ماسوے اللہ دستور ہے مجھ کو تحریر میں حذف زوائد منظور ہے عزم مقابلہ نہیں قصد مجادلہ نہیں سرتاسر داستانہ حکایت ہے

سلہ زبان فارسی اور دری میں نہیں الہی ہندی اور سادہ اور سرسری میں ۱۲ ۔

خاتمہ میں ایک شکایت ہے شکوہ دردمندانہ منافی شیوہ ادب نہیں معہذا اظہار درد دل مراد ہے کوئی بات جواب طلب نہیں احسانمند ہوں آپ کا کہ آپ نے منشی سعادت علی کی طرح آدھا نام میرا نہ لکھا اُن کے حُسن ظن کے مطابق مجھ کو شوق میرے استاد کا نہ لکھا اور اگر ایک جگہ یہ الفاظ کہ بقول غالب دبا کدام خرس درجوال شدہ ام، بہم کیے یا اور دو چار جگہ کلمہ توہین رقم کیے میں نے اپنے لطف طبع اور حسن عقیدت سے پہلے فقرے کا مفہوم یوں اپنے دلنشین کیا کہ حضرت نے محمد حسین دکنی جامع برہان کو موافق میرے قول کے خرس یقین کیا یا خرس درجوال شدن عبارت ہے صحبت سے خواہی مدافعت کے واسطے ہو خواہی محبت سے مجھ کو اُسکا قرب بسبیل آویزش ہے تم کو اُسکا قرب از روے آمیزش ہے دوسرے فقرے کے معنی یہ ٹھہرا لیے بلکہ بے تکلف میرے ضمیر میں آئے کہ خرس کی مدد دینے سے کوفت حاصل ہوئی اور وہ کوفت باعث درد دل ہوئی شدت درد میں آدمی چیختا ہے چلاتا ہے ہاے واے کرتا ہے غل مچاتا ہے جیسا کہ سعدی بوستاں کی اُس حکایت میں جس کا پہلا مصرعہ یہ ہے **مصرعہ** شبے زیت فکرت ہمی سوختم + فرماتا ہے **مصرعہ** کہ ناچار فریاد خیزد ز درد + جناب مرزا صاحب کیا تم نہیں جانتے بے شبہہ جانتے ہوگے کہ اکابر امت کو امور دینی میں کیا کیا منازعتیں باہم واقع ہوئی ہیں کہ نوبت بہ تکفیر یکدیگر پہونچی ہے اگر فن لغت میں ایک شخص دوسرے شخص کا معتقد نہ ہوا یہاں تک کہ اسکی تحمیق بھی کی تو اور مدعیان علم و عقل اس مسکین کے جگر تشنۂ خون کیوں ہو جائیں اور جب تک نقش ہستی صفحۂ دہر سے نہ مٹائیں آرام نہ پائیں ظلم تو یہ ہے کہ جو کچھ میں نے قاطع برہان میں لکھا ہے نہ اُس کو سمجھتے ہیں اور نہ کچھ آپ لکھتے ہیں نہ اُسکے معنی

سمجھتے ہیں سوال دیگر جواب دیگر پر مدار ہے خارج از بحث اقوال کی تکرار ہے برہان قاطع والے کی محبت سے دل بیقرار ہے فرط غیظ و غضب سے بدن رعشہ دار ہے منشی سعادت علی نہ ناظم ہے نہ نثار ہے بموجب اس مصرعہ کے مصرعہ مقتضائے طبیعت بشر اینست + ناچار تم کو معرض تحریر میں تحمل اور تامل چاہیے سخن پروری و جانبداری میں توغل چاہیے بحسب اختلاف طبائع مانو نہ مانو مگر پہلے یہ تو جانو کہ غالب سوختہ اختر کا فرہنگ نویسوں کے باب میں عقیدہ کیا ہے اگرچہ قاطع برہان میں جابجا لکھتا آیا ہوں مگر اب ہندی کی چندی کر کے لکھتا ہوں کہ یہ عقیدہ میرا ہے کہ فرہنگ لکھنے والے جتنے گذرے ہیں سب ہندی نژاد ہیں ہاں علم صرف و نحو و عربی میں بقدر تحصیل مسلم اور استاد ہیں علم صرف و نحو کی کتب درسی موجود ہیں جس نے چاہا ہے اُس نے استاد سے اُن کتب کو پڑھ لیا ہے فارسی کی جو فرہنگیں حضرت نے لکھی ہیں مطالب مندرجہ کس اصول پر منضبط کیے ہیں اور اُسکا علم کس استاد سے حاصل کیا ہے آخر مقاصد صرف و نحو عربی بھی تو صرف مطالعہ کتب سے نہیں نکالے ہیں پہلے تعلیم تعلم ہے پھر کتب قواعد کے حوالے جابجا ہیں قواعد فارسی کا رسالہ اہل زبان میں سے کس نے لکھا ہے اور ان ہوس پیشہ فرہنگ لکھنے والوں نے وہ رسالہ کس فاضل عجم سے پڑھا ہے شیدائے ہندی سیکروی نے حاجی محمد جان قدسی علیہ الرحمۃ کے ایک شعر پر اعتراض کیا ہے مرزا جلالائے طباطبائی علیہ الرحمۃ نے شیدا کو خط لکھا ہے سر آغاز خط کا ایک قطعہ جس میں صحرا و دریا قافیہ اور برساند ردیف شعر کا اخیر کا مصرع ثانی یاد رہگیا ہے مصرعہ یعنی بہادیو مقوی برساند + خلاصہ مضمون خط یہ کہ تو صاحب زبان ہے زبان دان ہے یعنی مقلد اور کاسہ لیس اہل ایران ہے

حاجی محمد جان کے کلام کو سند پکڑے تجھے کس نے کہا ہے کہ اُس سے لڑ گیا تو نے سنا نہیں جو عرفی و فیضی میں گفتگو ہوئی ہے اور موتمن الدولہ شیخ ابو الفضل کے روبرو ہوئی ہر لغات فارسی اور ترکیب الفاظ میں کلام تھا مولانا جمال الدین عرفی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ میں نے جب سے ہوش سنبھالا ہے اور نطق آشنا ہو گیا ہوں اپنے گھر کی بڑھیوں سے لغات فارسی اور بھی ترکیبیں سنتا رہا ہوں فیضی بولا کہ جو کچھ تم نے اپنے گھر کی بڑھیوں سے سیکھا ہے وہ ہم نے خاقانی و انوری سے اخذ کیا ہے حضرت عرفی نے فرمایا کہ تقصیر معاف خاقانی و انوری کا ماخذ بھی تو منطق گھر کی پیرزالوں کا ہے ہائے تمیز کہاں سے لاؤں جو دیکھے کہ یہ حال قلمرو ہند کے صاحب کمایوں کا ہے قیاس مع الفارق کی بہار دیکھو مجرد تقدم زمانے کا اعتبار دیکھو مانا کہ عرفی تحصیل علوم عربیہ میں اُن سے کمتر ہے صاحب زبان اور ایرانی ہونے میں برابر رہے کیا عرفی کیا انوری کیا خاقانی ایک شیرازی ایک خاوری ایک شروانی اگر مجھ سے کوئی کہے کہ غالب تیرا بھی مولد ہندوستان ہے میری طرف سے جواب یہ ہے کہ بندہ ہندی مولد و پارسی زبان ہے ؎ ہر چہ از دستگہ پارس بہ یغما بردند + تابنالم ہم ازاں جملہ زبانم دادند + زباں دانی فارسی میری ازلی دستگاہ اور یہ عطیۂ خاص منجانب اللہ ہے فارسی زبان کا ملکہ مجھ کو خدا نے دیا ہے مشق کا کمال میں نے استاد سے حاصل کیا ہے ہند کے شاعروں میں اچھے اچھے خوشگو اور معنی یاب ہیں لیکن یہ کون احمق کہے گا کہ یہ لوگ دعویٰ زباں دانی کے باب ہیں رہے فرہنگ

ا؎ جو کچھ دستگاہ پارس سے لوٹ میں لے گئے ہیں مجھے اُس میں سے رونے کے لیے زبان دیدی ہے ۱۲ ۵۲ باب - لائق ۱۲ -

لکھنے والے خدا ان کے بیچ سے نکالے اشعار قدما آگے دھر لیے اور اپنے قیاس کے مطابق چل دیے وہ بھی نہ کوئی ہمقدم نہ کوئی ہمراہ بلکہ سو بسو پراگندہ و تباہ رہنما ہو تو راہ بتائے اُستاد ہو تو شعر کے معنی سمجھائے نہ آپ شیرازی نہ استاد اصفہانی زہے رگ گردن وخہے دعوی زباں دانی میرا یہ قول خاص ہر نہ عام ہے مجموع فرہنگ نگاروں کے محقق ہونے میں کلام ہے یہ کیا بات ہے کہ جامع برہان کا ماخذ فرہنگ رشیدی و جہانگیری ہے عبدالرشید کی کیا شیخی اور میاں انجو میں کیا پیری ہے قطب شاہ و جہانگیر کے عہد میں ہونا اگر منشا ہے برتری ہے تو بیچارہ جعفر زٹلی بھی فرخ سیری ہے ایک لطیفہ لکھتا ہوں اگر خفا نہ ہو جاؤ گے تو حظ اُٹھاؤ گے جتنی فرہنگیں اور جتنے فرہنگ طراز ہیں یہ سب کتابیں اور یہ سب جامع مانند پیاز ہیں تو بتو اور لباس در لباس وہم در وہم اور قیاس در قیاس پیاز کے چھلکے جس قدر اتارتے جاؤ گے چھلکوں کا ڈھیر لگ جائے گا مغز نہ پاؤ گے فرہنگ لکھنے والوں کے پردے کھولتے چلے جاؤ لباس ہی لباس دیکھو گے شخص معدوم فرہنگوں کی ورق گردانی کرتے رہو ورق ہی نظر آئیں گے معنی موہوم ظرافت پر مدار تحقیق نہیں ہے آپ کے خاطر نشین کرتا ہوں جو میرے دلنشین ہے فرہنگ نویسوں کا قیاس معنی لغات فارسی میں نہ سراسر غلط ہے البتہ کمتر صحیح اور بیشتر غلط ہے خصوصاً دکنی تو عجب جانانہ ہے لغو ہے پوچ ہے پاگل ہے دیوانہ ہے وہ تو یہ بھی نہیں جانتا کہ یاے اصلی کیا ہے اور یاے زائدہ کیا ہے حیران ہوں کہ اس کی جانب داری میں فائدہ کیا ہے خدا جانتا ہے کہ میں یک رنگ ہوں مگر دکنی کے جانبداروں کا چورنگ ہوں

مجھے جو چاہو سو کہو اوروں سے تم کیوں لڑتے ہو کہیں جامع لطائف غیبی کو بُرا کہتے ہو
کہیں نگارندۂ دافع ہذیان سے جھگڑتے ہو جانتا ہوں کہ دکنی کی عبارت کی خامی
اُنکی رلے کی کجی اسکے قیاس کی غلطی اگر نہ سب جگہ بلکہ بعض جگہ سچ جانتے ہو مگر
یہ میں نہیں جانتا کہ اتنی محنت کرنی اور اُس کے رفع تخلیہ کے واسطے توجیہات
باردہ ڈھونڈھنی کس واسطے ایسا اُس کو کیا مانتے ہو مجھ پہ جدا منھ آتے ہو مولوی
نجف علی اور میاں داد خاں سے جدا بگڑتے ہو بھائی صاحب مغلچہ پن پر آگئے
گو بار لڑتے ہو سچ ہے غالب آگندہ گوش ہے کسی کی نہیں سنتا اسی سے آپکے
مقرر کیے ہوے قاعدہ کے موافق بحلف کہتا ہوں کہ قاطع برہان و دافع ہذیان
ولطائف غیبی کو ہرگز نہیں دیکھا آدیزہ وافسوس کے بیان میں مجھ سے دو سہو
ہوا ہے کہ مجھے اُسکا اقرار اور میرا دوست میاں داد خاں شرمسار ہے جو کچھ
اُس مصنف نے اس باب میں لکھا وہ قول فیصل اور کافی ہے مانیں یا نہ مانیں
ناظرین کو اختیار ہے گلھری بکاف فارسی مکسور بوزن اکھری لغت ہندی الاصل
اس کی شرح میں جداگانہ ایک فصل کاف فارسی مکسور کی جگہ کاف عربی مفتوح
اعراب کا بوزن تشتری وضوح مجھے اور میرے دوست سیف الحق کو دو سہو
طبعی پر استغفار ہوا خواہان بوہرہ دکنی کو اغلاط متواترہ کے جواز پر اصرار فاعتبروا
یا اولی الابصار خردبے واو بمعنی نور اور خورہ مع الواو بمعنی جذام ایک یزہ بمعنی پاک وآویزہ
بمعنے ناپاک ایک یہ اور ہزار ایسے اغلاط سند اور مقبول اور منظور گویا یہ مصرع جو
حمد میں ہے مصرعہ کند ہرچہ خواہد بروحکم نیست + اس کی شان میں صادق سمجھ لیا
ہے چشم بددور اب چاہیے کہ اُس کے پوچھنے والے اُس کے نام کے بعد جل جلالہ

لکھیں اور اگر اتنی جرأت نہ کریں تو نظر بافادہ واستفادہ عم نوالہ لکھیں ستر برس کی عمر کانوں سے بہرا جمعیت کم تفرقہ زیادہ اور پھر خودداری اور کسر نفس اور استغنا خداداد بیہودہ بکنے میں اوقات کیوں صرف کروں پاسخ نگاری کیوں لفظ بلفظ وحرف بحرف کروں آپ کو اپنی نمود اور شہرت منظور ہے خردہ گیری وعیب جوئی سے مجھ کو نفرت ہے اور حیا آتی ہے زیادہ گوئی سے آپ کے حسن کلمات طیبات سے قطع نظر کرکے ناظرین مصنف کے وجدان پر چھوڑ دیتا ہوں اور شکایت موعودہ سے پہلے تین امر ضروری لکھ لیتا ہوں (صیحہ بمعنی آواز اسپ زینہار نیست) اس کے سچ ہونے میں کیا کلام ہے جو صیحہ سے آواز اسپ مراد رکھے وہ ناقص ہے اور خام ہی کیا عرفی کا شعر عرفی کے خط سے لکھا ہوا کسی کو نظر پڑا کہ ناظر سے سن کر تمھارا ذہن وقاد نقاد وہاں جا لڑا الغیث کسی باطن کے اندھے کے ہاتھ سے لکھا جائے اور پھر عرفی جیسا شاعر دیدہ ور بازپرس میں پکڑا جائے تمھارا محبوب بوہرہ دکنی شین منقوطہ مع التحتانی کے بیان میں شیہہ کو گھوڑے کے ہنہنانے کی فارسی بتاتا کہ عربی میں گھوڑے کے ہنہنانے کو صہیل بوزن دلیل کہتے ہیں صیحہ بوزن بقیہ عموماً بمعنے ہر صدائے ہولناک وہیب آتا ہے میں کیونکر فرہنگ نگاروں کے اور انکے مددگاروں کے قیاس کو وحی سمجھوں اور کیونکر کاتبوں کے املا کو مصحف مجید کی طرح سر پر دھروں یہ تو جب ہو سکتا ہے کہ میں اپنے کو جماد اور نبات فرض کر لوں جرم وخطاے بلوغ بر گردن بندگان جناب است میں آپ کو مخاطب بالفتح ٹھہرا کر یہی فقرہ پڑھ کر چپ رہتا ہوں بعد اس کے تبدل جیم بہ تحتانی کو نامسموع کہتا ہوں یعقوب کو تبغیر لہجہ انگریزی زبان میں جاکوب کہتے ہیں کہاں مبدل منہ

کہاں تغیر لہجہ حضرت آپ جو کہتے ہیں خوب کہتے ہیں کو دک کو ترجمۂ طفل نہیں جانتے
اور پھر خاتمہ میں ریدگان بصیغۂ جمع لکھواتے ہو واقعی یوں ہے کہ جو کچھ لکھواتے ہو
بدیدۂ بصر نہیں بلکہ از روے سمع لکھواتے ہو خط تمام ہوا اب مستغیث کی عرضی
کی سماعت ہو لیکن سماعت از روے انصاف بالاے طاعت ہو عرضی گذراننے
سے پہلے مستغیث پوچھتا ہے کہ آپ کے محکمۂ عالیہ کا سررشتہ دار دیانت دار ہے یا نہیں
سخن فہم و ہوشیار ہے یا نہیں میں تو گمان کرتا ہوں کہ امین نہ ہو دلیل سن لیجیے اگر یقین
نہ ہو دصیحہ یعنے آواز اسپ ز تہار نیست) اس کے ماقبل اور بھی عبارت ہے سنانے
والے نے نہ پڑھی ہو کتنا بعید ہے کس واسطے کہ اُس عبارت کے مفہوم کو ملحوظ نہ رکھنا
اور محمد اکرم پنجابی کا شعر تو قابل التفات نہیں مگر مولانا جمال الدین عرفی شیرازی
رحمۃ اللہ علیہ کا شعر بہ تتبع کاتب غلط لکھوا دینا تم سے ایسا بعید ہے انشا میں
ناسخوں کی تحریف کو مانتے ہو املا میں کاتبوں کی غلطی کے کیوں نہ قائل ہو
انشا و املا و لفظ و معنی میں تقلید چھوڑ کر تحقیق کے کیوں نہ مائل ہو تقصیر معاف
یہ نہ استناد بکلام عرفی عالی مراتب ہے بلکہ پیروی خامۂ گرفتار کاتب ہے
کہہ چکا ہوں کہ نہ مجھ کو مناظرہ کا دماغ نہ ہجوم امراض جسمانی و آلام روحانی سے
فراغ آگے جو ہمت نہیں ہاری تھی اور غیب سے توقع مددگاری تھی تو یہ اپنا
شعر اُردو میرے ورد زبان اور اس ہنجار سے میں زمزمہ سنج فغاں رہتا تھا **شعر**
رات دن گردش میں ہیں سات آسمان + ہو رہے گا کچھ نہ کچھ گھبرائیں کیا + اب جو
اصلاح حال وحصول مطالب سے دل مایوس ہے تو طبیعت اسی غزل کی اس بیت
کے ترنم سے مانوس ہے **شعر** عمر بھر دیکھا کیے مرنے کی راہ + مر گئے پر دیکھیے دکھلائیں کیا +

کوئی یہ نہ سمجھے کہ بڑا رونا رزق کا ہے جب معاش مقرر ہو تو پھر غم کیا ہے نہ صاحب
یہ باتیں جانوروں کی ہیں کہ کچھ کھا لیا پانی پی لیا اور چین سے سو رہے آدمی عموماً
اور صاحبان ننگ و ناموس خصوصاً باوجود فراغ معاش ایسی جانگزا بلاؤں میں
مبتلا ہیں کہ کوئی کیا ہے یہ حال تو یا صاحب واقعہ جانے یا خدا جانے دوسرے
سے یہ کار افتادہ کیوں کہے اور بغیر کہے دوسرا کیا جانے مناظرہ کا تو ہرگز ارادہ نہیں
اگر مردہ دل نہ ہوتا تو باتیں کہتا زیادہ نہیں وہ بھی نہ از روے بحث و تکرار نہ
باندازِ استفسار اظہار سے مقصود نفس اظہار یہ جو آپ نے مولوی امام بخش کو
امام المحققین خطاب دیا ہے کتنے محققین نے آپ کو اپنا امام مان لیا ہے جب تک
نہ اجماع محققین کا ہوگا یہ خطاب باجماع اہل عقل ناجائز و ناروا ہوگا وہ فرمانروائے
عہد شاہنشاہ کہلائیگا کئی بادشاہ جس کے فرمان پذیر ہو جائیں گے ایک سید نے
اپنے لڑکے کا نام میر شہنشاہ رکھ لیا یہ میر شہنشاہ صاحب کیونکر شاہجہاں جہانگیر
ہو جائیں گے اگر حضرت بفتحہ قاف ثانی بصیغہ تثنیہ امام المحققین کہتے تو ایک ماموم
آپ ہوتے اور نرائن داس تنبولی دوسرا ہوتا ساطع برہان کے تیرھویں صفحہ کی نویں
سطر میں آپ لکھتے ہیں دہمچنین بر افراط و تفریط توضیح را کار بند نشدہ اند کہ بدان
حرف گیری تواند کرد، تواند توانستن کے مضارع کی بحث میں سے صیغہ واحد
غائب ہے فاعل چاہتا ہے خواہی معرفہ جیسے احمد محمود خواہی نکرہ جیسے بہماں
کسے یا شخصے مردے یا زنے اور اگر فاعل مذکور نہ ہو تو اُس صورت میں تواں کرد
چاہیے کہ تواں مالم یسم فاعلہ ہے کرامت تو مجھے حاصل نہیں ہاں از روے
حسن عقیدت کہتا ہوں کہ یا آپ نے یوں لکھا ہے کہ دکسے بداں حروف گیری تواند کرد)

یا تو اندکی جگہ تو اس رقم فرمایا ہے دیکھیے آپ نے بیل کے جوے کا بوجھ میری گردن پر رکھدیا اور میں نے ایک بیل کا بوجھ پشت مبارک سے اُٹھا لیا او اسد اللہ داد خواہ جلد آ اور اپنی عرضی لا حضرت آیا اور عرضی لایا پہلے پانچ کاغذوں کی نقلیں علی الترتیب پڑھی جاویں پھر سررشتہ دار صاحب بکمال امانت و دیانت عرضی سناویں **نقل عبارت برہان قاطع** آب دہ دست بکسر دال ابجد و ہاے ہوز اشارہ بحضرت رسول صلوات اللہ علیہ است خصوصاً و شخصے را نیز گویند کہ بزرگ مجلس بود آرایش صدر و زینت ازو باشد عموماً **نقل عبارت قاطع برہان** از خامی عبارت چشم می پوشم و می خروشم کہ آب دہ دست مرکب از آب و دہ کہ صیغۂ امر ست از دادن و دست کہ باوجود معانی دیگر مسند را نیز گویند معنی ترکیبی رونق دہندۂ مسند ہر آئینہ تا مسند را بطرف نبوت یا رسالت یا ہدایت مضاف نگردانند بمقام نعت فرود نیارند بلکہ در مدح اکابر و صدور نیز بے اضافہ لفظ امارت و شوکت و امثال اینہا نگارند کہ تنہا آب دہ دست افادۂ معنے شویانندۂ دست میکند و آں خود اہانتی ست قبیح بیچارہ در نظم و نثر نعت آب دہ دست رسالت دیدہ است و نیمہ مضمون را لغت اندیشیدہ است **نقل عبارت ساطع برہان** آب دہ دست خدا نہ کند کہ ایں اعتراض از جانب مرزا ے من باشد کور سوادے ہیچمدان گفتہ باشد بخاطر داشت آں درج کتاب کرد ورنہ این کنایہ قابل اعتراض نیست چہ آب دہ دست جملۂ ترکیبی ست دست کہ در عربی و فارسی بمعنی مسند ست مضاف و مضاف الیہ کہ معنی محذوف باید دانست بلکہ کلامیست مستقل بترادف بالادست مضاف و مضاف الیہ کہ معنی صدر و

مسند بزرگ قوم باشد صاحب مؤید الفضلا در لغت فارسی این لغت را بلند و کتاب که آداب قیمیه
باشد بہمیں صورت و صحت بہمیں معنی نگاشت و در مدار نیز و صاحب رشیدی آورده که آب دهٔ دست
بمعنے بزرگ مجلس و معنی ترکیبی آں رونق ده صدر و مسند **قوله** بیچاره در نظم و نثر لغت آب دهٔ دست
رسالت دیده و تیمهٔ مضمون را لغت اندیشیده است انتہیٰ **اقول** جامع این کنایه را
در نظم و نثر بے اضافۂ رسالت دیده است و ہمچناں در رشتۂ تحریر کشیده است خاقانی گوید
شعر دست آب دهٔ مجاورانش + ارزن ده برج کبوترانش **تبصره** بس گردان جناب
اگر فراموش نکنند در شرح کنایه ماہی چشمۂ خضر در باب المیم جوینده که میگویند که آب دهٔ دست
استعاره برائے آنحضرت از خاقانی از رکاکت نیست ولے بریں عقیدت که او را به پیمبرے
بر داشتند و باز بہ نسبت رکاکت سرنگوں انداختند **نقل عبارت برہان قاطع** ماہوچی
چشمۂ خضر کنایه از زبان و دہان معشوق ست **قاطع برہان** یارب ماہوچی چشمۂ
خضر کدام لغت ست من در کتاب منطبعه بدیں صورت دیده ام **مصرعه** قلندر ہرچه گوید
دیده گوید + در ضمیر میگذرد که ماہی چشمۂ خضر خواہد بود و آں خود مضمونیست بطریق استعاره
بالکنایه که سخنور با خون جگر خورده باشد تا در نظم و نثر خویش آورده باشد بس ہر که ایں را
در گفتار خویش آرد سرقه خواہد بود از لغات مستقله و کنایہاے مشہوره نیست که بکار
دبیران روزگار آید شیر خدا که ترجمۂ اسد اللہ است گوئی یکے از نامہاے جناب
ولایت پناه است صد ہزار کس در کلام خویش آورده باشد و سرقه نیست و کنی در بحث شین
مع الیا شیر شرزهٔ غاب اسم حضرت امیر علیه السلام نوشته و آں مضمونیست که خاقانی در قصیده قسمیه
بہم رسانده شیر شرزه خود صفتیست عام که بر ہر مرد شجاع و سرہنگ جنگجو اطلاق تواں کرد و غاب بمعنی بیشه بالا
است ہر آئینه ایں صفت نه سزاوار شان اسد اللہی باشد خاقانی خود بطریق تنزل گفته است ایں چنیں صفت اسم

کیکہ بعد از خدا و رسول او را بہ بزرگی تواں ستود چگونہ روا تواند بود ہمچنین آب دہ
دست در باب الف ممدودہ اسم حضرت ختم المرسلین صلوات اللہ علیہ قرار دادہ است
و این لفظیست در غایت رکاکت صفت لفظ بس غالب منع کرتا ہے برہان دکنی کو
کہ لفظ رکیک آنحضرت کے حق میں صرف نہ کر چنانکہ ہمدراں فصل مفصل نوشتہ ایم
مقصود ما اینست کہ اینچنیں مضامین لغت مستقل و کنایہ مقبول چرا قرار یابد و
جز در شرح اشعارے کہ حاوی ایں کلمات باشد چرا نگارش پذیرد و اعوذ باللہ من
الشیطان الرجیم آب ترجمہ ما ، کا ہندی جسکی پانی او رمعنی رونق و لطف بھی آتا ہے اور
اسلحہ کی تیزی اور جواہر کی صفائی کو بھی کہتے ہیں دست ترجمہ ید ہے جسکی ہندی ہاتھ
اور بمعنی قسم و نوع اور بمعنے مسند بھی مستعمل ہے ہم کو اس مقام میں آب بمعنی پانی اور
دست بمعنی ہاتھ اور اس کی ترکیب یعنی آبدست اور اس کی مقلوب یعنی دست آب
کے باب میں کلام ہے آب دست بحرکت و سکون موحدہ عموماً ترجمہ غسالہ ید ہے
اور خصوصاً وضو کو کہتے ہیں تعمیم کی سند اُستاد کا شعر شعر[1] بے تکلف رو بساقی کن اگر
دل خستہ + کابدست او شفا بخش ہمہ بیمار ہاست + تخصیص کی سند نام حق کی بیت
بیت[2] آبدست و نماز باید کرد + دل مقام گداز باید کرد + عرف میں آبدست کس عضو
کے غسالے کو کہتے ہیں ہم تو اتنا پوچھ کر چپ ہو رہتے ہیں پس آب دہ دست اور
دست آب دہ کے معنی وضو کروانے والا اور ہاتھ دُھلانے والا آب بمعنی رونق اور
دست بمعنی مسند کا یہاں احتمال محض جہل اور صرف اہمال یہ تو میرا قول ہے کہ

---

[1] اگر تو دل خستہ ہے تو بے تکلف ساقی کیطرف رخ کر کہ اسکے ہاتھ کا پانی تمام بیماریوں کو شفا دینے والا ہے ۱۲ م

[2] وضو اور نماز کرنی چاہیے اور دل کو مقام گداز بنانا چاہیے ۱۲ م

آب دہ دست رسالت رسول کو کہہ سکتے ہیں ایک بے ادب فقط آب دہ دست کہتا ہے اور ہم منھ تکتے ہیں منشی سعادت علی کو نہ علم نہ فہم اس نے اس قباحت کو نہ جانا مرزا رحیم بیگ صاحب افسوس کی بات ہے تم نے اس بیان خاص میں قاطع برہان والے کے قول کو کیونکر مانا ہے سراسر بے پردہ اشرف الانبیا علیہ وآلہ والسلام کی تذلیل اور توہین ہے اور جو پیمبر کو ایسا کہے وہ مجمع اہل اسلام کے نزدیک مرتد اور مردود و بے دین ہے بلکہ مخالفین بھی جو مسلمان اپنے پیمبر کو برا کہے اسکو برا جانیں گے یقین ہے پس پیمبر کا آب دہ دست نام رکھنے والا مورد لعنۃ اللہ و ملائکۃ والناس اجمعین ہے خاقانی کے شعر کے لکھنے سے آپ کی کیا مراد ہے یہ شعر قطعہ بند اور اس کا پہلا شعر مجھ کو یاد ہے پہلے پوچھتا ہوں کہ دست آب دہ کا فاعل اور شین کا مرجع تم نے کس کو ٹھہرایا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا نشان اس میں بطریق مذکور یا مقدر کہاں پایا جب اس مصرع کی رو سے مصرعہ دست آب دہ مجاور نشہ دست آبدہ پیمبر کا نام قرار پایا تو دوسرے مصرع کے مطابق مصرعہ ارزن دہ برج کبوتر انش ارزن دہ کا خطاب بھی حضرت پر صادق آیا سبحان اللہ جہاں مصطفے و مجتبے رحمۃ للعالمین و خاتم المرسلین آپ کے القاب ہیں وہاں آب دہ دست بھی آپ کا لقب ٹھہرا مرزا جی میں ترک جاہل ہوں بجا ہے اگر مجھ کو گالیاں از روے عتاب دو گے خدا کے واسطے پیمبر کو کیا جواب دو گے بندہ پرور خاقانی کا شعر قطعہ بند ہے اور اس شعر کا پہلا شعر یہ ہے اشعار ریح از پے آبروے خود را + خلد از پے رنگ و بوے خود را + دست آبدہ مجاور انش + ارزن دہ برج کبوتر انش + اوپر کے دونوں مصرعوں میں را کا لفظ زائد پہلا مصرع

تیسرے مصرع سے اور دوسرا مصرع چوتھے مصرع سے متعلق نثر اس کی فارسی میں
یوں ہوتی ہے (روح از پے آبروے خود دست آب دہ مجاوران اوست وخلد از
پے رنگ وبوے خود ارزن دہ کبوتران اوست) یہ دونوں شعر کعبۂ معظمہ کی
تعریف میں اور دونوں شیتوں کی ضمیر بطرف کعبہ راجع اس اظہار کی تصدیق
تحفۃ العراقین سے کیجیے اور ہندی کی چندی غالب سے سن لیجیے روح اپنی افزایش
آبرو کے واسطے وضو کا پانی دیتی ہے کعبہ کے مجاوران کو اور خلد اخذ رنگ و بو کیواسطے
دانہ کھلاتا ہے کعبہ کے کبوتروں کو وضو کا پانی دینا اور کبوتروں کو دانہ کھلانا ادنی خدمت
ہے خدا کے واسطے مخدوم کو نمین کو خادم کہنا مدح ہے یا مذمت ہے معہذا خاقانی کے
اس مصرع سے دست آبدہ پیمبر کو سمجھنا بے اعتنائی اور غفلت ہے خاقانی نے روح
کو آبدست دہ کا فاعل مانا تم نے پیمبر کو معاً اس فعل کا فاعل اور ایک فعل کا دو
فاعل سے متعلق ہونا کیونکر جائز جانا قافلہ شد یعنی قافلہ رفت یعنی قافلہ سالار رفت
یعنی رسول مقبول رحلت کر دیہ قاف مع الالف میں کلام اُسی متھن رسول کا ہے
دست آبدہ کی شرح میں تحقیر اور قافلہ شد میں استہزا ہے برہان قاطع والا اگر
یہ قباحتیں نہیں سمجھا ہے تو احمق ہے اور اگر سمجھ کر لکھتا ہے تو کافر مطلق ہے اب
میرے خونابۂ زخم دل کی روانی اور قلم کی خونابہ فشانی دیکھیے تبصرہ مندرجہ
حاشیہ ساطع برہان کے حق میں کیا فرماتے ہو اور اس فقرہ اخیر کو (بازدر نشیب
رکاکت سر انداختند) کس کا لکھا بتاتے ہو سنو فخر الفضلا وختم العلما امیر الدولہ
مولوی محمد فضل حق رحمۃ اللہ علیہ نے رد عقائد وہابیہ میں بزبان فارسی ایک سالہ
لکھا ہے اور اس عہد کے علما کی اُس پر مہریں ہیں اُس رسالہ میں جناب مولوی صاحب

مرحوم لکھتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کہے کہ حضرت کو قوت مجامعت بہت تھی حالانکہ یہ امر واقعی ہے یا یہ کہے کہ آپ کی ردا میلی تھی اگرچہ اُس وقت میں ہو لیکن چونکہ ایک گونہ سوء ادب اور اہانت ہے حاکم اہل اسلام کو چاہیے کہ اس قول کے قائل کو سزا دے اور اگر حاکم سزا نہ دے تو اہل شہر پر عزل حاکم واجب ہے اور اگر اہل شہر ایسا نہ کریں تو وہ شہر دار الحرب ہے پس بموجب فتوائے علمائے اسلام فقرۂ مذکور کا لکھنے والا کفر میں شداد سے اشد اور کذب میں مسیلمۂ کذاب سے سوا ہے عقبیٰ میں وہ خالق کا مقہور اور دنیا میں اہل خلق کا مطعون ہوگا مجھ کو کیا مجھے تم پر ہنسی آتی ہے بعضی بات سمجھی نہیں جاتی ہے خاقانی روح کو آب دست دہ مجاوران خرم کہتا ہے تم کہتے ہو کہ خاقانی دست آب رہ امم پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہتا ہے مولوی امام بخش نے تم کو بہت کچھ پڑھایا مگر طریقۂ استنباط معنی نہ بتایا میرے حق میں جو کہتے ہو خود بھی نہیں سمجھتے کہ کیا کہتے ہو میں نے اس کے سوا کہ خاقانی بطریق تنزل گفتہ است) اور کیا کہا ہے جو مجھے بُرا کہتے ہو وہ بھی ذکر شیر شرزہ غاب ہیں نہ دستابہ کے باب میں اس نے جناب امیر المومنینؓ کے واسطے ایک لفظ سہل سرسری لکھا میں نے قبول نہ کیا اور اُس کے قول کا تنزل ظاہر کر دیا آنحضرت کو اس نے آب دہ دست یا دستابہ وہ کہاں لکھا اور کیوں لکھتا نہ احمق تھا نہ بے ادب جب اُس نے نہیں لکھا تو میں اُس سے کیوں اُلجھوں اور کب الجھا نہ کج فہم ہوں نہ مغلوب الغضب آبدہ دست کے پردے کھل گئے بے اضافہ لفظ آخر دست بمعنی مند نہ آئے گا آبدہ دست ہاتھ دھلانے والا کہلائے گا ہاں ایک طور ہے تم نے اس کو اور طور سے لکھا ہے میں بطریق ابلغ و احسن لکھتا ہوں یعنی تخت اور اورنگ سلاطین کے جلوس کیواسطے

اور وسادہ و مسند امرا کے جلوس کے واسطے موضوع ہے نظر اس اصل پر سلطان کو زیب افزاے اورنگ بے اضافہ لفظ سلطنت اور امیر کو زینت بخش مسند بے افزایش لفظ امارت لکھو انبیا خصوصاً سید الانبیا مسند پر کب بیٹھے تھے اُن کے غلاموں کو امارت ننگ ہے اور زمزمۂ الفقر فخری بلند آہنگ ہے میرے خداوند کا فرش حصیر نہ گلیم رد اے صحابہ رض سطح خاک ہیں مومن مجرم اپنے اُس خداوند کو جس کی شان میں یہ مصرع اگرچہ مدح مجمل ہے مصرعہ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر + لیکن قول فیصل ہے آبدہ دست و زینت بخش مسند کیونکر سمجھوں بلکہ مجموع اہل اسلام بشرط فہم صحیح و طبع سلیم گوارا نہ کریں گے کہ وہ صفت عام جو دنیادار وں کے واسطے ہے قبلہ دین و دنیا پر صادق آئے دکنی اور اُسکے فضلہ خوار قابل خطاب نہیں ایہا الاخ المکرم فضلہ خوار جواب ہے پس گردان جناب کا یہ کلمہ مستوجب عتاب نہیں یقین کہ آپ نے اب تو از روے دلالت لفظ و معنی جان لیا ہوگا اور اس فقیر حقیر کو نظر بہ قومیت ترک و پیشۂ آبائی سپاہ گری عس المحققین خطاب دیا ہوگا جاننا اس امر کا کہ آب دہ دست میں اگر آب سے پانی اور دست سے ہاتھ مراد لیں تو اُس کو اسم پمیبر سمجھنا کتنی بے ادبی ہے اور اگر آب کو بمعنی رونق اور دست کو بمعنی مسند مانیں تو بے الحاق لفظ نبوت و ہدایت حضرت کو اس ترکیب کا مشار الیہ سمجھنا بھی بو العجبی ہے آبدہ دست رونق بخش مسند صفت ہے عموماً منعمان مالدار کی یہانتک کہ اس اصطلاح سے تعریف کر سکتے ہیں صرافان و ساہو کاران بلاد و امصار کی میں اب قطع کلام کرتا ہوں اور آپ کو بکمال تعظیم سلام کرتا ہوں پمیبر کی تحقیر کو مسلم رکھتے ہو تم جانو اور سید ابرار خاقانی پر بہتان کرتے ہو تم جانو اور وہ میدان معنی کا شہسوار مجھکو

جسقدر تم نے لکھا ہے یا کوئی اور لکھ رہا ہے اگرچہ وہ سب لغو اور جھوٹ ہے معقول اور راست نہیں لیکن واللہ مجھ کو عرصہ محشر میں اُس کی باز خواست نہیں شعر

زمین عشق بکونین صلح کل کردیم + تو خصم باش و زما دوستی تماشا کن +

۱۳۲ مولوی عبدالرزاق شاکر کے نام

مخدوم مکرم مظہر لطف و کرم جناب مولوی صاحب اشرف الوکلا درویش گوشہ نشین غالب حزین کا سلام آپ کے عنایت نامہ کے ورود سے میں آپ کا احسان مند ہوا اور دل سے آپ کو دعائیں دیں کیوں حضرت آپ حیران ہوے ہوں گے کہ یہ شخص اتنا فضول اور لغو کیوں ہے خط کے پہونچنے سے اظہار منت پذیری اگر گزاف نہیں کیا ہے اب اس خوشی اور دعائیں دینے کی وجہ سُنیے یعنی آپ کے سبب سے میں نے اپنے والا برادر از جان عزیز تر بدل نزدیک و از دیدہ دور نامہربان بخود مغرور میر قاسم علی خاں کا رقعہ اپنے نام کا پایا اللہ اللہ اگر آپ باعث نہ ہوتے تو بھائی صاحب کا ہے کو مجھ کو خط لکھتے انھیں سے پوچھیے کہ کبھی تم نے اسد کو خط لکھا ہے پس بعد اس توضیح کے آپ کی تحریر کا جواب لکھتا ہوں آپ کا واسطے اصلاح کلام کے رجوع کرنا میری طرف موجب نازش کا ہے میرا طریق اس فن خاص میں یہ ہے کہ جو شعر بے عیب ہوتا ہے اُس کو بدستور رہنے دیتا ہوں اور جہاں لفظ کے بدلے لفظ لکھتا ہوں اُس کی وجہ خاطر نشان کر دیتا ہوں تاکہ آیندہ صاحب کلام اُس قسم کے کلام میں خود اپنے کلام کا مصلح رہے مطلع کا یہ مصرع مصرعہ

۱؎ عشق کی برکت سے ہم نے دونوں جہان سے صلح کل کرلی + تو یونہی دشمن رہ اور ہماری طرف سے دوستی دیکھتا جا ۱۲

سرخوش و سرشار مستم ملی + لسان فارسی میں سرشار صفت ہے پیالے کے معنی لفظی اسکے لبریز پس شارب کو لبریز کیونکر کہیں گے اور یہ جو اردو ست و سرشار مترادف المعنی استعمال میں آتے ہیں امر حدا گانہ ہے فارسی میں تتبع اُردو کا ناجائز رند عالم سوز شعراے عجم میں بمعنی رند بے نام و ننگ آیا ہے جیسا کہ استاد کہتا ہے مصرعہ رند عالم سوز را با مصلحت بینی چہ کار + حسن مطلع سست تھا میر سد بر بادہ الخ بر شیشہ یہاں انسب ہے از لحد چون خاک جستم خاک کو جستن سے کیا علاقہ (نقد جاں را مہر ستم ملی) تعقید معنوی ہے طالب عہد استم طالب عہد الست یعنی عہد الست کس سے مانگتا ہے ہاں سرخوش عہد الست بمحل و بموقع۔ متوقع ہوں کہ میرا یہ رقعہ جو آپ کے نام کا ہے جناب میر قاسم علیخاں صاحب کو پڑھا دیجیے گا اور اب جو آپ مجھے خط لکھیں تو یہ بھی لکھیے گا کہ ہنوز وہ صدر امین ہیں یا ترقی کی اور صدر الصدور ہو گئے اور اگر ترقی نہیں کی تو کیا وجہ۔

۱۳۲ مولوی عبدالرزاق شاکر کے نام

جناب مولوی صاحب مخدوم مولوی محمد عبدالرزاق صاحب شاکر کی خدمت میں بعد سلام یہ التماس ہے کہ مولوی صاحب عالیشان مولوی مفتی اسد اللہ خان بہادر کی خدمت میں فقیر کا سلام پہونچایئے میں تو آپ سے عرض کرتا ہوں مگر آپ مفتی صاحب سے کہیے کہ مجھ کو باوجود شدت نسیان آپ کا تشریف لانا یاد ہے چھاپے کے اجزا اٹھا کر میں نے آپ کے سامنے ایک غزل اپنی پڑھی تھی جس کے دو شعر قطعہ بند ہیں قطعہ

از زندہ گوہرے چو من اندر زمانہ نیست + خود را بخاک رہگذر حیدر افگنم +

سلہ مجھ سا قیمتی موتی کوئی اس دنیا میں نہیں ہے + میں اپنے آپ کو حضرت علیؓ کے راستہ کی خاک پر ڈالتا ہوں۔

منصورؔ فرقۂ علی اللّٰہیان منم + آوازہ انا اسد اللّٰہ در افگنم + خدا کرے حضرت کو بھی یہ واقعہ یاد ہو اتحاد اسمی دلیل مودت روحانی ہے اخی مکرمی میر قاسم علی خاں کو سلام پہونچے سال گذشتہ کی تعطیل کی طرح دلی آ کر مجھ سے بے ملے نہ چلے جائیے گا پھر حضرت مکتوب الیہ سے کلام ہے اشعار بعد حک و اصلاح کے پہونچتے ہیں یہ رتبہ میری ارزش[1] کے فوق ہے کہ میں آپ کے کلام میں دخل و تصرف کروں بندہ نواز زبان فارسی میں خطوں کا لکھنا پہلے سے متروک ہے پیرانہ سری و ضعف کے صدقوں سے محنت پژوہی و جگر کاوی کی قوت مجھ میں نہیں رہی حرارت غریزی[2] کو زوال ہے اور یہ حال ہے شعر مضمحل ہو گئے قویٰ غالب + وہ عناصر میں اعتدال کہاں + کچھ آپ ہی کی تخصیص نہیں سب دوستوں کو جن سے کتابت رہتی ہے اردو ہی میں نیاز نامے لکھا کرتا ہوں جن جن صاحبوں کی خدمت میں آگے میں نے فارسی زبان میں خطوط و مکاتب لکھے اور بھیجے تھے اُن میں جو صاحب الی الآن ذی حیات و موجود ہیں اُن سے بھی عند الضرورت اسی زبان مروج میں مکاتب و مراسلت کا اتفاق ہوا کرتا ہے پارسی مکتوبوں و رسالوں و نسخوں و کتابوں کے مجموع شیرازہ بستہ چھاپا ہو کر اطراف و اقصاے عجم میں پھیل گئے حال کی نثروں کو کون فراہم کرنے جائے جاں کنی کے خیالات نے مجھ کو اُن کی تحریر و تعلق و بار سے دست بردار و آزاد و سبکدوش کر دیا جو نثریں کہ مجموع و یکجا ہو کر جہاں جہاں منتشر ہو گئی ہیں اور آیندہ ہوں انھیں کو جناب احدیت جلت عظمتہ مقبول قلوب اہل سخن و

---

[1] نصیری کی جماعت کا میں منصور ہوں + لہذا انا اسد اللّٰہ کا نعرہ لگاتا ہوں ۱۲ [2] قیمت سے بالا ۱۲ [3] حرارت اصلی ۱۲۔

مطبوع طبائع ارباب فن فرمائیے اور میں اب انتہائے عمرنا پائدار کو پہونچ کر آفتاب لب بام اور بہجوم امراض جسمانی و آلام روحانی سے زندہ درگور ہوں کچھ یاد خدا بھی چاہیے نظم ونثر کی قلمرو کا انتظام ایزد دانا و توانا کی عنایت و اعانت سے خوب ہو چکا اگر اُس نے چاہا تو قیامت تک میرا نام ونشان باقی و قائم رہیگا پس امیدوار ہوں کہ آپ انھیں نذور محقرہ یعنی تحریرات روزمرہ اُردوے سادہ و سرسری کو تا امکان غنیمت جان کر قبول فرماتے رہیں اور درویش دلریش و فرو ماندۂ کشاکش معاصی کے خاتمہ بخیر ہونے کی دعا مانگیں اللہ بس ماسوے ہوس ۔ تعقید معنوی کو حضور خود جانتے ہوں گے اس کی توضیح و تفصیل میں تحصیل حاصل و تطویل لاطائل کی صورت نظر آتی ہے لہذا خامہ فرسائی بروے کار نہیں آئی ۔

۱۳۴ مولوی عبدالرزاق شاکر کے نام

حضرت تین دوستوں نے مؤلف محرق پر جسکا نام صاحب تپ محرق رکھا گیا ہے جوتی پیزار کی ہے ایک رسالہ جو موجود تھا بھیجا جاتا ہے وہ دو نسخے بھی اگر بہم پہونچ گئے تو بھجوا دوں گا غزل بعد اصلاح کے جاتی ہے طرز فقیر مبارک ہو ۔

۱۳۵ مولوی عبدالرزاق شاکر کے نام

حضرت مطالب علمی و شعری کا لکھنا موقوف سوال پر ہے جب حضور

کی طرف سے کوئی سوال آئے گا بقدر اپنے معلوم کے جواب لکھا جائے گا شعر

ہیں اپنے گنہ مزیلِ امید + ایمان کہاں ہے ایک ڈر ہے + اس شعر میں قصد اچھا ہے مگر بیان ناقص ہے مطلب تو یہ ہے کہ صرف خوف اصل ایمان نہیں رجا کا بھی شمول چاہیے اور یہ بات اس تقریر سے نکلتی نہیں ۔

۱۳۶ مولوی عبدالرزاق شاکر کے نام

پیر و مرشد مصرعہ ایک شمع ہے دلیل سحر سو خموش ہے + یہ خبر ہے پہلا مصرع مصرعہ ظلمتکدے میں میرے شب غم کا جوش ہے + یہ مبتدا ہے شب غم کا جوش یعنی اندھیرا ہی اندھیرا ظلمت غلیظ سحر نابیدا گویا خلق ہی نہیں ہوئی ہاں دلیل صبح کی بود یہ ہے بجھی ہوئی شمع اس راہ سے کہ شمع و چراغ صبح کو بجھا یا کرتے ہیں لطف اس مضمون کا یہ ہے کہ جس شے کو دلیل صبح ٹھہرایا وہ خود ایک سبب ہے منجملہ اسباب تاریکی کے پس دیکھا چاہیے جس گھر میں علامت صبح مؤید ظلمت ہوگی وہ گھر کتنا تاریک ہوگا شعر مقابل ہے مقابل میرا + رک گیا دیکھ روانی میری + تقابل و تضاد کو کون نہ جانے گا نور و ظلمت شادی و غم و راحت و رنج وجود و عدم لفظ مقابل اس مصرع میں بمعنے مرجع ہے جیسے حریف کہ بمعنی دوست کے بھی مستعمل ہے مفہوم شعر یہ کہ ہم اور دوست از روے خوے و عادت ضد ہمد گر ہیں وہ میری طبع کی روانی دیکھ کر رک گیا غزل بعد اصلاح کے پہونچتی ہے آپ اپنی طرف سے اس کو استصلاح سمجھتے ہیں اور میں اسکو اپنی جانب سے استفادہ جانتا ہوں والسّلام ۔

۱۳۷ مولوی عبدالرزاق شاکر کے نام

فقیر اسد اللہ نے اس کاغذ کے لفافے پر مرسلۂ محمد عبدالرزاق جعفری الحیدری اور ٹکٹ پر شاکر دیکھ کر دیر تک غور کی کہ یہ دو صاحب ہیں بعد تامل یاد آیا کہ مولوی عبدالرزاق صاحب اسم شریف اور شاکر تخلص ہے غور کیجیے کہ نسیان کا کیا عالم ہے واللہ اگر مجھ کو یاد ہو کہ سابق میں کوئی غزل آپ کی آئی ہے یہ لفافہ لکھا ہوا یکم اگست سال حال کا کل میں نے ڈاک سے پایا آج غزل کو دیکھا کل یہ لفافہ روانہ کروں گا شعر کوئی اٹھا نہیں آگے ترے ہمتا ہو کر + آئنہ جب نظر آیا ہے تو اندھا ہو کر + یہ مطلع دلنشین ہے مگر اتنا تامل ہے کہ آئینہ کو اندھا کہنا چاہیے یا نہیں شعر مردم چشم یہ جب نظر آتا ہے ترا + بیٹھ جاتا ہے مرے دل میں سویدا ہو کر + مردم یعنی آنکھ کی پتلی مذکر نہیں معشوق کی قید کیا ضرور دعوے حسن پرستی رہے عموماً یہ خوب ہے شعر نظر آتی ہے جہاں مردمک چشم سیاہ + بیٹھ جاتی ہے مرے دل میں سویدا ہو کر + شعر حرمت مے کے لیے پیر مغاں کا ہے یہ حکم + ریش قاضی کی رہے پنبۂ مینا ہو کر + یہ شعر بے لطف ہو گیا کس واسطے کہ جب قاضی کی ریش کہی تو وہ ایہام ریش قاضی کہاں رہا۔ کارگاہ ہستی میں الخ داغ سامان مثل انجم انجمن وہ شخص کہ داغ جس کا سرمایہ و سامان ہو موجودیت لالہ کی منحصر نمائش داغ پر ہے ورنہ رنگ تو اور پھولوں کا بھی لال ہوتا ہے۔ بعد اسکے یہ سمجھ لیجیے کہ پھول کے درخت یا غلہ جو کچھ بویا جاتا ہے دہقان کو جوتنے بونے پانی دینے میں مشقت کرنی پڑتی ہے اور ریاضت میں لہو گرم ہو جاتا ہے

مقصود شاعر کا یہ ہے کہ وجود محض رنج و عنا ہے مزارع کا وہ لہو جو کشت و کار میں گرم ہوا ہے وہی لالہ کی راحت کے خرمن کا برق ہے حاصل موجودیت داغ اور داغ مخالف راحت اور صورت رنج غنچہ الخ کلی جب نئی نکلے بصورت قلب صنوبری نظر آئے اور جب تک پھول بنے برگ عافیت معلوم یہاں معلوم بمعنے معدوم ہے اور برگ عافیت بمعنی مایۂ آرام مصرعہ برگ عیشی بگور خویش فرست + برگ اور ساز و برگ بمعنی ساز و سامان ہے خواب گل شخصیت گل باعتبار خموشی و برجاماندگی پریشانی ظاہر ہے یعنی شگفتگی وہی پھول کی پنکھڑیوں کا بکھرا ہوا ہونا غنچہ بصورت دل جمع ہے باوصف جمعیت دل گل کو خواب پریشان نصیب ہے ہم سے رنج الخ پشت دست صورت عجز، اور خس بدنداں وکاہ بدنداں گرفتن بھی اظہار عجز ہے پس جس عالم میں کہ داغ نے پشت دست زمین پہ رکھدی ہو اور شعلہ نے تنکا دانتوں میں لیا ہو ہم سے رنج و اضطراب کا تحمل کس طرح ہو قبلہ ابتدائے فکر سخن میں بیدل و اسیر و شوکت کے طرز پر ریختہ لکھتا تھا چنانچہ ایک غزل کا مقطع یہ تھا ؎ طرز بیدل میں ریختہ لکھنا + اسداللہ خاں قیامت ہے - ۱۵ - برس کی عمر سے ۲۵ - برس کی عمر تک مضامین خیالی لکھا کیا دس برس میں بڑا دیوان جمع ہوگیا آخر جب تمیز آئی تو اُس دیوان کو دور کیا اوراق یک قلم چاک کیے دس پندرہ شعر واسطے نمونہ کے دیوان حال میں رہنے دیے -- بندہ پرور اصلاح نثری کی ضرورت نہیں آپکی انشا کی یہ روش خاص دلچسپ اور بے عیب ہے اس وضع کو نہ چھوڑیے اور جو میرا تتبع اور مجھ پر توجہ منظور ہو تو پنج آہنگ وغیرہ میری مصنفات کو بامعان نظر و صرف ہمت ملاحظہ فرمائیے اور مشق بڑھائیے چشم بد دور طبیعت حضور کی نہایت

عالی اور مناسب اس فن کے ہے میں آپ کی رسائی ذہن اور قوت قلم سے امید قوی رکھتا ہوں کہ عنقریب بہت خوب لکھیے گا میرے اور تمام دوستوں کے فخر اور دشمنوں کے رشک ہو جاوے گا ان ہذا الامر یسیر کہ العلم یا مولانا و بالفضل والکمال اولانا۔

۱۳۸ مولوی عبدالرزاق شاکر کے نام

قبلہ و کعبہ فقیر پا در رکاب ہے سہ شنبہ چار شنبہ ان دونوں دنوں میں سے ایک دن عازم رامپور ہوگا تقریب وہاں کے جانے کی رئیس مرحوم کی تعزیت اور رئیس حال کی تہنیت دو چار مہینے وہاں رہنا ہوگا اب جو کوئی خط آپ بھیجیں تو رامپور بھیجیں مکان کا پتہ لکھنا ضرور نہیں شہر کا نام اور میرا نام کافی ہے مخمس بعد اصلاح بھیجا جاتا ہے حق تو یہ ہے کہ شعر آپ کہتے ہیں اور حظ میں اٹھاتا ہوں حسن اتفاق سے اصلاح خمسہ کے وقت دوست غمگسار یار وفا شعار علامۂ روزگار ختم العلماء المتبحرین مولوی مفتی صدر الدین خاں صاحب بہادر صدر الصدور دہلی المتخلص بہ آزردہ دام بقاءہ و زاد علاءہ کہ مجھ سے ملنے کو غمخانے پر تشریف لائے ہوئے موجود تھے خمسہ کو دیکھ کر پسند فرمایا حضور کی بلاغت کی تحسین عربی مصرعوں کے میرے ساتھ شریک غالب ہو کر مرنے لوٹے اور آپ کی شیرینی گفتار کے وصف میں تا دیر عذب البیان و رطب اللسان رہے اور مجھ سے بقدر میرے معلوم و بیان کے آپ کی صفات حمیدہ سے واقف و آگاہ ہو کر بہت شاد و خرسند ہوئے مبارک ہونا دیدہ و غائبانہ یعنی محض مشتاقانہ بہ تمنائے ملاقات عجز و نیاز لکھنے کو ارشاد کر گئے ہیں لہذا میں لکھتا ہوں قبول فرمائیے گا۔

۱۳۹ مولوی عبدالرزاق شاکر کے نام

قبلہ پہلے معنی ابیات بے معنی سنیئے نقش فریادی الخ ایران میں رسم ہے کہ داد خواہ کاغذ کے کپڑے پہن کر حاکم کے سامنے جاتا ہے جیسے مشعل دن کو جلانا یا خون آلودہ کپڑا بانس پر لٹکا کر لے جانا بس شاعر خیال کرتا ہے کہ نقش کس کی شوخی تحریر کا فریادی ہے کہ جو صورت تصویر ہے اس کا پیرہن کاغذی ہے یعنی ہستی اگرچہ مثل تصاویر اعتبار محض ہو موجب رنج و ملال و آزار ہے شوق ہر رنگ الخ رقیب بمعنی مخالف یعنی شوق سروسامان کا دشمن ہے دلیل یہ ہے کہ قیس جو زندگی میں ننگا پڑا پھرتا تھا تصویر کے پردے میں بھی ننگا ہی رہا لطف یہ ہے کہ مجنون کی تصویر بانتر عریاں ہی کھنچتی ہے جہاں کھنچتی ہے زخم نے داد الخ یہ ایک بات میں نے اپنی طبیعت سے نئی نکالی ہے جیسا کہ اس شعر میں شعر نہیں ذریعۂ راحت جراحت پیکان + وہ زخم تیغ ہے جسکو کہ دلکشا کہیے + یعنی زخم تیر کی توہین بسبب ایک رخنہ ہونے کے اور تلوار کے زخم کی تحسین بسبب ایک طاق سا کھل جانے کے زخم نے داد نہ دی تنگی دل کی یعنی زائل نہ کیا تنگی کو پرفشاں بمعنی بیتاب اور یہ لفظ تیر کے مناسب حال معنی یہ کہ تیر تنگی دل کی داد کیا دیتا وہ تو خود ضیق مقام سے گھبرا کر پرفشاں اور سراسیمہ نکل گیا نامہ غالب کا مکتوب الیہ رحیم بیگ نامے میرٹھ کا رہنے والا ہے دس برس سے اندھا ہوگیا ہے کتاب پڑھ نہیں سکتا سُن لیتا ہے عبارت لکھ نہیں سکتا لکھوا دیتا ہے بلکہ اُس کے ہموطن ایسا کہتے ہیں کہ وہ قوت علمی بھی نہیں رکھتا اوروں سے مدد لیتا ہے اہل دہلی کہتے ہیں کہ مولوی

امام بخش صہبائی سے اس کو تلمذ نہیں ہے اپنا اعتبار بڑھانے کو اپنے کو اُن کا شاگرد بناتا ہے میں کہتا ہوں کہ وائے اُس ہیچ دپوچ پر جس کو صہبائی کا تلمذ موجب عز و وقار ہو رسالہ اس کا ساطع برہان دلی پہونچکر ڈھونڈھوں گا اگر مل گیا تو خدمت میں پہونچے گا جناب مستطاب میر قاسم علی خاں صاحب صادق القول ہیں میرے گھر آئے ہوں گے دروازہ بند پایا ہوگا مگر ایک خدشہ ہے کہ حضرت میں اور میرے بھائی مرزا علی بخش خاں میں بہت ربط و اتحاد تھا اور وہ مرحوم خدا بخش بیا مرزا و کذب و گزاف میں ضرب المثل تھا اس تصور سے اگر میں اس جملے کے سچ جاننے میں تامل کروں تو میرا تامل بیجا نہ ہوگا بہرحال انکو میرا سلام کہیے گا۔ سیلاب چین ایک لفظ ہے ہندیان فارسی داں کا اصل لغت چلیچی اور یہ لغت ترکی ہے معہذا احباب آسمان جب تک کہ آسمان کو بحر یا دریا نہ کہیں حباب آسمان نہ مقبول نہ مسموع ونات مسموع ہے اگر فتحہ الف کا اشباع جائز ہو ورنہ ونات پروری کی جگہ ادنی پروری بہتر ہے بلکہ ونات بادنارت بہرحال صفت ہے پرورش موصوف کی چاہیے نہ صفت کی والسّلام ۔

۱۴۱ مولوی عبدالرزاق شاکر کے نام

قبلہ آپ کو یہ تو معلوم ہو گیا ہو گا کہ ۸۔ جنوری کو فقیر دلی پہونچا تھکا ماندہ خستہ رنجور ہنوز افاقت کلی نہیں پائی آج صبحدم ہوا بند ہے دھوپ تیز ہے پشت بآفتاب تکیہ کے سہارے بیٹھا ہوا یہ سطریں لکھ رہا ہوں غزل پہونچتی ہے گوند میں لتھڑ کر

لہ تلمذ۔ شاگردی ۱۲۔

ایک ٹکڑا کاغذ کا الگ ہو گیا ہے حضرت باحتیاط اُس کو لفافے سے نکالیں بیت ہے
تمھارا آفتابہ آفتاب آسمان ہے دیکھو اپنی چلمچی ہیں حباب آسماں + اگر پسند آئے تو اس
مطلع کو یوں رہنے دیجیے مولوی نظامی گنجوی علیہ الرحمۃ کا ایک شعر طالب علموں
کے ہاتھ پڑا انھوں نے از روے قواعد نحو اس میں کلام کرنا شروع کیا مولوی کے
پاس جب وہ کلمات پہونچے تو فرمایا کہ یاران شعر را بدرسہ کہ برد جو صاحب یہ فرماتے
ہیں کہ مجموع پہلا مصرع مبتدا نہیں ہو سکتا اُن سے پوچھا چاہیے کہ کیا آپ اُسی
پہلے مصرعہ میں سے (ظلمتکدے میں میرے) اسکو مبتدا اور (شب غم کا جوش ہے)
اس کو خبر ٹھہراتے ہیں بس اگر یوں ہے تو بھی مدعا حاصل ہے دوسرا مصرع دوسری خبر سہی
آخر یہ بھی تو مسلمات فن نحو میں سے ہے کہ ایک مبتدا کی دو بلکہ زیادہ خبر ہو سکتی ہیں ہاں
ایک قاعدہ اور ہے یعنی جملہ فعلیہ کے ماقبل جو عبارت ہوتی ہے اُس کو مبتدا نہیں کہتے
اس مطلع کا مصرعۂ ثانی جملہ اسمیہ ہے اپنے ماقبل مبتدا کو قبول کرتا ہے اگر ہم نے نظراس
دستور پر مصرعہ اول کو مبتدا کہا تو بھی قباحت لازم نہیں آتی بہرحال جو وہ صاحب
اسی پہلے مصرع کو قرار دیں وہ مجھے قبول ہے مگر شعر میرا مہمل نہیں زیادہ اس سے
کیا لکھوں بھائی میر قاسم علی خاں صاحب کو بندگی۔

(۱۴) مخدوم و مکرم قاضی عبدالجمیل کے نام

مخدوم و مکرم و معظم جناب مولوی عبدالجمیل صاحب کی خدمت میں بعد ابلاغ سلام
مسنون الاسلام کے عرض کیا جاتا ہے کہ آپ کی ارادت میرا ذریعہ فخر و سعادت ہے۔
دو عنایت نامے آپ کے اوقات مختلف میں پہونچے پہلے خط کے حاشیہ اور پشت پر

اشعار لکھے ہوئے ہیں سیاہی اس طرح کی پھیلی کہ حروف اچھی طرح پڑھے نہیں جاتے اگرچہ بینائی میری اچھی ہے اور میں عینک کا محتاج نہیں لیکن باایں ہمہ اُس کے پڑھنے میں بہت تکلیف کرنی پڑتی ہے علاوہ اس کے جگہ اصلاح کی باقی نہیں چنانچہ اُس خط کو آپ کی خدمت میں واپس بھیجتا ہوں تاکہ آپ یہ نہ جانیں کہ میرا خط پھاڑ کر پھینک دیا ہوگا اور معہذا میرا اندیشہ آپ کو بھی ہو جائے آپ خود دیکھ لیں کہ ایسی اصلاح کہاں دی جائے واسطے اصلاح کے جو غزل بھیجیے اس میں بین الافراد و بین مصرعہا فاصلہ زیادہ چھوڑیے ایک خط میں جو کاغذ اشعار کا ہے حروف اُسکے روشن ہیں مگر بین السطور مفقود اور اصلاح کی جگہ معدوم آپ کی خاطر سے رنج کتابت اٹھاتا ہوں اور ان دونوں غزلوں کو بعد اصلاح لکھتا جاتا ہوں مسودہ تو آپکے پاس ہوگا اُس سے مقابلہ کر کر معلوم کر لیجیے گا کہ کس شعر پر اصلاح ہوئی اور کیا اصلاح ہوئی اور کون سی بیت موقوف ہوئی مشاعرہ یہاں شہر میں کہیں نہیں ہوتا قلعہ میں شہزادگان تیموریہ جمع ہو کر کچھ غزلخوانی کر لیتے ہیں وہاں کے مصرعۂ طرحی کو کیا کیجیے گا اور اُس پہ غزل لکھ کر کہاں پڑھیے گا میں کبھی اُس محفل میں جاتا ہوں اور کبھی نہیں جاتا اور یہ صحبت خود چندروزہ ہے اس کو دوام کہاں کیا معلوم ہے ابھی نہ ہو اب کی ہو تو آیندہ نہ ہو والسلام مع الاکرام۔

۱۲۔ مخدوم مکرم قاضی عبدالجمیل کے نام

قبلہ آپ کو خط کے بھیجنے میں تردد کیوں ہوتا ہے ہر روز دو چار خط اطراف و جوانب سے آتے ہیں گاہ گاہ انگریزی بھی اور ڈاک کے ہرکارے بھی میرا گھر

جانتے ہیں پوسٹ ماسٹر میرا آشنا ہے مجھ کو جو دوست خط بھیجتا ہے وہ صرف شہر کا نام اور میرا نام لکھتا ہے محلہ بھی ضرور نہیں آپ ہی انصاف کریں کہ آپ لال کنواں لکھتے رہے اور مجھ کو بلی ماروں میں خط پہونچتا رہا یہ ابکی آپ نے حکیم کا نے کا نام کیا لکھا ہے اس غریب کو تو شہر میں کوئی جانتا بھی نہیں خلاصہ یہ کہ خط آپ کا کوئی تلف نہیں ہوا جو آپ نے بھیجا وہ مجھ کو پہونچا بات یہ ہے کہ شوقیہ خطوں کا جواب کہاں تک لکھوں میں نے آئین نامہ نگاری چھوڑ کر مطلب نویسی پر مدار رکھا ہے جب مطلب ضروری التحریر ہو تو کیا لکھوں اب کی آپ کے خط میں تین مطلب جواب لکھنے کے قابل تھے ایک تو وہ رباعی جو آپ نے اس ننگ آفرینش کی مدح میں لکھی ہے اُس کا جواب بندگی ہے اور کورنش اور آداب دوسرا امر عاخط کے نہ پہونچنے کا وسوسہ سو اُس کا جواب لکھ چکا تیسرا امر جناب مولوی امتیاز خاں صاحب کا میرے یہاں آنا اور میرا اُس وقت مکان پر موجود نہ ہونا واللہ مجھ کو بڑا رنج ہوا اگر آپ سے ملیں تو میرا سلام کہیے گا اور میرا ملال ان سے بیان کیجیے گا صبح کو میں ہر روز قلعہ کو جاتا ہوں ظاہرا مولوی صاحب اول روز آئے ہوں گے جب سوار ہو جاتا ہوں تب بھی دو چار آدمی مکان پر ہوتے ہیں مولوی صاحب بیٹھتے حقہ پیتے اگر قلعہ جاتا ہوں تو پہر دن چڑھے آتا ہوں زیادہ اس سے کیا لکھوں۔

۱۴۳ مخدوم مکرم قاضی عبد الجمیل کے نام

آداب بجا لاتا ہوں آپ کا نوازشنامہ پہونچا غزلیں دیکھی گئیں فقیر کا قاعدہ یہ ہے کہ اگر کلام میں اسقام و اغلاط دیکھتا ہوں تو رفع کر دیتا ہوں اور اگر سقم سے خالی

پاتا ہوں تو تصرف نہیں کرتا پس قسم کھاکر کہتا ہوں کہ ان غزلوں میں کہیں اصلاح کی جگہ نہیں۔

۱۴۴ مخدوم مکرم قاضی عبد الجمیل کے نام

سبحان اللہ سر آغاز[1] فصل میں ایسے ثمر ہاے بیش رس کا بھیجنا نوید ہزار گونہ میمنت اور شادمانی ہے یہ ثمر رب النوع اثمار ہے اسکی تعریف کیا کروں کلام اس بات میں کیا چاہتا ہوں کہ میں یاد رہا اور اہدا[2] کا آپ کو خیال آیا پروردگار باانیمہ روان[3] پروری و کرم گستری و یاد آوری سلامت رکھے جمعہ کے دن جوان دوپہر کے وقت کہار پہونچا اُسی وقت خط کا جواب دے کر اور آم کے دو ٹوکرے دیکر روانہ ہو گیا یہاں سے حسب الحکم اُس کو کچھ نہیں دیا گیا خاطر جمع رہے۔

۱۴۵ مخدوم مکرم قاضی عبد الجمیل کے نام

حضرت کیا ارشاد ہوتا ہے آگے اس سے جو آپ کے اشعار آئے تھے وہ دو دن کے بعد اصلاح دے کر بھیجدیے خط ڈاک میں تلف ہو جائے تو میرا کیا گناہ آج آپ کا یہ خط صبح کو آیا میں نے آج ہی دوپہر کو دیکھ کر لفافہ کر کر ڈاک میں بھجوا دیا اب پہونچے یا نہ پہونچے دو باتیں سنیے طرح بسکون راے قرشت بمعنی قریب ہے لیکن اُردو میں یہ لفظ مستعمل نہیں وہ دوسرا لفظ ہے طرح بحرکت راے قرشت بروزن فرح اُسکو بسکون راے مہملہ بولنا

---

[1] سر آغاز۔ شروع ۱۲ [2] اہدا۔ بھیجنا ۱۲ [3] رواں پروری۔ جان کی پرورش ۱۲

عوام کا منطق ہے ہاں غزل طرح کی زمین طرح کی یہ بسکون اور بمعنی روش و طرز و طرح ہے بفتحتین جناب مولوی احمد حسن صاحب کو میرا سلام پہونچے۔

۱۴۶ مخدوم مکرم قاضی عبدالجمیل کے نام

صاحب وہ خط جس میں اشعار سید مظلوم کے تھے مجھ کو پہونچا اور میں نے اُس خط کا جواب تم کو بھیجا اور ذکر اشعار قلم انداز کیا فارسی کیا لکھوں یہاں ترکی تمام ہے اخوان و احباب یا مقتول یا مفقود الخبر ہزار آدمی کا ماتم دار ہوں آپ غمزدہ اور آپ غمگسار ہوں اس سے قطع نظر کہ تباہ اور خراب ہوں مرنا سر پہ کھڑا ہے پا بر کاب ہوں طرح بالفتح بمعنے نمونہ اور بمعنی قریب سچ لیکن طرح بفتحتین اور چیز ہے غیاث اللغات رامپور میں ایک ملائے مکتبی تھا ناقل ناعاقل جس کا ماخذ او رستند علیہ قتیل کا کلام ہوگا اُس کا فن لغت میں کیا عز جاہ ہوگا مصرعہ کیستم من کہ تا ابد بزیم + لاحول ولاقوۃ یہ مصرع میرا نہیں تا ابد بزیم یہ فارسی لالہ قتیل کی ہے میرا قطعہ یہ ہے قطعہ کیستم[لہ] من کہ جاوداں باشم + چوں نظیری نماند طالب مرد + ور بگویند در کدامیں سال + مرد غالب بگو کہ غالب مرد + یہ مادہ تاریخ از روے نجوم نہیں بلکہ از روے کشف ہے
۱۲۷۷ھ

انا للہ وانا الیہ راجعون +

۱۴۷ مخدوم مکرم قاضی عبدالجمیل کے نام

لہ میں کون ہوں کہ ہمیشہ زندہ رہوں جب نظیری نہ رہا اور طالب مر گیا۔ اور اگر یہ پوچھیں کہ غالب کون سے سن میں مرا تو غالب مرد اُس سے کہدینا ۱۲

پیر و مرشد فقیر ہمیشہ آپ کی خدمتگزاری میں حاضر اور غیر حاضر رہا ہے جو حکم آپ کا ہوتا ہے اُس کو بجا لاتا ہوں مگر معدوم کو موجود کرنا میری وسیع قدرت سے باہر ہے اس زمین میں کہ جس کا قافیہ آپ نے درد دل لکھا ہے میں نے کبھی غزل نہیں لکھی خدا جانے مولوی درویش حسن صاحب نے کس سے اُس زمین کا شعر لے کر میرا کلام گمان کیا ہے ہر چند میں نے خیال کیا اس زمین میں میری کوئی غزل نہیں دیوان ریختہ چھاپے کا یہاں کہیں ہے اپنے حافظہ پر اعتماد نہ کر کر اُسکو بھی دیکھا وہ غزل نہ نکلی سنیے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اور کی غزل میرے نام پر لوگ پڑھ دیتے ہیں چنانچہ انھیں دنوں میں ایک صاحب نے مجھے آگرہ سے لکھا کہ یہ غزل بھیج دیجیے مصرعہ اسد اور لینے کے دینے پڑے ہیں + میں نے کہا لاحول ولا قوۃ اگر یہ میرا کلام ہو تو مجھ پر لعنت اسی طرح زمانۂ سابق میں ایک صاحب نے میرے سامنے یہ مطلع پڑھا شعر اسد اس جفا پر بتوں سے وفا کی ۔ مرے شیر شاباش رحمت خدا کی + میں نے سن کر عرض کیا کہ صاحب جس بزرگ کا یہ مطلع ہے اُس پر بقول اُس کے رحمت خدا کی اور اگر میرا ہو تو مجھ پر لعنت اسد اور شیر اور بت اور خدا اور جفا اور وفا میری طرز گفتار نہیں ہے بھلا ان دونوں شعروں میں تو اسد کا لفظ بھی ہے وہ شعر میرا کیونکر سمجھا جائیگا واللہ باللہ وہ شعر خدنگ کے قافیہ کا میرا نہیں۔

۱۲۴ مخدوم مکرم قاضی عبدالجمیل کے نام

حضرت بہت دنوں میں آپ نے مجھ کو یاد کیا سال گذشتہ ان دنوں میں میں رام پور تھا مارچ ۱۸۶۰ء میں یہاں آگیا ہوں اب یہیں ہوں اور یہیں میں نے

آپ کا خط پایا ہے آپ نے سرنامہ پر رامپور کا نام ناحق لکھا حق تعالیٰ والی رامپور کو صد وسی سال سلامت رکھے اُن کا عطیہ ماہ بماہ مجھ کو پہونچتا ہے کرم گستری واستاد پروری کر رہے ہیں میرے رنج سفر اُٹھانے کی اور رامپور جانے کی حاجت نہیں خلیفہ حسین علی صاحب رامپور میں مجھ سے ملے ہوں گے مگر واللہ مجھ کو یاد نہیں نسیان کا مرض لاحق ہے حافظہ گویا ندارد شامہ ضعیف سامعہ باطل باصرہ میں نقصان نہیں البتہ حدت کچھ کم ہوگئی ہے مصرعہ پیری[۱] و صد عیب چنیں گفتہ اند + بہرحال چونکہ میں دلی میں ہوں اور وہ رامپور گئے[۲] ہیں تو البتہ وہ آپ کے پیام جو ان کی زبان کے محوّل تھے بدستور اُن کی تحویل میں رہے اور مجھ تک نہ پہونچے شہر بہت غارت زدہ ہے نہ اشخاص باقی نہ امکنہ[۳] کتاب فروشوں سے کہدوں گا اگر میری نظم ونثر کے رسالوں میں سے کوئی رسالہ آجائے گا تو وہ مول لے کر خدمت میں بھیجدیا جائے گا مصرعہ دل ہی تو ہے نہ سنگ وخشت + ایک دوست کے پاس بقیۃ[۴] النہب والغارت میرا کچھ کلام موجود ہے اس سے یہ غزل لکھواکر بھیجدوں گا

۱۴۹ مخدوم مکرم قاضی عبدالجمیل کے نام

جناب قاضی صاحب کو بندگی پہونچے عنایت نامہ کے ورود نے شادمان کیا مگر مبہمہ جو نگارش پذیر تھے انھوں نے حیران کیا ابہام کی توضیح اور اجمال کی تفصیل کا مشتاق ہوں آموں کے باب میں جو کچھ لکھا یہ کیوں لکھا اہدا کو دوام کیا ضرور ہے

---

[۱] بڑھاپا اور سو عیب یہی کہتے ہیں ۱۲ [۲] حوالہ کیے گئے ۱۲ [۳] مکانات ۱۲ [۴] لوٹ کھسوٹ کا بچا ہوا ۱۲۔

خصوصاً جبکہ بذات خود حادث ہو حضرات اب کے سال ہر جگہ آم کم ہے اور جو کچھ ہے وہ خشک اور بے مزہ ہے آم کہاں سے ہو نہ بھاوٹ نہ برسات دریا پایاب ہو گئے کنویں سوکھ گئے اثمار میں طراوت کہاں سے ہو جناب اس کا خیال نہ فرماویں اپنے کشف کو غلط کر دوں گا برشگال[۱] آیندہ تک جیوں گا آپ کے مو بہی آم کھاؤں گا۔

نمبر ۱۵ مخدوم مکرم قاضی عبد الجمیل کے نام

جناب مولوی صاحب آپ کے دونوں خط پہونچے میں زندہ ہوں لیکن نیم مردہ آٹھ پہر پڑا رہتا ہوں اصل صاحب فراش ہوں میں دن سے پاؤں پر ورم ہو گیا ہے کف پا و پشت پا سے نوبت گذر کر پنڈلی تک آماس ہے جوتے میں پاؤں سماتا نہیں بول و براز کے واسطے اٹھنا دشوار یہ سب باتیں ایک طرف درد محلل روح ہے ۱۲۷۷ہجری میں میرا نہ مرنا صرف میری تکذیب[۲] کے واسطے تھا مگر اس تین برس میں ہر روز مرگ نو کا مزہ چکھتا رہتا ہوں حیران ہوں کہ کوئی صورت زیست کی نہیں پھر میں کیوں جیتا ہوں روح میری اب جسم میں اس طرح گھبراتی ہے جس طرح طائر قفس میں کوئی شغل کوئی اختلاط کوئی جلسہ کوئی مجمع پسند نہیں کتاب سے نفرت شعر سے نفرت جسم سے نفرت روح سے نفرت یہ جو کچھ لکھا ہے بے مبالغہ اور بیان واقع ہے مصرعہ خرم آں روز کزیں منزل ویراں[۳] بروم ایسے مخمصہ میں اگر تحریر جواب میں قاصر رہوں تو معاف ہوں

---

[۱] برشگال۔ برسات ۱۲ [۲] تکذیب۔ جھٹلانا ۱۲ [۳] وہ دن بڑا اچھا کہ میں اس منزل ویران سے روانہ ہو جاؤں ۱۲

۱۵۱ مخدوم مکرم قاضی عبدالجمیل کے نام

قبلہ مجھے کیوں شرمندہ کیا میں اس ثنا اور دعا کے قابل نہیں مگر اچھوں کا شیوہ ہے بُروں کو اچھا کہنا اس مدح گستری کے عوض میں آداب بجا لاتا ہوں۔

۱۵۲ مخدوم مکرم قاضی عبدالجمیل کے نام

جناب قاضی صاحب کو میری بندگی پہونچے مکرمی مولوی غلام غوث خاں صاحب بہادر میر منشی کا قول سچ ہے اب میں تندرست ہوں پھوڑا پھنسی کہیں نہیں مگر ضعف کی وہ شدت ہے کہ خدا کی پناہ ضعیف کیوں نہ ہوں برس دن صاحب فراش رہا ہوں ستر برس کی عمر جتنا خون بدن میں تھا بے مبالغہ آدھا اُس میں سے پیپ ہو کر نکل گیا سن کہاں جواب پھر تولید دم صالح[۱] ہو بہرحال زندہ ہوں اور ناتوان اور آپ کی پرسشہائے دوستانہ کا ممنون احسان والسلام مع الاکرام۔

۱۵۳ مخدوم مکرم قاضی عبدالجمیل کے نام

جناب مخدوم مکرم کو میری بندگی نفقۂ نامہ مرقومۂ ۱۲۔ستمبر میں نے پایا حضرت کے سلامت حال پر خدا کا شکر بجا لایا کوئی محکمہ تخفیف میں آئے کوئی گاؤں مثلاً لُٹ جائے آپ کا عہدہ آپ کو مبارک آپ کا دولت خانہ سلامت ہاں وہ جو

---

[۱] دم صالح یعنی اچھا خون ۱۲۔

اسپنے ابن[۱۵] الخال کا اس محکمہ میں وکیل ہونے کا آپ کو کھٹکا ہے البتہ بجا ہے جب آپ ظاہر کر چکے ہیں تو اب اُس کا اندیشہ کیا ہے حاکم سمجھ لے گا وہ وکیل ہیں محکمہ منصفی ہیں نہ رہیں گے محکمۂ صدر امین و سشن جج میں کام کریں گے میں نہ تندرست ہوں نہ رنجور رہوں زندہ بدستور رہوں دیکھیے کب بلاتے ہیں اور رجب تک جیتا رہوں اور کیا دکھاتے ہیں والسلام بالوف الاحترام۔

۱۵۴ مخدوم مکرم قاضی عبد الجمیل کے نام

جناب قاضی صاحب کو سلام اور قصیدہ کی بندگی اگر مجھے قوت ناطقہ پر تصرف باقی رہا ہوتا تو قصیدہ کی تعریف میں ایک قطعہ اور حضرت کی مدح میں ایک قصیدہ لکھتا بات یہ ہے کہ آئین جو شائستہ مدح میں ہے میں اب رنجور نہیں تندرست ہوں مگر بوڑھا ہوں جو کچھ طاقت باقی تھی وہ اس ابتلا میں زائل ہو گئی اب ایک جسم بے روح متحرک ہوں مصرعہ یکے مردہ شخصم بمبردی روان اس مہینے یعنی رجب ۱۲۸۰ھ سے ستروان برس شروع اور اسقام و آلام کا آغاز ہے لاموجود الا اللہ ولا مؤثر فی الوجود الا اللہ۔

۱۵۵ مخدوم مکرم قاضی عبد الجمیل کے نام

قبلہ ایک سو بیس[۱۲۰] آم پہونچے خدا حضرت کو سلامت رکھے دس قلمیں اور چھٹانک بھر سیاہی کہار کے حوالہ کردی ہے خدا کرے بحفاظت آپ کے

---

[۱۵] ابن الخال۔ ماموں زاد بھائی ۱۲

پاس پہونچے میں مریض نہیں ہوں بوڑھا ہوں اور ناتوان گویا نیم جان رہگیا ہوں ایک کم ستر برس دنیا میں رہا کوئی کام دین کا نہیں کیا افسوس ہزار افسوس۔

۱۵۶ مخدوم مکرم قاضی عبدالجمیل کے نام

جناب عالی وہ غزل جو کہار لایا تھا وہاں پہونچی جہاں میں جانے والا ہوں یعنی عدم مدعا یہ کہ گم ہو گئی۔

۱۵۷ مخدوم مکرم قاضی عبدالجمیل کے نام

پیرومرشد نواب صاحب کا وظیفہ خوار گویا اس در کا فقیر تکیہ دار ہوں مسند نشینی کی تہنیت کے واسطے رام پور آیا میں کہاں اور بریلی کہاں ۱۲۔ اکتوبر کو یہاں پہونچا بشرط حیات آخر دسمبر تک دہلی جاؤں گا نمایش گاہ بریلی کی سیر کہاں اور میں کہاں خود اس نمایش گاہ کی سیر سے جس کو دنیا کہتے ہیں دل بھر گیا اب عالم بے رنگی کا مشتاق ہوں لا الہ الا اللہ لا موجود الا اللہ لا موثر فی الوجود الا اللہ۔

۱۵۸ مولوی عزیزالدین کے نام

صاحب کیسی صاحبزادوں کی سی باتیں کرتے ہو دلی کو ویسا ہی آباد جانتے ہو جیسی آگے تھی قاسم خاں کی گلی میر خیراتی کے پھاٹک سے فتح اللہ بیگ خان کے پھاٹک تک بے چراغ ہے ہاں اگر آبادی ہے تو یہ ہے کہ غلام حسین خاں کی حویلی اسپتال ہے اور ضیاء الدین خاں کے کمرے میں ڈاکٹر صاحب رہتے ہیں

اور کالے صاحب کے مکانوں میں ایک اور صاحب عالیشان انگلستان تشریف رکھتے ہیں ضیاء الدین خاں اور ان کے بھائی مع قبائل[۱] وعشائر لوہارو ہیں لال کنوئیں کے محلہ میں خاک اُڑتی ہے آدمی کا نام نہیں تمہارے مکان میں جو چھوٹی بیگم رہتی تھی اُس کے پاس اور لکھمی کی دکان پر اس اشتہار کو بھیجا بیگم لاہور گئی ہوئی ہے لکھمی کی دُکان میں کتّے لوٹتے ہیں مولوی صدر الدین صاحب لاہور ہیں ایزد بخش تراب علی ان لوگوں سے میری ملاقات نہیں میں نے آپ مہر کر دی حکیم احسن اللہ خاں اور میاں غلام نجف اور بہادر بیگ اور نبی بخش خاں ساکن دریبہ انکی مہریں ہوگئیں محضر آپ کے پاس بھیجتا ہوں خط از روے احتیاط بیرنگ بھیجا ہے پوسٹ پیڈ خط اکثر تلف ہو جاتے ہیں چنانچہ قاضی عبدالجمیل صاحب کا خط جس کا آپ نے ذکر لکھا ہے آنکھیں پھوٹ جائیں اگر میں نے دیکھا ہو آپ ان سے میرا سلام نیاز کہیے اور خط کے نہ پہونچنے کی اُن خبر پہونچائیے۔

۱۵۹ مفتی سید عباس کے نام

قبلہ حضرت کا نوازشنامہ آیا میں نے اُس کو حرز بازو[۲] بنایا آپ کی تحسین میرے واسطے سرمایۂ عز وافتخار ہے فقیر امیدوار رہے کہ یہ دفتر بے معنی نہ سرسری بلکہ سراسر دیکھا جائے نہ پیش نظر دھرا رہے بلکہ اکثر دیکھا جاوے میں نے جو نسخہ وہاں بھجوایا ہے گویا کسوٹی پر سونا چڑھایا ہے نہ ہٹ دھرم ہوں نہ مجھے اپنی بات کی پچ ہے دیباچہ و خاتمہ میں جو کچھ لکھ آیا ہوں سب سچ ہے کلام کی حقیقت کی داد چاہتا ہوں

---

[۱] مع اہل وعیال ۱۲ [۲] بازو کا تعویذ ۱۲۔

طرزِ عبارت کی داد چاہتا ہوں نگارش لطافت سے خالی نہ ہوگی گزارش لطافت سے خالی نہ ہوگی علم و ہنر سے عاری ہوں لیکن پچپن برس سے محو سخن گزاری ہوں مبدا فیاض کا مجھ پر احسان عظیم ہے ماخذ میرا صحیح اور طبع میری سلیم ہے فارسی کے ساتھ ایک مناسبت ازلی و سرمدی لایا ہوں مطابق اہل پارس کے منطق کا بھی مزۂ ابدی لایا ہوں مناسبت خداداد تربیت استاد سے حسن و قبح ترکیب پہچاننے لگا فارسی کے غوامض جاننے لگا بعد اپنی تکمیل کے تلامذہ کی تہذیب کا خیال آیا قاطع برہان کا لکھنا کیا ہے گویا باسی کڑھی میں اُبال آیا لکھنا کیا تھا کہ سہام ملامت کا ہدف ہوا ہے یہ تنک مایۂ معارض اکابر سلف ہوا ایک صاحب فرماتے ہیں کہ قاطع برہان کی ترکیب غلط ہے عرض کرتا ہوں کہ حضرت برہان قاطع و قاطع برہان ایک نمط ہے برہان قاطع نے کیا لٹھا نینو نین سکھ قطع کیا ہے جو آپ نے اُس کو قاطع لقب دیا برہان جب تک غیر کی کسی برہان کو قطع نہ کرے گی کیونکر برہان قاطع نام پائے گی برہان قاطع کی صحت میں جتنی تقریریں کیجیے گا وہ قاطع برہان کی صحت کی ثبوت کے کام آئے گی قطعۂ تاریخ کا کیا کہنا گویا یہ کتاب معشوق اور یہ قطعہ اُس کا گہنا ہے جناب نواب صاحب کا نیاز مند اور بندۂ فرمانبردار ہوں بعد عرض سلام شعر کے پسند آنے کا شکر گزار ہوں آپ کے علم و فضل و فہم و ادراک کی جو تعریف کی جائے وہ حق ہے لیکن میرے شعر کی تعریف صرف خریداری دکان بے رونق ہے۔

نمبر ۱۶۰ خواجہ غلام غوث خاں بہادر بیخبر کے نام

قبلہ آپ کا خط پہلا آیا اور میں اس کا جواب لکھنا بھول گیا کل دوسرا خط آیا مگر شام کو اُسی وقت پڑھ لیا آدمی کے حوالہ کیا اُس نے آج صبحدم مجھ کو دیا میں جواب لکھ رہا ہوں بعد اختتام تحریر معنون کر کے ڈاک میں بھجوا دوں گا والی رامپور کو خدا سلامت رکھے اپریل سئی ان دونوں مہینوں کا روپیہ موافق دستور قدیم آیا جون ماہ گذشتہ کا روپیہ خدا چاہے تو آجائے آج جمعہ ۷۔ جولائی ہے معمول یہ ہے کہ دسویں بارھویں کو رئیس کا خط مع ہنڈوی آیا کرتا ہے میں نے قصیدہ تہنیت جلوس بھیجا اُس کا جواب آگیا اب میں نظم و نثر کا مسودہ نہیں رکھتا دل اس فن سے نفور رہے دو ایک دوستوں کے پاس اس کی نقل ہے ان کو اس وقت کہلا بھیجا ہے اگر وہ آج آگیا کل اور اگر کل آیا تو پرسوں بھیجدونگا بھائی امین الدین خاں صاحب کے اصرار سے خسرو کی غزل پر ایک غزل لکھی ہے علاء الدین خاں نے اس کی نقل ان کو بھیجدی میں دیوان پر نہیں چڑھاتا مسودہ بھیجتا ہوں تقدیم و تاخیر ہندسوں کے مطابق ملحوظ رہے گرمی کی شدت سے حواس بجا نہیں معہذا امراض و آلام روحانی

قصیدہ

تجلیی کہ زموسی ربود ہوش بطور
بہ شکل کلب علی خاں دگر نمود ظہور

خجستہ سرورِ سلطان شکوہ را نازم
کہ رشک بر کلہش دارد افسر فغفور

ہوائے لطف وی از جاں گر برد سوزش
نگاہ قہر وے از روئے مہ رباید نور

دم نگارش وصف کلام شیرینش
بجو خیل مور دود برورق حروف سطور

فضائے رزمگہش شاہراہ قہر و غضب   بساط بزمگہش کارگاہ سور و سرور
بخواں شرع ہمیں ہم نوالۂ شبلی   به بزم عشق مہین ہم پیالۂ منصور
زروے رابطۂ حسن ماہتاب جمال   بحسب ضابطۂ جاہ آفتاب ظہور
بحکم مرتبہ او حاکم و فلک محکوم   زراہ قاعدۂ شرع آمرست و مامور
چو آب سیل روانے کہ ایستد بمغاک   بود ہمیشہ بہ فنجان دے شراب طہور
زہے وزیر و خہے شہریار دانا دل   تو شاہ کشور حسن و خرد ترا دستور
بناے منظر جاہ ترا زحل معمار   ثوابت کرۂ چرخ ہشتمی مزدور
ثناگر تو سکندر بہ بار جاے جلال   قفا خور تو ارسطو بدرسگاہ شعور
براے بزم نشاط تو شمع چوں ریزند   ق   نہ پیہ گاؤ بکار آورند و نے کافور
زفیض نسبت خلق تو عنبر سارا   بجاے موم برآید ز خانۂ زنبور
بدیں خرام و بدیں قامت و بدیں رفتار   ق   زبہر فاتحہ آئی اگر بسوے قبور
جہان جانی و جان جہاں عجب نبود   کہ از ورود تو ہر مردہ رقص اندر گور
بہ پیشگاہ تو زانو ہے زند انصاف   کہ اے برحم و کرم در جہانیان مشہور
ور انتقام کشی شیوۂ کرم مگذار   برآر کام دل بدسگال از ساطور
توئی بفضل فزایندۂ عروج علوم   توئی بعلم کشایندۂ عقود صدور
صریر خامۂ من بیں کہ میر باید دل   چنانکہ از لب داؤد استماع زبور
سواد صفحۂ من بیں و تابش معنی   عیاں چو شمع فروزندہ در شب دیجور
امیر زندہ دل آں والی ولایت نظم   بہ گنج خانۂ گنجہ نظامیش گنجور
غروب مہر و طلوع مہ دو ہفتہ بود   رسیدن تو بدیں اوج بعد آں مغفور

چو او بزیر زمیں رفت آں ولایت یافت | تو باش والی روے زمین قرون و دہور
بہ انجمن نرسیدم زنا توانائی | و لے بعرض و ثنا و دعائیم معذور
بخاک پاے تو گر دستگاہ داشتمی | نبود مے بعنم دوری در تو صبور
من آں کسم کہ ز افراط ورزش اخلاص | بغیبت ست مراد عوے دوام حضور
توئی رحیم دل و من سقیم دوری بہ | مباد رنجہ شوی از نظارۂ رنجور
کفے بدست تہی پر ز کیسۂ دلاک | دمے بہ نیسیہ بستے نگر ز دیدۂ مور
کمی ز ما و کرم از شما بلاتشبیہ | ز کردگار بود روز و شب ز بندہ قصور
نظر بہ خستگی و پیری و تہیدستی | قبول کردن تسلیم من خوش ست از دور
شعار **غالب** آزادہ جز دعا نبود | کہ باد سعی دعاگوے در دعا مشکور
بہ ہر تا بود آئین کہ در نوا آرند | رباب و بربط و قانون و نی بمحفل سور
بہ بزم عیش تو ناہید باد زمزمہ سنج | نسیم عطر فروشش از شمیم طرۂ حور

محب ز لطف تو بالندہ چوں نوا از ساز
عدو ز بیم تو نالندہ چوں خر طنبور

غزل

ہم انا اللہ خواں درختے را بگفتار آورد | ہم انا الحق گوی مردی را بسر دار آورد
ایکہ پنداری کہ ناچارست گردوں در روش | نیست ناچار آنکہ گردوں را برفتار آورد
نکتۂ داریم و با یاراں نمی گوئیم فاش تو | طالب دیدار باید تاب دیدار آورد
آں کند قطع بیاباں ایں شگافد مغز کوہ | عشق ہر یک را بطرز خاص در کار آورد

جذب شوقش بیں کہ در ہنگام برگشتن ز دیر — در قفائے خویشتن بت را برفتار آورد
دانہا چوں ریزد از تسبیح تارے بیش نیست — ایں شعبدہ ہرگاہ از سبحہ زنار آورد
آہ ما را ایں کہ نارد از دل سختش خبر — باورانا زم کہ ابر از سوے کہسار آورد
نزد ما حیف ست گو نزد زلیخا سیل باش — جذبہ کز چاہ یوسف را ببازار آورد
ہر انارے را کہ افشاریم از وے خون چکد — ہر نہالے را کہ بنشانیم دل بار آورد
نیست چوں در منطقش جز ذکر شاہد حرف صوت
شاہدے باید کہ غالب را بگفتار آورد

۱۷۔ خواجہ غلام غوث خاں بہادر بیخبر کے نام

قبلہ آپ بیشک ولی صاحب کرامت ہیں کم و بیش ایک ہفتہ گذرا ہو گا کہ ایک امر جدید مقتضی اس کا ہوا کہ آپ کو اس کی اطلاع دوں خانہ کابلی خراب آج لکھوں کل لکھوں اب کون لکھے کل صبح کو لکھوں گا صبح ہوئی غالب اس وقت نہ لکھ سہ پہر کو لکھیو آج دوشنبہ ۲۳۔ جولائی کے بارہ پر دو بجے ہرکارہ نے آپ کا خط دیا پلنگ پر پڑے پڑے خط پڑھا اور اُسی طرح جواب لکھا اگرچہ ڈاک کا وقت نہ رہا تھا مگر بھجوا دیا کل روانہ ہو رہے گا آپ کو معلوم ہو رہے کہ منشی حبیب اللہ ذکا اور نواب مصطفیٰ خاں حسرتی کو کبھی اُردو خط نہیں لکھا ہاں ذکا کو غزل اصلاحی کے ہر شعر کے تحت میں منشاء اصلاح سے آگہی دی جاتی ہے نواب صاحب کو یوں لکھا جاتا ہے کہار آیا خط لایا آم پہونچے کچھ بانٹے کچھ کھائے بچوں کو دعا بچوں کی بندگی مولوی الطاف حسین صاحب کو سلام یہ تحریر اس ہفتے میں گئی ہے غرضکہ عامیانہ لکھنا

اختیار کیا ہے اب یہ عبارت جو تم کو لکھ رہا ہوں یہ لائق شمول مجموعہ نثر اردو کہاں ہو یقین جانتا ہوں کہ ایسی نثروں کو آپ خود نہ درج کریں گے کتاب کے باب میں سرمد کی رباعی کا شعر اخیر لکھدینا کافی ہے **شعر** عالم ہمہ مرآت جمال ازلی ست + می باید دید و دم نمی باید زد + بوستان خیال کا ترجمہ موسوم بحدائق الانظار معرض طبع میں ہے اگر آپ یا آپ کا کوئی دوست خریدار ہو تو جتنی مجلد فرمائیے اُس قدر بھجوا دوں چھ روپے مع محصول ڈاک قیمت ہے اسی مطبع میں جس میں حدائق الانظار انطباع ہوا ہے اخبار بھی چھاپا جاتا ہے ایک ہفتہ کا دو ورقہ بھجوا دیا جاویگا بشرط پسند آپ توقیع خریداری لکھ بھیجیے گا جناب کیمس صاحب بہادر افسر مدارس غرب و شمال کا باوجود عدم تعارف خط مجھ کو آیا کچھ اُردو زبان کے ظہور کا حال پوچھا تھا اس کا جواب لکھ بھیجا نظم و نثر اُردو طلب کی تھی مجموعہ نظم بھیجدیا نثر کے باب میں تمہارا نام نہیں لکھا مگر یہ لکھا کہ مطبع الہ آباد میں وہ مجموعہ چھاپا جاتا ہے بعد انطباع و حصول اطلاع وہاں سے منگا کر بھیجدونگا زیادہ

حد ادب نامہ جواب طلب

۱۶۲ خواجہ غلام غوث خاں بہادر بیخبر کے نام

بندۂ گناہگار شرمسار عرض کرتا ہے کہ پرسوں غازی آباد کا اُٹھا ہوا گیارہ بجے اپنے گھر پر مثل بلائے ناگہانی نازل ہوا ہوں **شعر** آید کہ کنم ہزار نفرین بر خویش

---

۵۱ عالم تمام جمال ازلی کا آئینہ ہے دیکھنا چاہیے اور دم نہ مارنا چاہیے ۱۲ ۵۲ چاہیے کہ میں اپنے اوپر ہزار نفرین کردوں مگر یہ نفرین جادۂ راہ وطن کی زبان سے ہونا چاہیے ۱۲

اما بزبان جادۂ راہ وطن + خواجہ صاحب کی رحلت کا اندوہ بقدر قرب قرابت آپ کو اور باندازۂ مہر و محبت مجھ کو وہ مغفور میرا قدردان اور مجھ پہ مہربان تھا حق تعالےٰ اس کو اعلیٰ علیین میں بسبیل دوام قیام دے رام پور رہی میں تھا کہ اودھ اخبار میں حضرت کی غزل نظر فروز ہوئی کیا کہنا ہے ابداع اس کو کہتے ہیں جدت طرز اس کا نام ہے جو ڈھنگ تازہ نوایان ایران کے خیال میں نہ گذرا تھا وہ تم بروے کار لائے خدا تم کو سلامت رکھے اور میرے اور دکھنی جامع برہان قاطع کے جھگڑے میں بخلاف اور فارسی دانوں کے توفیق انصاف عطا کرے لو اب اس خط کا جواب جلد بھیجو تا یہ طریقہ مسلسل ہو جاوے۔

غزل

چشم کہ باز شد ز خواب فتنہ از و بچار سوست
پردہ ز رخ کہ برکشاد مہر ز شرم زرد روست

رخت خرد بآب رفت عارض شرمگین کہ شست
غرقۂ آب حیرت ست آئنہ با کہ رو بروست

جامہ کہ کرد زیب تن صبح درید پیرہن
بند قبا کہ بستہ است نکہت گل بہ بند اوست

لہ بہشت بریں ۱۲۔

غازہ برخ کہ برکشید رنگ بروے گل شکست
ابروکیست وسمہ تاب گردن خلق تیغ جوست

دست کہ در حنا گرفت لالۂ ترنجوں نشست
چشم کہ مست سرمہ گشت ناطقہ سرمہ درگلوست

جام صبوحیی کہ ز دشیشہ بہ سجدہ می رود
مے زلب کہ کام یافت جوش نشاط درسبوست

چہرہ زمے کہ برفروخت نشاۂ شوق شد بلند
زلف کہ بوے برفشاند موج نسیم مشکبوست

تیغ نگہ کہ آب داد گشتہ فگار سینہا
نوک مژہ کہ تیز کرد دامن زخم بے رفوست

غنچہ زخندہ لب بلب رنگ تبسم کہ دید
درگہر آبرو نماند لعل کہ گرم گفتگوست

طرف کلہ کہ برشکست شیشۂ دل شکستہ شد
قامت خود کہ راست کرد نخل مراد درنموست

موے کمر کہ تاب داد رشتۂ جاں زہم گسیخت
دامن ناز راکہ ہشت خاک زمیں بہ آبروست

بر سر زیں کہ برنشست رفتہ زکفت عنان صبر
سوے چمن کہ میرود باد صبا برفت وروست

بخت کجاست بیخبر تا برکاب او دوم

برسر رہ نشستہ ام نیم نگاہم آرزوست

۱۶۳ خواجہ غلام غوث خان بہادر بیخبر کے نام

قبلہ پیری و صد عیب ساتویں دہائی کے مہینے گن رہا ہوں قولنج آگے دوری تھا اب دائمی ہو گیا ہے مہینہ بھر میں پانچ سات بار فضول مجتمعہ دفع ہو جاتے ہیں اور یہی منشاء حیات ہے غذا کم ہوتے ہوتے اگر مفقود نہ کہو تو بمنزلۂ مفقود کہو پھر گرمی نے مار ڈالا ایک حرارت غریبہ جگر میں پاتا ہوں جس کی شدت سے بھنا جاتا ہوں اگرچہ جرعہ جرعہ پیتا ہوں مگر صبح سے سوتے وقت تک نہیں جانتا ہوں کہ کتنا پانی پی جاتا ہوں۔ میرے ایک رشتہ دار کے بھتیجے نے بوستان خیال کا اُردو میں ترجمہ کیا ہے میں نے اُس کا دیباچہ لکھا ہے ایک دو ورقہ اُس کا نہ بصورت پارسل بلکہ بہیئت خط بھیجتا ہوں آپ کا مقصود دیباچہ ہے سو نقل کر لیجیے میرا مدعا اس دو ورقہ کے ارسال سے یہ ہے کہ آپ کے پسند آئے یا اور اشخاص خرید کرنا چاہیں تو چھ روپیہ قیمت اور محصول ذمہ خریدار ہے۔

۱۶۴ خواجہ غلام غوث خان بہادر بیخبر کے نام

مولانا بندگی آج صبح کے وقت شوق دیدار میں بے اختیار نہ ریل نہ ڈاک توسن ہمت پر سوار چلدیا ہوں جانتا ہوں کہ تم تک پہونچ جاؤں گا مگر یہ نہیں جانتا کہ کہاں پہونچوں گا اور کب پہونچوں گا اتنا بیخود ہوں کہ جب تک تم

اطلاع نہ دو گے میں نہ جانوں گا کہ کہاں پہونچا اور کب پہونچا آپ کا پہلا خط رامپور سے دلی آیا میں راہ میں تھا پھر دلی سے خط رامپور پہونچا میں وہاں بھی نہ تھا خط دلی روانہ ہوا اب کئی دن ہوے کہ میں نے ڈاک سے پایا اُس حال میں بیمار تھا معہذا اجاڑے کی شدت تھاوٹ کا مینھ دھوپ کا پتا نہیں پڑے پھٹے ہوے نشیمن تاریک آج نیر اعظم کی صورت نظر آئی دھوپ میں بیٹھا ہوا ہوں خط لکھ رہا ہوں حیران ہوں کہ کیا لکھوں اس خط کے مضامین اندوہ فزا نے دل کو مضمحل کر دیا جانتا تھا کہ خواجہ صاحب مغفور تمھارے ماموں ہیں نگران کے اور تمھارے معاملات مہر دولا جیسے کہ تمھاری تحریر سے اب معلوم ہوے میرے دلنشین نہ تھے ایسے محب کا فراق اور پھر بقید دوام کیونکر جانگزا نہ ہو حق تعالےٰ اُن کو بخشے اور تم کو صبر دے حضرت میں بھی اب چراغ سحری ہوں رجب ۱۲۸۲ھ حال کی آٹھویں تاریخ سے اکھتر واں سال شروع ہو گیا طاقت سلب حواس مفقود امراض مستولی بقول نظامی مصرعہ کے مردہ تخصم بمر دی ۔ واں آج میں اور بھی باتیں کرتا مگر میرا خاص تراش آگیا مہینا بھر سے حجامت نہیں بنوائی خط لپیٹ کر ڈاک میں بھیجتا ہوں اور خط بنواتا ہوں

اس خط کا جواب جو مکتوب الیہ نے لکھا وہ بھی میرے ہاتھ آگیا تھا ناظرین کے حظ کے لیے یہاں لکھے دیتا ہوں ۔

۱۲۵ خواجہ غلام غوث خاں بہادر بیخبر کا جواب

حضرت آج علی الصباح میں گورکھپور کے میدان میں خیمہ کے اندر اکیلا بیٹھا تھا چکیں جو چاروں طرف کے دروازوں کی چھٹی تھیں صاف قفس کی صورت تھی ہر سمت کو دیکھتا تھا اور تنہائی سے گھبرا گھبرا کر یہ مصرع پڑھتا تھا مصرعہ ہائے تنہائی او رکنج قفس + دفعۃً ہٹو بڑھو کا غل ہوا حیرت میں آیا کہ کس کی سواری آتی ہے دیکھا تو دیکھا کہ شوق اور تمنا اور محبت ان سارے حشم و خدم کا آگے آگے اہتمام ہے اور پیچھے اُن کے حضرت توسن ہمت کو کُداتے پھنداتے چلے آتے ہیں پھر تاب کسے تھی بے اختیار دوڑا خیمہ سے باہر آیا جھک کر آداب بجالایا رکاب تھام کر گھوڑے سے اُتار اقدم لیے خیمے میں گیا مسند پر بٹھایا صدقے میں اپنے کو اتارا دو زانو ادب سے سامنے بیٹھا ہاتھ باندھ کر مزاج مقدس پوچھا جواب میں علالت کی کیفیت ضعف کی شکایت سنی جی کڑھا نصیب دشمناں کہہ کر دعا دی کہ پروردگار ہمیشہ صحیح و سلامت رکھے حضرت کی عمر اتنی بڑھائے کہ خضر کو رشک آئے ادھر اُدھر کا مذکور رہا ارشاد ہوا کہ میں نے دہلی پہونچکر تجھے ایک خط بھیجا تھا عرض کیا کہ اُس کے ورود سے مشرف ہوا تھا جواب لکھنے میں رامپور والے عریضہ کی رسید کی راہ دیکھتا تھا اس میں اُس سوال کا ذکر آیا جو اُس عریضہ میں ایک شعر کی نسبت لکھا تھا حضرت نے فرمایا اُسی کو دیکھ رہا تھا کہ خاص تراش آگیا اور حارج ہوا یہ سن کر میں نے منھ بنا کر کہا اس وقت میں نہ ہو اور نہ حجام کی خوب حجامت کرتا کہ اُس نے میرا حرج کیا حضرت نے تبسم کر کے فرمایا اُس بیچارے پر کیوں دق ہوتے ہو میں اب جاتا ہوں اور تیرے عریضہ کو دیکھ کر سوال کا جواب لکھتا ہوں یہ کہہ کر حضرت تشریف لیگئے جب تک

سواری نظر آیا کی میں دروازہ پر کھڑا حسرت کی نگاہوں سے دیکھا کیا پھر غمگین خیمے میں آکر بیٹھا اور یہ اشعار جو کسی کے برمحل یاد آگئے اُنھیں کو پڑھ رہا ہوں اشعار

ایں ہمیت کہ از راہ وفا آمدہ رفتی + شد راہ غلط ورنہ چرا آمدہ رفتی + چنداں نہ نشستی کہ شود غنچۂ دل وا + چوں بوے گل و باد صبا آمدہ رفتی + چوں عمر کہ ہرگہ بسر آید برود زود + خود بر سر ایں بے سروپا آمدہ رفتی +

۱۶۶ خواجہ غلام غوث خاں بہادر بیخبر کے نام

خریدار ہے۔

۱۶۷ مولوی عبدالرزاق شاکر کے نام

قبلہ اُس عنایت نامے کا جو مارچ گذشتہ میں پایا ہے آج یکم اپریل کو جواب لکھتا ہوں گویا نماز صبح قضا پڑھتا ہوں جناب مولوی غلام غوث خاں بہادر میر منشی لفٹنٹ گورنری غرب و شمال کا کیا کہنا ہے حسن سیرت وہ جو بعد ریاضت شاقہ اور بعد تحصیل فضائل اربعہ ملکۂ عدالت و حکمت حاصل ہوتا ہے اس دانا دل بیدار مغز کو فطرت و حیا ہے حسن صورت وہ کہ جو دیکھے پہلی نظر میں حسن خلق لطف طبع اُسکو نظر آئے فقیر ہمیشہ مورد اعتراضات رہا ہے لیکن اکثر ایسا ہوتا ہے کہ بعد

ﮯ یہ بات تو نہیں کہ تو وفا کی راہ پر آکر چلا گیا۔ بلکہ شاید رستہ بھول گیا تھا ورنہ آنے کے بعد کیوں چلا گیا تو اتنا نہیں بیٹھا کہ دل کی کلی کھل جائے بلکہ بوے گل اور باد صبا کی طرح آکر چلا گیا عمر کی طرح کہ جب آخر ہو جاتی ہے تو جلد چلی جاتی ہے اس طرح تو مجھ بے سروپا کے پاس آکر چلا گیا ۱۲۔

دو چار دن کے معترض صاحب کا خط آیا ہے لغت و ترکیب معترض فیہ کی سند کے اشعار حضرت نے اُس خط میں درج کیے ہیں اللہ اللہ جو کلکتہ میں شور نشور اُٹھا تھا میرا شعر شعر حزو و اے از عالم و از ہمہ عالم بیشم + ہمچو موئے کہ بتاں را زمیاں برخیزد + خستہ جراحتہائے اعتراض ہوا ہے منشار اعتراض یہ کہ عالم مفرد ہے اُس ربط ہمہ کے ساتھ بحسب اجتہاد قتیل ممنوع ہے قضارا اُس زمانے میں شاہزادہ کامران درانی کا سفیر گورنمنٹ میں آیا تھا کفایت خاں اُس کا نام تھا اُس تک یہ قصہ پہونچا اُس نے اساتذہ کے اشعار پانچ سات ایسے پڑھے جس میں ہمہ عالم و ہمہ روز و ہمہ جا مرقوم تھا اور وہ اشعار قاطع برہان میں مندرج ہیں ہاں صاحب قاطع برہان میں اور مطالب بڑھائے اور ایک دیباچہ دوسرا لکھا ہے اور درفش کاویانی اُس کا نام رکھا اور اُس کو چھپوایا ایک مجلد اُس کا آج اس خط کے ساتھ ڈاک میں بھیجتا ہوں بعد پہونچنے کے اُس کو دیکھیے گا اور اکثر وقت فرصت پیش نظر رکھیے گا اور جس دن پہونچے اُسی دن یا اُس کے دوسرے دن رسید لکھیے گا اور اگر اور صاحب اُس کے طالب اور خریدار ہوں تو مجھ کو لکھیے گا دس پانچ دو چار جلد بھیجدوں گا یہ نسخہ میری طرف سے انکی نذر غزل پھر بھیجونگا

۱۶۸ خاتمہ مرزا حاتم علی مہر کی مثنوی کی تقریظ

اللہ اللہ نطق کو آفریدگار نے کیا پایہ اور کیا سرمایہ دیا ہے کہ امور[۱] دینی میں سے کسی امر کا شہود[۲] اور مصالح[۳] دنیوی میں سے کسی مصلحت کا وجود بلکہ اگر مثل اسم اعظم

[۱] امور جمع امر ۱۲ [۲] شہود ۔ ظاہر ہونا ۱۲ [۳] مصالح جمع مصلحت ۱۲ ۔

فرض کیجیے تو اُس کی بھی نمود جب تک اس لطیفۂ غیبی کا شمول نہ ہو عالم امکان میں ممکن نہیں مسائل حکیمانہ کی ہستی ترہات ندیمانہ کی مستی درد و درمان کے مدارج کا اظہار افسانہ و افسوں کے مقاصد کا مدار شکر و شکایت کا عنوان نفرین و آفرین کا بیان رد و قبول کی حکایت فتح و شکست کی روایت صرف و نحو کی راز دانی نثر و نظم کی گلفشانی جو کچھ اگلوں نے کہا ہے جو کچھ اب کوئی کہہ رہا ہے جو کچھ آگے کہیں گے اور قیامت تک کہتے رہیں گے جو کچھ متعلق نیک و بد و نو و کہن سے ہے سب وابستہ نطق و شمن ہے اب سمجھیے کہ سخن از روے مثل کیا ہے چشمہ ہے ندی ہے سیل ہے دریا ہے کیسی روانی کس زور کا پانی اس کا چڑھاؤ اس کی رفتار اس پر کس کا زور کس کا اختیار جدھر منہ کیا اُدھر ایک نالہ بہا دیا دریا کی لہر کیا گھوڑے کی باگ ہے کہ کسی کے ہاتھ میں ہو ہاں اہل خرد کو اُٹھا لینا چاہیے جو لطف جس بات میں ہو یہ مثنوی کہ مجموعۂ دانش و آگہی ہے اگرچہ اس کو سفینہ کہہ سکتے ہیں لیکن فی الحقیقۃ ایک نہر ہے کہ بحر سخن سے ادھر بہی ہے سخن ایک معشوقۂ پری پیکر ہے تقطیع شعر اُس کا لباس اور مضامین اُس کا زیور ہے دیدہ وروں نے شاہد سخن کو اس لباس اور اس زیور میں روکش ماہ تمام پایا ہے اسی رو سے اس مثنوی نے شعاع مہر نام پایا ہے کہیں یہ نہ سمجھنا کہ یہاں مہر سے مراد آفتاب ہے یہ شعاع اُس مہر کی ہے کہ جو ذرہ خاک راہ بوتراب ہے سچ تو یوں ہے کہ سخنور روشن ضمیر مہر سپہر مرزا حاتم علی مہر کو سخن طرازی میں ید بیضا ہے اور راز روے انصاف اس طرح سے کہ نہ اُدھر سے لاف نہ ادھر سے گزاف سچ سچ صاف صاف یہ مہر اپنے ہم نام مہر سپہر کا ہمچشم او رہتا ہے سب جانتے ہیں کہ غالب کا شیوہ درویشی

وا آزادہ روی ہے مہر کے حسن گفتار اور میرے صدق اظہار پر برہان قاطع یہ مثنوی ہے میں فن تاریخ وفن معما سے بیگانہ ہوں صرف حسن خداداد معنی کا دیوانہ ہوں مثنوی کی طرز تحریر دلپذیر ہوئی اس سے یہ تقریظ دلپذیر تحریر ہونی چاہیے یوں کہ کوئی کاتب کسی وقت میں اس تقریظ کو مثنوی سے جدا نہ کرے ہاں گنجایش اس کی ہے کہ کسی زمانہ میں سہو وغفلت سے یہ امر واقع ہو یہاں ہم کہتے ہیں کہ خدا نہ کرے

۱۶۹ گلزار سرور تصنیف مرزا رجب علی بیگ سرور کی تقریظ

سبحان اللہ خدا کی کیا نظر فروز صنعتیں ہیں تعالیٰ اللہ کیا حیرت اور قدرتیں ہیں یہ جو حدیقۃ العشاق کا فارسی زبان سے اُردو عبارت میں نگارش پانا ہر بعینہ ارم کا زمین دنیا سے اُٹھ کر بہارستان قدس کا ایک باغ بن جاتا ہے وہاں حضرت رضوان نخلبند وآبیار ہوے یہاں مرزا رجب علی بیگ سرور حدیقۃ العشاق کے صحیفہ نگار ہوے کس سے کہوں کہ اس بزرگوار کا اُردو کی نثر میں کیا پایہ ہے اور اس سحر بیان کا کلام شاہد معنی کے واسطے کیسا گران بہا پیرایہ ہے نظم رزم کی داستان گر سنیے + ہے زباں ایک تیغ جوہر دار + بزم کا التزام گر کیجے + ہے قلم ایک ابر گوہر بار + مجھ کو دعوی تھا کہ انداز بیان کی خوبی میں فسانۂ عجائب بے نظیر ہے جس نے میرے دعوے کو اور فسانۂ عجائب کی یکتائی کو مٹایا وہ یہ تحریر ہے کیا ہوا کہ ایک طرح اور ایک قماش کے ہیں یہ دونوں دلفریب نقش ایک ہی نقاش کے ہیں مانا کہ ایک دوسرے کا ثانی ہے یہ تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ نقاش لاثانی ہے مانی نقاش بے معنی صورتیں بنا کر

دعوی پیغمبری کا کرے کیا عقل کی کمی ہے یہ بندہ خدا معنی کی تصویر کھینچکر دعوی خدائی نہ کرے کس حوصلہ کا آدمی ہے سچ تو یوں ہے کہ جناب مہاراجہ صاحب والا مناقب عالیشان مہاراجہ ایشری پرشاد نارائن سنگھ بہادر جس باغ کی آرایش کے کارفرما ہوں اور پھر اُس پر طرہ یہ کہ چشم بد دور مرزا سرور چمن آرا ہوں کہیے وہ باغ کیسا ہوگا بہشت نہ ہوگا تو اور کیا ہوگا کوئی نہ کہے کہ یہ درویش گوشہ نشین فضول و سبکسر کیوں ہے بے دیکھے بھالے حضور کا ثنا گستر کیوں ہے صاحبو حاتم سے ہم نے کیا دولت پائی ہے کہ اُس کی سخاوت کی ثنا کرتے ہیں رستم سے کہاں شکست کھائی ہے جو اُس کی شجاعت کا ذکر کیا کرتے ہیں معہذا جناب بابو صاحب جمیل المناقب عمیم الاحسان بابو پرسدھ نرائن بہادر کا مورد عنایت رہا ہوں جن دنوں وہ دلی تشریف لائے ہیں اکثر شریک صحبت رہا ہوں جب ناشناسائی و بیگانگی درمیان نہ ہو اُن کا نیازمند کیوں اُن کا ثنا خواں کیوں نہ ہوں نہیں نہیں میرا کیا منھ ہے ثنا خوانی کا تو میں عاشق ہوں اُن کی شاعرپروری و سخندانی کا واقعی حضور نے قدردانی کی ہے سرور نے گہرافشانی کی ہے حضور کا اقبال سرور کا کمال حضور کی عالی ہمتی سرور کی خوش قسمتی یقین ہے کہ نقش صفحہٴ روزگار پر یادگار رہے گا مصنف کا شہرہ رنگین بیانی میں مہاراجہ کا نام فیض رسانی میں تا روز شمار رہے گا۔

حدائق الانظار تالیف خواجہ بدرالدین خاں کا دیباچہ

سبحان اللہ شاہد زیبائے سخن کا حسن بے مثال مشاہدہ اُسکا نور افزائے نگاہ

تصور اُس کا انجمن افروز خیال از روے لفظ اہل معنی کی نظر میں آئنہ عارض جمال من حیث المعنی بصورت صنعت قلب کلام کا مقلوب یعنی کمال اگر نفس ناطقہ کو حق نے بصورت انسان پیدا کیا ہوتا ہم اُس صورت میں یہ کیونکر کہیں کہ کیا ہوتا اس لعبت دلفریب کی نظارگی سے بے بادہ مست ہو جاتے اور یہ پیکر ہوشربا دیکھ کر اہل معنی یک قلم صورت پرست ہو جاتے نظم میں اور یہی روپ نثر میں اور یہی ڈھنگ فارسی میں اور یہی زمزمہ اُردو میں اور یہی آہنگ سیر و تواریخ میں وہ دیکھو جو تم سے سیکڑوں برس پہلے واقع ہوا ہو افسانۂ و داستان میں وہ کچھ سنو کہ کبھی کسی نے نہ دیکھا ہو نہ سنا ہو ہرچند خردمند بیدار مغز تواریخ کی طرف بالطبع مائل ہوں گے لیکن قصہ کہانی کی ذوق بخشی و نشاط انگیزی کے بھی دل میں قائل ہوں گے کیا تواریخ میں ممتنع الوقوع[۱] حکایات نہیں ناانصافی کرتے ہو یہ کچھ بات نہیں سام اپنے فرزند کو پہاڑ پر پھکوا دے سیمرغ اُس کو اپنے گھونسلے میں اُٹھا لائے پرورش کر کے پہلوان بنائے آداب حرب و ضرب سکھائے پھر جب رستم اسفندیار کی لڑائی سے گھبرائے زال اُس اسم بامسمے کو بُلائے سیمرغ گردان کبوتر کی طرح سیٹی کی آواز سنتے ہی چلا آئے اور اپنی بیٹ کے لیپ سے یا اور کسی دوا سے رستم کے زخم اچھے کر کے ایک تیر دو شاخہ دے کر تشریف لے جائے رستم دس برس کی عمر میں مست ہاتھی کو ہلاک کرے جب چشم بد دور جوان ہو دیو سفید کو تہ خاک کرے فرعون کا دعوے خدائی مشہور ہے شداد نمرود کا بھی تواریخ میں ایسا ہی مذکور ہے اگر اہل طبیعت ایک پہلوان زبردست حمزہ دیوکش

---

[۱] وہ واقعے یا وہ کام جن کا واقع ہونا از روے عقل و قیاس ممتنع ہو ۱۲۔

رستم جی سا قرار دیں اور ایک زمرد شاہ گمراہ دعوے خدائی کرنے والا مثل نمرود گھڑ لیں گویا ایک ڈھکوسلا بنایا ہے مگر اچھا بنایا ہے انھیں روایات کا چربا اٹھایا ہے مگر اچھا اٹھایا ہے موعظت و پند نہیں ترہات ندیانہ ہے سیر و اخبار نہیں جھوٹا افسانہ ہے داستان طرازی منجملۂ فنون سخن ہے سچ یہ ہے کہ دل بہلانے کے لیے اچھا فن ہے عمرو کی عیاریاں دیکھو حمزہ کی میدان داریاں دیکھو جامع ان حکایات کا کوئی سخنور ایران کا ہے مگر وہ میر تقی محمد شاہی جو ندیم مؤتمن الدولہ اسحق خاں کا ہے گویا باغ ارم کو ہندوستان میں اٹھا لایا اُس نے بوستان خیال میں کچھ اور تماشا دکھلایا اور قصص میں سے ایک جلد ہے معز نامہ واہ ری بزم و رزم و سحر و طلسم اور حسن و عشق کی گرمی ہنگامہ معز الدین کی۔ طلسم کشائیاں اگر سنیں تو امیر حمزہ کی یہ صورت ہو کہ اپنی صاحب قرانی کو ڈھونڈھتے پھریں اور کہیں پتہ نہ پائیں ابو الحسن کی عیاریوں کے جوہر اگر دیکھیں خواجۂ عمرو کو یہ حیرت ہو کہ زیرہ سی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں ورنیو لا میرا برادر زادہ سعادت توامان خواجۂ بدرالدین خاں عرف خواجۂ اماں کہ وہ ایک جوان شیریں بیان تیز ہوش ہے اور ہر فن کے کمال کی تحصیل میں سختی کش و سخت کوش ہے ستار کا جو خیال ہوا ایسا بجایا کہ میاں تان سین کو انگلیوں پر نچایا مصوری کی طرف جو طبیعت آئی وہ تصویر کھینچی کہ اُس کو دیکھ کر مانی و بہزاد کو حیرت آئی اس اقبال آثار کا یہ ارادہ ہوا کہ معز نامہ کی فارسی نثر کے اردو کرنے پر آمادہ ہو امعز الدین فیروز بخت کی کشور کشائیاں ابو الحسن جوہری کی نیرنگ نمائیاں عجائبات حکیم قسطاس کی

حیرت فزائیاں ملکہ نوبہار کی رنگین ادائیاں جمشید خود پرست کی زور آزمائیاں ضار منحوس کی بیحیائیاں مسلمین اور کفار کی لڑائیاں مسلمانوں کی بھلائیاں کافروں کی برائیاں فارسی سے اُردو میں لے آیا یوں تصور کرو کہ قلمرو اُردو میں ایک قصر دلکشا یا ایک خانہ باغ روح افزا سرتاسر بنایا عبارت آرائی کو ترک کیا ہے گویا تقریر کو پیرایۂ تحریر دیا ہے بعد اختتام نگارش غالب فلک زدہ سے دیباچہ لکھنے کی آرزو کی میں نے ہر چند عجز آمیز معذرت انگیز گفتگو کی بیدادگر نے ایک بات نہ سنی اور ایک عذر نہ مانا بھلا اس اصرار کا کیا علاج اور اس ضد کا کیا ٹھکانا بھتیجا اور پیارا بھتیجا ناچار بجز خامہ فرسائی کچھ بن نہ آئی اس دیباچہ کے انجام کا بجز اس کے اور کوئی رنگ نظر نہ آیا کہ عالم ارواح کو سیدھا چلا گیا اور حضرت نظامی سے ایک شعر مانگ لایا اُسی شعر شعری شعار کو خاتمہ میں لکھ دیتا ہوں بہت تنگ آگیا ہوں اب دم لیتا ہوں شعر شکر کہ ایں نامہ بعنواں رسید + پیشتر از عمر بپایاں رسید + ومن اللہ التوفیق وہو خیر الرفیق۔

۱۷ رسالہ قواعد تذکیر و تانیث تصنیف مولوی فرزند احمد کا دیباچہ

سیدی سندی نور بصر و لخت جگر قرۃ العین اسد مولوی سید فرزند احمد کے طول عمر و دوام دولت و بقاے اقبال کی دعا مانگتا ہوں جن کو مبدأ فیاض سے

اس رسالہ کے لکھنے کی توفیق عطا ہوئی ہے سبحان اللہ تانیث وتذکیر کی تقریر کہ وہ
اور مطالب کی توضیح پر بھی مشتمل ہے کس لطف سے ادا ہوئی ہے ہر چند اس
راہ سے کہ سید صاحب دانا اور دقیقہ رس اور منصف ہیں قواعد تذکیر
وتانیث کے منضبط نہ ہونے کے خود معترف ہیں لیکن قوت علم وحسن فہم
ولطف طبع سے وہ مضبوط ضوابط بہم پہونچائے ہیں کہ اور صاحبوں کے
دل کی دوسرے کو کیا خبر مگر مجھے تو دل سے پسند آئے ہیں دعا یہ ہے
اور یقین بھی یہ ہے کہ یہ رسالہ صفحۂ دہر پر یادگار اور ہمیشہ منظور نظر
اولوالابصار رہے گا جو صاحب اس کو مطالعہ فرمائیں گے نفع بھی پائینگے
اور لطف بھی اٹھائیں گے مؤلف صاحب جو کامیاب اپنے ذہن رسا سے
ہیں رئیس جلیل القدر عظیم آباد اور حضرت فلک رفعت مولوی سید صاحب عالم
صاحب مارہروی کے نواسے ہیں سید واسطی بلگرامی ہیں جہاں کے سادات
علم وفضل میں نامی اور قدر ومنزلت میں گرامی ہیں ان حضرات کا مادح گویا اپنا
ثنا خوان ہے جیسا کہ مولوی معنوی رومی علیہ الرحمۃ کا بیان ہے **شعر**

مادح خورشید مداح خود ست ✦ کہ مرا دو چشم سرتا سر بدست ✦

۱۷۲ مرزا کلب حسین خان بہادر نادر کے مجموعۂ قصائد کا دیباچہ

سبحان اللہ شاہد سخن کمال حسن میں لاثانی ہے سچ تو یوں ہے کہ

یوسف کنعان معانی ہے کنعان ہو کنواں ہو کارواں ہو کوئی جگہ کوئی مقام کوئی مکان ہو زلف ویسی ہی معنبر عارض بدستور تابدار لب کی جاں بخشی کا وہی عالم چشم اُسی طرح بیمار معہذا جو سلطنت مصر کے زمانے کا خیال تصور میں لائے گا وہ آفتاب تاباں کو حضرت یوسف کا ادنے ذرہ پائے گا سو ہم ابھی قلمرو سخن سے آئے ہیں اور حسن پرستان سخن کے واسطے نوید سراسر امید لائے ہیں سنی سنائی نہیں کہتے نہ دیکھ آئے ہوتے تو چپ ہو رہتے امید یہ کہ دانشمند آدمی باور کریں۔ اور دیدہ ور لوگ نظر کریں کہ یوسف سخن کنعان و چاہ و کارواں و بازار و زنداں سے نکل کر تخت فرمانروائی مصر پر جلوہ افروز ہوا ہے زلیخائے عشق کے گھر عید ہوئی ہے اور یوسف حسن کی سرکار میں نوروز ہوا ہے غالب آشفتہ نوا اُن اس ورق کے ناظرین جب تک رمز نہ جانیں گے تیری بات کبھی نہ مانیں گے کیوں نہیں کہتا کہ خالق نے نواب عالی جناب والا دودمان مرزا کلب حسین خاں ڈپٹی کلکٹر بہادر کو کیا اچھی طبیعت بخشی ہے جو اُنھوں نے ان اوراق کو اپنے اشعار سے رونق اور اشعار کو نعت و منقبت سے زینت بخشی ہے دیباچہ نگار نے اُس مجموعۂ نظم کو مصر فرض کیا اور شاہد معنی کو یوسف قرار دیا ہے جس کتاب میں ائمہ معصومین علیہم الصلوٰۃ و السلام کی مدح کے سو قصیدے زینت اوراق ہوں سواد اُن اوراق کا کیوں نہ سرمۂ چشم اہل دین ہو اور وہ اوراق کیوں نہ حرز بازوے مومنین آفاق ہوں اپنے علو رتبت پر ناز کرتا ہوں کہ ائمہ اطہار کے مداح کا ستائشگر ہوں

اور بذریعہ اس ستایش کے غالب پر غالب یعنی آپ سے بہتر ہوں

۱۷۳ منشی غلام بسم اللہ صاحب کے نام

منشی صاحب شفیق مکرم مظہر لطف و کرم منشی غلام بسم اللہ صاحب سلمہ اللہ تعالےٰ۔ صاحب یہ نیا ڈھنگ شکایت کا ہے اگر تمھارے کلام میں اصلاح کم ہو تو وہ کلام کی خوبی ہے اُس کو اُستاد کی سہل انکاری کیوں سمجھو آپ کے منصف صاحب کی بھی غزل میں اصلاح کم ہوئی ہے پس اُن کو چاہیے کہ خوش ہوں نہ کہ مجھ سے گلہ کریں مینے حضرت خط میں تداخل برا ہے اگر یہاں کی ڈاک میں کبھی خط کھل گیا تو مجھ سے پچاس روپیہ لیے جاویں گے یا قید کا حکم ہوگا آیندہ آپ خط جدا گانہ بھیجا کیجیے اس باب میں تاکید جانیے کوئی حیلہ جواز کا آپ کی طرف سے مسموع نہ ہوگا غالب

تقریظ[1] از فکر سر آمد روزگار خلاصۂ دودمان سرمایۂ بلاغت و پیرایۂ فصاحت مدقق دقائق ادق حکیم غلام مولا صاحب المتخلص بہ قلق ساکن میرٹھ دام فیوضہ

رباعی۔ تا کے بخیال خویش باشی در بند + فرعون زخودی نہ شد بہ موسیٰ مانند +

---

[1] یہ تقریظ پہلے عود ہندی مطبوعہ مجتبائی پر لکھی گئی تھی جو بجنسہ نقل ہوئی ۱۲۔

این نکتہ قلق زمردم چشم آموخت + خود راپسند و دیگراں راپسند + مشتاق بیتاب جستجو کو مژدہ تاب فرسا اور منتظران چشم درراہ کو صلائے شکیب ربا یاران معاشر کو پیغام صبوحی اور مہجوران نیم جاں کو نوید روحی دل کو ہوش جان کو نوش چشم کو جلا گوش کو نوا حواس کو درستی ہوش کو چستی عقل کو افزائش فہم کو گنجائش مستوں کو ترانہ ندیموں کو فسانہ ناتوانوں کو توانائی ناشکیب کو شکیبائی شوق کو انتہا ذوق کو ابتدا بے خبر کو خبر تلاش کو اثر مہیا یعنے ملفوظات اقدس اور معروضات مقدس رقعات مرقع مرقعات موقع سرجوش فیلسوفی و رندی الموسوم بہ **عود ہندی** نہایت اہتمام بائستہ اور انتظام شائستہ سے مطبع مجتبائی میں یہ کتاب چھپی اور حضرات جامع کی جانب سے عبارت خاتمہ کے لیے بعد اختتام اس ناتمامی سرانجام سے فرمائش ہوئی رباعی کیا نادرہ ناجی ہے مہیائے ظہور + چشمک ہر نقطہ کی کہ چشم بد دور اللہ ری کیفیت لفظ و معنی + وہ آنکھ میں ہے نور تو یہ دل میں سرور + سبحان اللہ سبحان اللہ صل علی صل علی جی چاہتا ہے تا طاقت گفتار اس طلسم دلکش کی تعریف کیا کیجیے مگر فراوانی اقبال قبول اور طغیانی ایصال وصول گرم نگاہ تحصیل حاصل بہتر کہ ابھی کی نہ لیجیے مصرعہ حاجت مشاطہ نیست روے دل آرام را + گو میں بھی یک زبان صد بیان طریقہ ستایش سلیقہ نو آئین نوا خاطر رسیدہ دل دردمند جگر خراش اما جان خروش نوا ذوق خسک ریز شوق قیامت خیز ادائے ہوش ربا انداز تاب فرسا نمک گداز شیرینی حلاوت پرداز رنگینی رکھتا ہوں اور ایک عمر دلی کے روڑوں میں سنگسار رہا ہوں بلکہ وہاں کی مٹی ہوا ہوں

اُن کا نقش پا ہوں شعر گر سخن درآورم عشق سخن سرائے را + از بر و دوش سروہی گریۂ ہائے ہائے را + مگر تم ہی کہو کہ ایسا شخص جس کے سایہ پر شمع طور پروانہ اور ان کی وارستگی پر فیلسوف دیوانہ فطرت سے فطرت ناز بردار قیامت سے لیاقت شرمسار شوخی سادگی شعار چابکی سے چابکی خود رفتگی شعار طبیعت سے ملکیت بہرہ مند ملکیت سے بشریت ارجمند طریقہ سے طریقہ خضر آشنا سلیقہ سے سلیقہ برگزیدگی ربا اندازہ سے انداز ادب آموز ادا سے ادا بہرہ اندوز شیوا بیانی سے شیوا بیانی منت کش سحر زبانی سے سحر زبانی اعجاز دوش مرکز ناز و نیاز مدار سوز و ساز طالب مطلوب طالب اعنی اسداللہ خاں غالب دام دوامہ اقام مقامہ کس زبان سے سراہا جاوے اور کیا منہ ہے جو اُس کی بات لب تک آوے فی الواقع اُس کی ستایش ناستودگی خودستائی اور اُس کی نمائش بیہودگی خودنمائی ذرہ کو باریابی در خورشید دشوار اور قطرہ کو تہ نشینی دریا ناہموار سبزۂ بیگانہ اور بہار افروز گلستان سنگ ریزہ ویرانہ اور رازدش اندوز کان بہر کیف وضع ادب خم آموز گردن ابرام اور پاس نگاہ حد دیدہ دوز مقام الزام

مثنوی۔

لکھے کیا کوئی اوج فکر غالبؔ ‌ ‌ ‌ بیاں سے دو رحرف ذکر غالب
سخن رانی اگر ہووے کوئی دین ‌ ‌ ‌ تو ایمان سب کا ہو غالب کا آئین
عجب انداز نکتہ پروری ہے ‌ ‌ ‌ کہ ہر نقطہ کتاب دلبری ہے

اگر روشن بیانی وہ دکھائے ۔۔۔ تو مہر و مہ کو نظروں سے گرائے
سواد قدس شکل نامہ اُس کی؟ ۔۔۔ قم عیسیٰ صریر خامہ اُس کی
طبیعت کا جو پائے اُسکے انداز ۔۔۔ نزاکت کو ہو کیا کیا ناز پر ناز
جو زہر خندہ اُسکے لب پہ جا پائے ۔۔۔ تو نیش درو نوش جاں بنجائے
اگر یہ خود سری کا مدعی ہو ۔۔۔ تو دریا تک سے عار قطرگی ہو
نہیں اسکا سخن میں کوئی ہمدوش ۔۔۔ کہ اک حرف اسکا اور معنی صد آغوش
سخن کا مجملاً ہو اُس کے کیا ذکر ۔۔۔ ہر اک نقطہ ہے جس کا محشر فکر
کھلے جب مرتبہ رتبہ کا اُس کے ۔۔۔ فلک دے داد او رمجھ سے زباں لے

لیکن شایان تعریف اور سزاوار توصیف مغتنم زمان دبیر نکتہ ران دانا دل دانش نور نگاہ بینش شانِ شکوہ ہندی شکوہ شوکت پسندی بکمند آسماں بکیں سپند چشم خردہ بین تمغائے خانوادۂ شرافت طغرائے امضائے نجابت وسر دفتر سخن آرایاں منشی محمد ممتاز علی خاں صاحب از روسائے میرٹھ دام اللہ اجلالہ و زید افضالہٗ ہے کہ حضرت کی زیارت قدر و جلالت امتیاز ہر وقت خطوط بے ربط سے شکل اقلیدس پر واز رہتی ہے خس و خاشاک صحن باغ ان کی تربیت خاص سے دوش صبا پر سوار اور ذرہ ہائے گوشۂ راغ ان کی انجلا آموزی محض سے محشر خورشید زار بے استفادہ درستی حال تحرک رشک سنگ فریاد شکست شیشہ اور بے اصلاح فساد امتیاز تو ۔۔۔ نامیہ بنات منھ شاخچہ نبدی دست تیشہ سیکے قوت ممیزہ حجت گریۂ بے اختیاری شمع میں مکافات نیش زنبور سے اثر افروز اور دلیل بیداری نرگس میں

ممدوح ۵

رسوائی غفلت انگور سے پرہیز آموز خاک تیرہ سامان سے جوہر صفا طلبگار اور ہوا ے شکستہ عنا کو تحریک نقاب آموز دار۔

مثنوی

زہے کار سازی حسن تمیز عزیز جہاں ہے یہ خوے عزیز
یہ روشن کرے جاہے جسکا کلام ہے حسن نظام اس کا ماہ تمام
کرے جس کا آراستہ یہ سخن قدم اُسکے لے اُڑکے رنگ چمن
ہوا کامیاب اس سے سب کا کلام نظامی ہے بہر نظام کلام
یہ جس حرف کو دیوے رنگ ادا ارم اُس یہ ہو بلبل مدعا!
جو خط جبیں کو یہ ترتیب دے تو روشن سوادی قدم چوم لے

مآل ہرزہ درائی و آشفتہ نوائی قلق ناسنجیدہ بیان کج مج زباں کا یہ کہ اس ستودہ کیش قدر اندیش نے کس عمدہ عنوان سے فضلۂ طبیعت میرزا غالب یعنے خطوط ہا پریشان اُردو زبان کو روح رواں اور مغز جاں بنا دیا اور کس عبارت بے سروپا سے کیا باغستان معنی کھِلا دیا حق یہ ہے کہ ایسی سعی مشکور و محنت دراز و دور کون کس کے لیے کرتا ہے ہر ایک اپنی جیب و گریبان کو گلہائے مقصود سے بھرتا ہے یہ آپ ہی کا کام ہے اس کا نام رابطۂ خاص اور اخلاق عام ہے جب طالبان زبان اس تحریر کو ملاحظہ فرمائیں گے تو دلی کا روزمرہ اُردو اور محاورۂ گفتگو گھر بیٹھے سیکھ جائیں گے بارک اللہ کیا بے ساختہ عبارت ہے کہ نثر میں نظم کا

مزہ آتا ہے اور ہر جملہ فقرہ معشوق کو شرماتا ہے مگر افسوس اہل مشرق کی جگت بندی نے بگاڑا کہ دلّی سے زیادہ اُس کی زبان کو اُجاڑا اب کس کسکو سمجھائیے کافی دل و دماغ کہاں سوا اسے ازیں ان کو فہم ہم کو فراغ کہاں **شعر**

ہائے دہلی کو ہے دشوار بیانِ دہلی
لٹ گئی ساتھ ہی دہلی کے زبانِ دہلی

اللہ بس مالبقی ہوس فقط۔

تمت

تقریظ کتاب عود ہندی

سزاوار حمد و ثنا وہ خدا ہے جس کی نہ ابتدا نہ انتہا ہے وحدہٗ لاشریک لہٗ اور یکتا و بے ہمتا ہے خالق ارض و سما ہے کل کائنات ساجد اور وہ مسجود ہے تمامی مخلوقات عابد اور وہ معبود ہے وہ کہیں نہیں اور سب جگہ موجود ہے جل جلالہ وجل شانہ وعم نوالہ اور تحفۂ درود نامحدود اور تحیات زاکیات بے شمار اُس شاہنشاہ کونین پر نثار ہے جو محبوب کردگار برگزیدۂ ایزد غفار احمد مختار ہے شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین سید الاولین و الآخرین ہے صلے اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ البررۃ الاتقیاء وسلم امابعد ناظمان عالی مراتب ونثاران والامناصب پر مخفی اور محتجب نہ رہے کہ گو فی زمانہ بوجہ کساد بازاری علوم متداولہ ومتدارسہ درس تدریس کا فقدان ہے تعلیم و تعلم کا نام و نشان نہیں واقفان فنون و ہنر عنقا ہو رہے ہیں فضل و کمال گم ترتیب و ترصیع صنائع بدائع بالکل مفقود اور چونکہ قدر دان جوہر بھی باقی نہ رہے اس سبب سے بازار جوہر کی زیادہ تر بے رونقی ہو گئی لیکن باوصف اس کساد بازاری اور بے رونقی کے ایسے جوہروں کی محبوبیت اور مقبولیت عموماً کچھ ایسی دلوں میں سما جاتی ہے کہ ہر فرد بشر انکا بہزار دل و جان خواہاں و جویاں رہتا ہے خصوصاً بعض بعض حضرات اہل کمال نے اس زمانۂ پر آشوب میں بھی ایسے ایسے جوہر صفائی ظاہر فرمائے ہیں کہ ان کی قابلیت اور فضیلت کا شہرہ تمامی اکناف عالم میں ہو گیا چنانچہ ازانجملہ گل سرسبد بوستان بلاغت

حدیقہ آرائے گلستان فصاحت ناظم عدیم المثال ناثر فقید التمثیل مہر سپہر نکتہ سنجی ماہ سمائے سخنوری مستغنی الاوصاف سخن سنج یگانہ فردوسی زمانہ موجد طرز نوے استاذ الاساتذہ افصح الفصحا نجم الدولہ دبیر الملک محمد اسد اللہ خاں بہادر نظام جنگ دہلوی متخلص بہ غالب گذرے ہیں جن کی ہمہ دانی کا سارا زمانہ قائل ہوگیا اور جن کی شیوا بیانی پر تمام عالم مائل ہوگیا بڑے بڑے نامی گرامی ان شہرہ روزگار کے حلقہ بگوش ہوے ان کی قابلیت خداداد کے آگے کاملین فن کو اپنے اپنے کمالات فراموش ہوے واقعی سچ تو یہ ہے ؎ ایں سعادت بزور بازو نیست + تا نہ بخشد خدائے بخشندہ + منجملہ غالب مرحوم کی تصانیف کثیرہ کے ایک نہایت چھوٹی سی معمولی کتاب **عود ہندی** ہے جس کی خوشبو تمامی قلمرو ہندوستان میں مشک اذفر کی طرح پھیلی ہوئی ہے یہ تقریظ مقرظ نے اُسی کی لکھی ہے گو عود ہندی میں مرحوم نے کچھ بہت بڑی قابلیت نہیں کی ہے مگر تاہم اُس کے چلبلے فقرے اُس کی شستگی الفاظ اُسکی مزے دار عبارت دیدنی ہے کل عبارت قلم برداشتہ اور سرسری ہے لیکن سراپا مجموعۂ دلبری ہے المختصر یہ کتاب لاجواب جو اپنی خوبیوں میں اپنی آپ ہی ندو نظیر ہے مطبع عام مرجع انام **منشی نول کشور** واقع بلدۂ لکھنؤ میں بسرپرستی جناب منشی رام کمار صاحب مالک مطبع و باہتمام کیسری داس سیٹھ سپرنٹنڈنٹ ماہ ستمبر ۱۹۴۱ء مطابق ماہ شعبان ۱۳۶۰ھ پیرایہ طبع سے آراستہ و پیراستہ ہوئی

تاریخ ادب اُردو

اس کتاب مین اُردو کی ابتدا اور اسکے تمام مدارج ارتقا اور تدریجی ترقیون کو نہایت حُسن وخوبی کے ساتھ دکھایا گیا ہے جہان جہان سلسلۂ تشریح مین دوسری زبانون کا ذکر آگیا ہے اسپر بھی نظر غائر ڈالکر کافی روشنی ڈالی گئی ہے مشہور مشہور اساتذہ کا نہایت بسیط تذکرہ اور انکی شاعری پر بے لاگ رائین اور کامل تنقید دہ باتین جو دوسرے تذکرون مین غلطی سے درج ہین انکو خصوصیت سے صحیح کرکے بیان کیا گیا ہے بہت سے جدید واقعات کا ذکر کیا گیا ہے دوسرے حصہ مین ہندوستان کے بہترین نثارون ناول نویسون اور ڈرامہ نگارون کے تفصیلی تذکرے حالات اور انکی تصانیف کا ذکر اور انپر تنقیدین آخر مین نہایت مفصل انڈکس اور اوّل مین فہرست مضامین شامل ہے بہت سے مشہور مصنّفون کی نایاب تصویرین موقع بموقع دی گئی ہین قیمت لعہ

اُردوے قدیم اگر قدیم زمانہ کی زبان اُردو کا نمونہ دیکھنا ہو تو اس کتاب کو طلب کیجیے عہ

المشتہر منیجر نولکشور پریس صیغۂ بکڈپو لکھنؤ

اُردو ... نمبر